اسلاف کا حیرت انگیز
حافظہ

تاریخ اسلام کی ان مشاہیر شخصیات کا تذکرہ جنہیں
قدرت کی طرف سے انمول حافظے کا تحفہ ودیعت کیا گیا
ایک ایسا تذکرہ کہ جسے پڑھ کر آپ بھی اپنے حافظے کو صیقل کر سکیں

مؤلف
مولانا اویس سرور

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور۔

اسلاف کا ترکہ

حافظ

اسلاف کا حیرت انگیز حافظہ

تاریخِ اسلام کی ان مشاہیر شخصیات کا تذکرہ جنہیں
قدرت کی طرف سے غیر معمولی حافظے کا تحفہ ودیعت کیا گیا
ایک ایسا تذکرہ کہ جسے پڑھ کر آپ بھی اپنے حافظے کو صیقل کر سکیں

مرتب
مولانا اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور فون ۷۳۵۲۴۸۳

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	﴿مقدمہ﴾	۲۳
۲	باب ..... (۱) ﴿حافظہ کیا ہے؟﴾	۳۱
۳	حافظہ کا لغوی مفہوم	۳۲
۴	حافظہ کا اصطلاحی مفہوم	۳۲
۵	حفظ کے لئے مناسب اوقات	۳۳
۶	حفظ کے لئے مناسب مقامات	۳۳
۷	حفظ میں معاون و مددگار اسباب	۳۳
۸	(۱) اللہ کی رضا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ	۳۳
۹	(۲) نیت خالص رکھیے	۳۳
۱۰	(۳) ترکِ معاصی	۳۴
۱۱	(۴) حدود اللہ کی پاسداری	۳۵
۱۲	(۵) غذا کا خاص خیال رکھنا	۳۶
۱۳	(۶) مسلسل مطالعہ	۳۶
۱۴	(۷) مسلسل کوشش	۳۶
۱۵	قوت حافظہ کو بڑھانے کے نسخے	۳۷
۱۶	قوانین صحت کی پاسداری	۳۷
۱۷	دل پسند موضوع کا انتخاب	۳۷
۱۸	برہمی بوٹی کا استعمال	۳۸
۱۹	قوت حافظہ کی تربیت	۳۸

صفحہ	عنوان	نمبر
٣٩	قوت حافظہ کی مضبوطی کے لئے چند خصوصی وظائف	٢٠
٤٠	حافظہ کی کمزوری اور نسیان کے اسباب	٢١
٤٠	(١) حدود اللہ کی حفاظت نہ کرنا	٢٢
٤١	(٢) کثرت طعام	٢٣
٤١	(٣) دنیاوی مشاغل میں حد سے زیادہ انہماک	٢٤
٤١	(٤) یادشدہ مواد کی عدم مراجعت	٢٥
٤٢	(٥) رطوبت کی زیادتی	٢٦
٤٣	قلّت حافظہ کیا ہے؟	٢٧
٤٥	"تعلیم المتعلم" کا ایک اقتباس	٢٨
٤٧	باب ....(٣) ﴿قوت حافظہ﴾ (جدید سائنس کی روشنی میں)	٢٩
٤٨	حافظہ کی تعریف	٣٠
٤٩	حافظہ کے عوامل (Factors of Memory)	٣١
٤٩	١۔ آموزش (Learning)	٣٢
٤٩	٢۔ حافظیت (Retention)	٣٣
٤٩	٣۔ شناخت (Recognition)	٣٤
٥٠	٤۔ بازیافت (Recall)	٣٥
٥٠	حافظہ کی اقسام (Kinds of Memory)	٣٦
٥٠	وقت کے اعتبار سے یاد کی تقسیم	٣٧
٥٠	١۔ حسی یاد (Sensory Memory)	٣٨

۳۹	۲۔ قلیل عرصے کی یاد (Short term memory)	۵۰
۴۰	۳۔ طویل عرصہ کی یاد (Long term Memory)	۵۱
۴۱	حافظہ کی دیگر اقسام	۵۱
۴۲	بہترین حافظہ (Good Memory)	۵۱
۴۳	میان محو حافظہ (Rote Memory)	۵۱
۴۴	مکمل حافظہ (Complete Memory)	۵۲
۴۵	نامکمل حافظہ (Incomplete Memory)	۵۲
۴۶	حفظ کرنے اور یاد کو بہتر بنانے کے اصول	۵۲
۴۷	تقسیم دینے کا اصول	۵۲
۴۸	قافیہ اور تلازم	۵۲
۴۹	کلی اور جزوی طریقے	۵۲
۵۰	زبانی قرات	۵۳
۵۱	بامطلب اور بے مطلب مواد	۵۳
۵۲	اسلوب بحث	۵۳
۵۳	نسیان کے اسباب اور ان کا تدارک	۵۳
۵۴	وقت کا گزرنا	۵۳
۵۵	دوسرے واقعات اور تجربات کے اثرات	۵۳
۵۶	عدم توجہ	۵۳
۵۷	خوف	۵۳
۵۸	الجھن	۵۳
۵۹	نیت یا ارادہ	۵۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۶۰	تجزیات	۵۵
۶۱	صحت	۵۵
۶۲	عدم تکرار	۵۵
۶۳	مواد کی نوعیت	۵۵
۶۴	مانوسیت	۵۵
۶۵	تلازم	۵۵
۶۶	بیماری	۵۶
۶۷	نسیان بھی ایک نعمت ہے	۵۶
۶۸	اچھی یاد کی خصوصیات	۵۷
۶۹	جلد یاد کر لینا	۵۷
۷۰	اعادے کا وقت	۵۷
۷۱	صحیح اعادہ	۵۷
۷۲	بھول کا وقت	۵۷
۷۳	ضروری جزئیات کی حفاظت	۵۷
۷۴	باب ...... (۳) ﴿حفظِ علم کے سنہری اصول﴾	۵۸
۷۵	اخلاص	۵۹
۷۶	تقویٰ و پرہیزگاری	۵۹
۷۷	مسجد میں بیٹھ کر یاد کرنا	۶۱
۷۸	استاذ کی نگرانی	۶۲
۷۹	قابل استاذ کے انتخاب میں غور و فکر	۶۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۸۰	تکرار اور سبق کو بار بار دہرانا حفظ کی بنیاد ہے	۶۳
۸۱	دل کی طرف دو راستے آنکھ اور کان	۶۴
۸۲	اونچی آواز سے حفظ کرنا	۶۵
۸۳	حفظ کیلئے بہتری عمر اور بہترین وقت	۶۶
۸۴	حفظ کے لئے مناسب وقت	۶۷
۸۵	حفظ کے لئے مناسب موقع و محل	۶۷
۸۶	دوران حفظ ناظرہ کی کثرت نہایت مفید ہے	۶۹
۸۷	پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا حفظ کرنا	۶۹
۸۸	علم حاصل کرنے میں مجاہدہ برداشت کرنا	۷۰
۸۹	مضامین تبدیل کرتے رہنا	۷۱
۹۰	مقدار حفظ موافق تحمل ہونی چاہئے	۷۲
۹۱	آہستہ اور اونچی تلاوت کا ضابطہ	۷۳
۹۲	باب ..... (۴) ﴿حفظ قرآن کے بنیادی و اساسی ضوابط﴾	۷۵
۹۳	ضابطہ ..... (۱) چند بنیادی آداب	۷۵
۹۴	۱۔ اخلاص	۷۶
۹۵	۲۔ تضرع وزاری	۷۶
۹۶	۳۔ نافرمانی کی قطعی ممانعت	۷۶
۹۷	۴۔ روزانہ جدید سبق قائم کی طرح	۷۶
۹۸	۵۔ حفظی کا نشان	۷۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۹۹	۶۔ ہر غلطی کی اصلاح و تکرار یہ سو مرتبہ	۷۷
۱۰۰	۷۔ ایک مخصوص کاپی	۷۷
۱۰۱	۸۔ سبق یاد کرنے کا اہتمام	۷۷
۱۰۲	۹۔ پارہ سنانے کا اہتمام	۷۷
۱۰۳	۱۰۔ منزل	۷۸
۱۰۴	۱۱۔ ایک ہی طباعت و سائز والے نسخۂ قرآن کی پابندی	۷۸
۱۰۵	۱۲۔ عدم تبدیلی استاذ	۷۹
۱۰۶	۱۳۔ ہمت و رغبت برقرار رکھنے والے عوامل کو اختیار کرنا	۸۰
۱۰۷	۱۴۔ پرہیزگاری کا التزام اور گناہوں سے اجتناب	۸۹
۱۰۸	۱۵۔ ایک منظم و مخصوص اور مقررہ وقت کی پابندی کرنا	۸۰
۱۰۹	۱۶۔ نظام الاوقات	۸۰
۱۱۰	۱۷۔ حسن تنظیم	۸۱
۱۱۱	ضابطہ..... (۲) قابل اجتناب امور	۸۱
۱۱۲	۱۔ قرآن کی بے ادبی	۸۱
۱۱۳	۲۔ استاذ کی بے ادبی	۸۱
۱۱۴	۳۔ چکھو فاسد عقیدے	۸۱
۱۱۵	۴۔ نماز تراویح میں سنانے کی پابندی کرنا	۸۲
۱۱۶	ضابطہ.. (۳) جدید سبق یاد کرنے کا بہترین طریقہ کار	۸۲

۱۱۷	ضابطہ ... (۴) سبق یاد کرنے کے بہترین اوقات	۸۳
۱۱۸	ضابطہ (۵) سبق سنانا اور غلطیوں کی سو بار اصلاح کرنا	۸۵
۱۱۹	ضابطہ ... (۶) سبق یاد کرنے اور سنانے کا طریقہ کار	۸۶
۱۲۰	ضابطہ ... (۷) پارہ روزانہ یاد کرنا اور سنانا	۸۶
۱۲۱	ضابطہ ... (۸) یومیہ شخصی تلاوت اور منزل پڑھنے کا طریقہ کار	۸۸
۱۲۲	ضابطہ ... (۹) سبق، سبقی، پارہ، منزل کی تطبیقی مثالیں	۸۸
۱۲۳	ضابطہ (۱۰) قوت حافظہ اور خوش آوازی کے لئے بعض غذائی چیزیں	۹۱
۱۲۴	ضابطہ ... (۱۱) حفظ کردہ حصے کی مراجعت	۹۲
۱۲۵	ضابطہ ... (۱۲) حفظ قرآن کے ذوق و شوق کو برقرار رکھنے والے چند عوامل	۹۳
۱۲۶	ضابطہ ... (۱۳) حفظ کی مشکلات کا حل بتضرع الی اللہ	۹۳
۱۲۷	ضابطہ ... (۱۴) ایک ہی طباعت والے نسخہ قرآن کی پابندی	۹۴

۱۲۸	ضابطہ (۱۵) ربط آیات کا عمل	۹۳
۱۲۹	ضابطہ .. (۱۶) حفظ میں آسانی پیدا کرنے کیلئے بعض مددگار امور	۹۵
۱۳۰	ضابطہ ... (۱۷) حفظ قرآن کے جذبہ کو تازہ دم رکھنے کی مختلف تدابیر	۹۵
۱۳۱	چہل قدمی	۹۵
۱۳۲	جسم کو حرکت دینا	۹۵
۱۳۳	چل پھر کر یاد کرنا	۹۶
۱۳۴	اجابت بین دور کرنے کا ایک نسخہ	۹۶
۱۳۵	ایک ایک سطر یاد کرنا	۹۷
۱۳۶	استاذ کی ذمہ داری	۹۷
۱۳۷	باب ...... (۵) ﴿اسلاف کا حیرت انگیز حافظہ﴾	۹۸
۱۳۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۸ھ یا ۵۹ھ)	۹۹
۱۳۹	حضرت ابو ہریرہؓ کا حافظہ رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ	۹۹
۱۴۰	تمنا نے دل اور اس کی تکمیل	۱۰۰
۱۴۲	حفظ احادیث کو عبادت کا درجہ	۱۰۲
۱۴۱	بے نظیر حافظہ	۱۰۱
۱۴۱	سب سے بڑے حافظ حدیث	۱۰۲
۱۴۳	حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظہ کا امتحان	۱۰۳

۱۴۳	ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ)	۱۰۳
۱۴۴	عرب کے سب سے بڑے عالم	۱۰۴
۱۴۵	اک باران آنکھوں نے بھی دیکھیں وہ بہاریں	۱۰۵
۱۴۶	ایک بے مثال علمی محفل کی سرگزشت	۱۰۵
۱۴۷	حضرت قتادہ رحمہ اللہ (متوفی: ۱۰۷ھ)	۱۰۷
۱۴۸	مضبوط ترین حافظہ کے مالک	۱۰۷
۱۴۹	دس سال بعد چور کی پہچان	۱۰۸
۱۵۰	صحیفہ جابر رضی اللہ عنہ کے حافظ	۱۰۸
۱۵۱	حضرت قتادہؒ کے سعید بن مسیبؒ سے کچھ سوالات	۱۰۹
۱۵۲	حضرت قتادہ کا جواب حافظہ اہل علم کی نظر میں	۱۱۰
۱۵۳	ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (متوفی: ۱۲۴ھ)	۱۱۲
۱۵۴	امام زہریؒ کے حافظہ کا امتحان	۱۱۲
۱۵۵	اسی دن میں حفظ قرآن	۱۱۳
۱۵۶	"کتاب الصدقہ" کے حافظ	۱۱۳
۱۵۷	امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (متوفی: ۱۵۰ھ)	۱۱۵
۱۵۸	امام ابوحنیفہؒ ایک مایہ ناز حافظ حدیث	۱۱۵
۱۵۹	امام ابوحنیفہؒ کا باکمال حافظہ	۱۱۶
۱۶۰	فقہی ترتیب پر حدیث کی پہلی کتاب	۱۱۶

۱۶۱	کتاب الآثار چالیس ہزار احادیث سے انتخاب	۱۱۶
۱۶۲	اے فقہاء! آپ اطباء ہیں	۱۱۷
۱۶۳	امام ابوحنیفہ کا بے مثال حلقہ درس وتدریس	۱۱۷
۱۶۴	ایک بابرکت خواب	۱۱۸
۱۶۵	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی علمی شان	۱۱۸
۱۶۶	غروب آفتاب حق	۱۲۵
۱۶۷	امام اہل مدینہ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ)	۱۲۸
۱۶۸	امام مالک کا حیرت انگیز حافظہ	۱۲۸
۱۶۹	امام مالکؒ مشاہیر اہل علم کی نظر میں	۱۳۰
۱۷۰	قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید	۱۳۱
۱۷۱	مدون فقہ حنفی امام محمد بن حسنؒ (متوفی ۱۸۷ھ)	۱۳۲
۱۷۲	کسی کی بزم نے دنیا کے دل بدل ڈالی	۱۳۲
۱۷۳	سات دن میں حفظ قرآن	۱۳۳
۱۷۴	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۴ھ)	۱۳۵
۱۷۵	انساب عرب کے حافظ	۱۳۵
۱۷۶	امام شافعیؒ کی قوت حافظہ کے مختلف مظاہر	۱۳۵
۱۷۷	موطا امام مالک کا حفظ	۱۳۸
۱۷۸	صاحبین سے ملاقات اور حافظہ کا کمال	۱۳۹

۱۷۹	نسیان سے حفاظت کا نسخہ	۱۳۱
۱۸۰	قوت حافظہ کے لئے لوبان کا استعمال	۱۳۱
۱۸۱	بشر بن محمد السائب کلبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ)	۱۳۲
۱۸۲	امام اصمعی (متوفی ۲۱۶ھ)	۱۳۳
۱۸۳	پچاس درخواستیں آن واحد میں محفوظ	۱۳۴
۱۸۴	گھوڑے کے اعضاء کا تذکرہ	۱۳۴
۱۸۵	ابن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ)	۱۳۵
۱۸۶	ابن راہویہ کے حافظہ پر امیر عبداللہ کی حیرت	۱۳۵
۱۸۷	ستر ہزار احادیث نوک زبان پر	۱۳۶
۱۸۸	امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)	۱۳۷
۱۸۹	پوری پوری رات احادیث کے مذاکرے	۱۳۷
۱۹۰	دس لاکھ احادیث کے حافظ	۱۳۸
۱۹۱	علم حدیث کے سرخیل محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)	۱۳۹
۱۹۲	امام بخاری کے حافظے کا امتحان	۱۳۹
۱۹۳	سو احادیث ایک بار سننے سے یاد	۱۴۰
۱۹۴	طفل مکتب کے کارنامے	۱۴۰
۱۹۵	چودہ ہزار احادیث کا قصہ	۱۴۱

۱۹۶	ستر ہزار احادیث کا حافظ بچہ	۱۵۱
۱۹۷	ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث کے حافظ	۱۵۲
۱۹۸	ایک ہزار سے زائد محدثین سے سماع	۱۵۲
۱۹۹	لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے میں تجھ سا دوسرا	۱۵۲
۲۰۰	امام بخاری کے حیرت انگیز حافظہ کا راز	۱۵۳
۲۰۱	امام ابو زرعہ (متوفی: ۲۶۴ھ)	۱۵۳
۲۰۲	سات لاکھ احادیث کے حافظ	۱۵۳
۲۰۳	نادر المثال قوت حفظ و ضبط	۱۵۳
۲۰۴	ایک عقیدت مند کی انوکھی قسم	۱۵۶
۲۰۵	امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کی قابل رشک وفات	۱۵۷
۲۰۶	امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی: ۲۷۹ھ)	۱۵۸
۲۰۷	امام ترمذیؒ قوت حافظہ میں ضرب المثل	۱۵۸
۲۰۸	امام ترمذیؒ کے حافظے کا امتحان	۱۵۸
۲۰۹	چالیس احادیث آن واحد میں محفوظ	۱۵۹
۲۱۰	قوت حافظہ کی حفاظت کا اہتمام	۱۵۹
۲۱۱	ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی: ۳۱۰ھ)	۱۶۱
۲۱۲	ایک جامع الکمالات شخصیت	۱۶۱
۲۱۳	حفظ احادیث کا جذبہ	۱۶۲

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۱۴	تیس ہزار اوراق کی تفسیر	۱۶۳
۲۱۵	طویل ترین تاریخ	۱۶۳
۲۱۶	علم عروض میں ایک رات میں زبردست دسترس	۱۶۳
۲۱۷	امام ابوبکر بن الانباری رحمہ اللہ (متوفی: ۳۲۸ھ)	۱۶۴
۲۱۸	علم کی حلاوت اور اس کا کرشمہ	۱۶۴
۲۱۸	یادداشت کو باقی رکھنے کے لئے	۱۶۵
۲۱۹	تین لاکھ اشعار کے حافظ	۶۵
۲۲۰	ایک رات میں علم تعبیر پر دسترس	۱۶۶
۲۲۱	حافظہ برقرار رکھنے کا نسخہ	۱۶۶
۲۲۲	بدیع الزمان احمد بن حسین ہمدانی (متوفی: ۳۹۸ھ)	۱۶۹
۲۲۰	بیسیوں اشعار کا قصیدہ آن واحد میں حفظ	۱۶۹
۲۲۱	علامہ بدیع الزمان کی صفات علمیہ	۱۷۰
۲۲۲	ابن سینا (متوفی: ۴۲۸ھ)	۱۷۳
۲۲۳	شمس الائمہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۴۳۸ھ)	۱۷۴
۲۲۴	پندرہ جلدوں کی زبانی املاء	۱۷۵
۲۲۵	بخاری زماں عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (متوفی: ۶۰۰ھ)	۱۷۶
۲۲۶	ایک لاکھ سے زائد احادیث کے حافظ	۱۷۶

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۲۷	علامہ مقدسی کے معمولات زندگی	۷۷
۲۲۸	ابن مختین انصاری (متوفی: ۶۳۰ھ)	۱۷۸
۲۲۹	کتاب التمہید کے مؤلف	۱۷۸
۲۳۰	یحییٰ بن یوسف صرصری (متوفی ۶۵۰ھ)	۱۷۹
۲۳۱	"صحاح" اللغت کا حفظ	۱۷۹
۲۳۲	محمد بن ابی الحسن الیونینی (متوفی ۶۵۸ھ)	۱۸۰
۲۳۳	چار دن میں مسلم شریف کا حفظ	۱۸۰
۲۳۴	سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۵ھ)	۱۸۱
۲۳۵	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ)	۱۸۲
۲۳۶	قوت حافظہ کا عالم	۸۲
۲۳۷	آنکھیں دیکھے کوئی میری نظر سے	۸۲
۲۳۸	سرسری مطالعہ سے کتاب کا حفظ ہو جانا	۱۸۳
۲۳۹	امام عزالدین محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ (متوفی: ۸۱۹ھ)	۱۸۳
۲۴۰	امام عزالدین کے علوم کی تفصیل	۱۸۳
۲۴۱	دو ماہ میں حفظ قرآن	۸۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۴۲	ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ)	۱۸۵
۲۴۳	باکمال قوت یادداشت کے مالک	۱۸۵
۲۴۴	سورہ مریم ایک دن میں حفظ	۱۸۶
۲۴۵	ابن حجر رحمہ اللہ کی دعا	۱۸۶
۲۴۶	زودخوانی وزودنویسی	۱۸۷
۲۴۷	شیخ عبدالوہاب متقی برہان پوری (متوفی ۱۰۰۱ھ)	۱۸۸
۲۴۸	قاموس جیسی عظیم لغت کے حافظ	۱۸۸
۲۴۹	مولانا فرخ شاہ سرہندی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۲۲ھ)	۱۸۹
۲۵۰	بدرالدین الحسنی مغربی (متوفی ۱۱۳۵ھ)	۱۹۰
۲۵۱	بخاری، مسلم اور بیس ہزار اشعار کے حافظ	۱۹۰
۲۵۲	سراج الہند شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۹ھ)	۱۹۱
۲۵۳	مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (متوفی ۱۳۳۴ھ)	۱۹۲
۲۵۴	ایسے جواب تو مدرس بھی نہیں دے سکتا!	۱۹۳
۲۵۵	علامہ بشیر احمد غزی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۹ھ)	۱۹۴
۲۵۶	قوت یادداشت میں اللہ کی نشانی	۱۹۴

نمبر	عنوان	صفحہ
٢٥٧	محدث عظیم حضرت شیخ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی: ١٣٥٢ھ)	١٩٦
٢٥٨	سرزمین برصغیر کا کامل سرسبد	١٩٦
٢٥٩	حکیم الامت کا تاریخی جملہ	١٩٦
٢٦٠	علامہ کشمیری کا حافظہ اہل علم کی نظر میں	١٩٧
٢٦١	پچیس سال بعد!	١٩٩
٢٦٢	زمیں کہاں تک آسماں کیسے کیسے	١٩٩
٢٦٣	بخاری شریف نوک زبان پر!	٢٠٠
٢٦٤	علامہ کشمیری خود فن تاریخیات	٢٠١
٢٦٥	تحریف شدہ عبارت کی نشاندہی	٢٠٢
٢٦٦	علامہ کشمیری کا بے مثالی ضبط	٢٠٣
٢٦٧	غلط نسخوں کی نشاندہی	٢٠٤
٢٦٨	مولانا کشمیری حافظ قرآن نہیں تھے	٢٠٥
٢٦٩	یہ کیوں نہ ہو کہ تجھ کو تیرے رو برو کروں	٢٠٦
٢٧٠	علامہ اقبال کا خراج تحسین	٢٠٦
٢٧١	دنیا نے مجھے کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں	٢٠٧
٢٧٢	ہوتا ہے کہ وہ دشت میں پیدا کبھی کبھی!	٢٠٨
٢٧٣	ابوالوفا رضا الدکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ١٣٦٠ھ)	٢٠٩
٢٧٤	کنز الدقائق کے حافظ	٢٠٩
٢٧٥	شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ١٣٧٤ھ)	٢١٠

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۷۶	مجاہد کبیر شیخ سعید محمد نورسی (متوفی:۱۳۷۹ھ)	۲۱۱
۲۷۷	بدیع الزمان لقب رکھنے کی وجہ	۲۱۱
۲۷۸	علمی استعداد اور لاجواب حافظہ	۲۱۱
۲۷۹	مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ (متوفی: ۱۹۵۸ء)	۲۱۲
۲۸۰	شیخ الحدیث مولانا موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۹ھ)	۲۱۳
۲۸۱	باکمال حافظے کے کارنامے	۲۱۴
۲۸۲	مولانا موسیٰ رحمہ اللہ، علم کا سمندر	۲۱۵
۲۸۳	حضرت شیخ کی تصانیف	۲۱۷
۲۸۴	حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم	۲۱۸
۲۸۵	دو ممتاز خصوصیات	۲۱۸
۲۸۶	حضرت کا حیرت انگیز حافظہ	۲۲۰
۲۸۷	مولانا ارشد عبید مدظلہ کے تاثرات	۲۲۲
۲۸۸	مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ سے تعلق خاطر	۲۲۳
۲۸۹	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ	۲۲۶
۲۹۰	شیخ الحدیث مدظلہ کا حیرت انگیز حافظہ	۲۲۷
	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	۲۳۱
۲۹۱	باب ... (۶) ﴿قوت حافظہ کے حیرت انگیز واقعات﴾	۲۳۵
۲۹۲	﴿پندرہ دن میں عبرانی زبان پر عبور﴾	۲۳۶

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۹۳	﴿قوت حفظ کی دوا﴾	۲۳۷
۲۹۴	﴿ایک عالم کے حافظہ کا امتحان﴾	۲۳۷
۲۹۵	﴿ایک غیر معروف محدث کا حیرت انگیز حافظہ﴾	۲۳۸
۲۹۶	﴿ابن لبان کا حفظ قرآن﴾	۲۳۸
۲۹۷	﴿حفظ قرآن کا غیر مسلم پر اثر﴾	۲۳۹
۲۹۸	﴿قاری فتح محمد کا حفظ قرآن میں کمال﴾	۲۳۹
۲۹۹	﴿امام عقیلی کے حافظہ کا امتحان﴾	۲۴۰
۳۰۰	﴿حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا حیرت انگیز حافظہ﴾	۲۴۰
۳۰۱	﴿امام شعبی کا لاجواب حافظہ﴾	۲۴۱
۳۰۲	﴿پینتالیس سال بعد.....﴾	۲۴۱
۳۰۳	﴿بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا﴾	۲۴۲
۳۰۴	﴿حافظ اثرم کا باکمال حافظہ﴾	۲۴۲
۳۰۵	﴿قرآن کے اعراب سنانے کا واقعہ﴾	۲۴۳
۳۰۶	﴿ایک ماہ میں حفظ قرآن﴾	۲۴۳
۳۰۷	﴿علامہ سدی کا حفظ قرآن﴾	۲۴۴
۳۰۸	﴿طالب علم کی چالاکی﴾	۲۴۵
۳۰۹	﴿بڑھیا کا حیرت ناک حفظ قرآن﴾	۲۴۵
۳۱۰	﴿حبشی کا حیرت انگیز حافظہ﴾	۲۴۹
۳۱۱	﴿صاحب سبعہ معلقہ کا حافظہ﴾	۲۵۰
۳۱۲	﴿حیرت انگیز حافظہ یا خوبصورت جھوٹ﴾	۲۵۰
۳۱۳	﴿بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا﴾	۲۵۱
۳۱۴	فہرست المراجع	۲۵۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ مقدمہ ﴾

حضرت محمد ﷺ کے فرمودات، معمولات اور آپ ﷺ سے متعلق معلومات جنہیں آج حدیث کی کتابوں میں ہم پاتے ہیں، ان کے متعلق یہ خیال سراسر بے بنیاد ہے کہ صحاح کی موجودہ کتابوں سے پہلے کتابت اور تدوین کے بجائے صرف سینوں سے سینوں ہی تک منتقل ہوتے رہے، کیونکہ تاریخ اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ نہ صرف خلفائے راشدین کے زمانے میں بلکہ خود نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کتابت حدیث کا وجود تھا، یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں کاتبین قرآن کی طرح کچھ صحابہ کرامؓ ایسے بھی تھے جو احادیث لکھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا صحیفہ اس کی روشن مثال ہے۔

لیکن تھوڑی دیر کے لئے اس خیال کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عہد نبوی یا تدوین حدیث کے زمانے سے پہلے کتابت حدیث کا وجود نہیں تھا تب بھی احادیث کو قطعی طور پر مسترد کر دینے کے لئے آخر یہ کیسے کافی ہو سکتی ہے کہ ڈیڑھ سو سال تک بجائے کاغذ کے بے جان اوراق کے زندہ انسانوں کے حافظوں نے ان کی حفاظت کی، آخر آدمی کا حافظہ آدمی کا حافظہ ہے۔ شمع کے ان پروانوں کا حافظہ تو نہیں ہے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جلنے کے فوراً بعد ان پروانوں کے حافظہ سے جلنے کا خیال نکل جاتا ہے اسی لئے جلنے کے بعد بار بار پھر اسی شمع پر گرتے ہیں۔ ہم اسی انسان کی بینائی، شنوائی اور دوسری قوتوں پر اعتماد کرتے ہیں، ان ہی معلومات پر آدمی کی زندگی اور زندگی کے پورے کاروبار کا دارومدار ہے۔ دیکھنے میں آنکھوں پر، سننے میں کانوں پر، سونگھنے میں ناک پر، چکھنے میں زبانوں پر ہم بھروسہ کرتے ہیں، وجہ ایک حافظہ اور یادداشت ہی کی قوت بدگمانیوں کا شکار کیوں بنی ہوئی ہے؟ کیوں سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی ان کے لئے کسی چیز کو حافظہ کی قوت کے سپرد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان ساری ضمانتوں سے وہ محروم ہو گئی، جن کی ضرورت اعتماد اور بھروسہ کے لئے قدرۃً انسانی فطرت محسوس کرتی ہے۔

ابتدائی سالوں میں یعنی ۱۰۳۰ء میں ہندوستان پہنچا تھا۔ اس لحاظ سے
مستشرقین کی تحقیق کی بنیاد پر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ کم از کم دو ہزار
سال تک ہندو دھرم کی یہ بنیادی کتاب کاغذ اور سیاہی، قلم و دوات کی
منت کشی سے آزاد رہی ہے۔

وید اور اس کی تعلیمات سے متعلق دوسرے جہات اور پہلوؤں سے
چاہے کچھ بھی کہا جائے لیکن اس کے ماننے والوں میں منقول اس مفروضہ
پر میں تو نہیں سمجھتا کہ شک اندازی کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے کہ
ایک کتاب کا کیا اعتبار! جس کے مضامین اور اشلوکوں کو دو ہزار سال
تک برہمنوں اور پنڈتوں نے صرف یاد کر کے محفوظ رکھا اور ایک نسل
سے دوسری نسل تک اس کو یوں ہی منتقل کرتے چلے آئے ہوں۔
دوسروں کے متعلق تو میں نہیں کہتا لیکن مسلمانوں کی طرف سے یہ کیسے
ممکن ہو کہ اس اعتراض کی جرأت وہ کیسے کر سکتے ہیں۔ ان کے
پاس قرآن کے حفظ کا رواج اب تک زندہ ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے
کہ لکھے ہوئے قرآن کے الفاظ پر حالانکہ زیر، زبر، پیش، جزم اور تشدید
الغرض ہر قسم کے حرکات لگا دیئے گئے ہیں لیکن باوجود اس کے یہ
بالکل ممکن ہے کہ لکھے ہوئے اور چھپے ہوئے قرآن کا پڑھنے والا بعض الفاظ
کے پڑھنے اور سمجھنے میں غلطی کر جائے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ قرآن
کے حفاظ عموماً اس قسم کی غلطیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اپنی آسمانی کتاب کو زبانی یاد کرنے کا دستور جس
مذہبی ذوق کی وجہ سے مسلمانوں میں اب تک باقی ہے دوسری قوموں
میں بھی اس کا رواج نہ تھا۔ کرسٹن سن نے اپنی کتاب "ایران در عہد
ساسانیاں" میں لکھا ہے کہ ہرمز چہارم ساسانی بادشاہ کے سامنے ایک
عیسائی پیش ہوا جسے عہد قدیم و جدید کے سارے نوشتے زبانی یاد

تھے۔ بادشاہ نے بائبل کے اس حافظ کو انعام سے بھی سرفراز کیا تھا۔
ہم یہ نہیں جانتے کہ یہود و نصاریٰ میں اپنی کتابوں کے زبانی یاد
کرنے کا یہ رواج اب بھی باقی ہے یا نہیں لیکن یہاں تک مجھے
معلوم ہوا ہے بعض برہمنوں کے نام کے آخر میں دوبے، تربے،
چترویدی، ترویدی وغیرہ کے جو لاحقات بڑھائے جاتے ہیں یہ نشانی
ہی اس بات کی ہیں کہ ان لوگوں کے آباؤ اجداد نے کسی زمانے میں
وید کو زبانی یاد کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ چاروں وید کو جو زبانی یاد کرتے تھے
وہ چترویدی یا چوبے اور تینوں کے یاد کرنے والے ترویدی اور دو کے یاد
کرنے والے دوبے کہلاتے تھے۔[1]

ایک زمانے تک مسلمانوں میں قرآن کے ساتھ احادیث کو بھی زبانی یاد کرنے کا دستور جاری رہا ہے اور پیغمبر ﷺ کی حدیثوں کے حفظ کا یہ ذوق خود پیغمبر ﷺ کا پیدا کرایا ہوا تھا۔ آپ کی مشہور حدیث ہے

﴿نضر الله امرءً سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه﴾
"اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش حال و تر و تازہ رکھے جو میری حدیث کو سنے،
اسے یاد کرے اور اس کی تبلیغ کرے۔"

صحابہ کرام بھی اپنے شاگردوں کو اور ان لوگوں کو جو ان سے رسول ﷺ کی حدیثیں سنا کرتے تھے، کہا کرتے تھے۔

"تمہارے نبی ﷺ ہم لوگوں سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اور
ہم ان کو زبانی یاد کر لیتے تھے۔ پس تم لوگ بھی اسی طرح حدیثوں کو
زبانی یاد کیا کرو جیسے ہم کیا کرتے تھے۔"[2]

ابن عبدالبر نے امام خلیل بن احمد محدث کا قول نقل کیا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ

﴿ينبغي لنا ان نحفظ حديث رسول الله صلى الله عليه
وسلم كما نحفظ القرآن﴾

---

[1] تدوین حدیث، ص ۴۰ - ۴۲

[2] جامع بیان العلم، ج ۱، ص ۶۴

"ہم لوگوں کو پتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں ہم اس طرح یاد کرتے جیسے ہم قرآن یاد کرتے ہیں۔"[1]

ذہبی نے مشہور حافظ حدیث ابن خزیمہ کے متعلق یہ الفاظ ابوعلی نیشاپوری کے حوالے سے نقل کیے ہیں کہ:

﴿كان ابن خزيمة يحفظ الفقهيات من حديث كما يحفظ القارئ السورة﴾

"فقہی حدیثوں کو ابن خزیمہ اسی طرح یاد کرتے تھے جیسے قاری سورتوں کو یاد رکھتا ہے۔"[2]

ذہبی ہی نے اسرائیل بن یونس کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ اپنے دادا ابواسحق کی روایت کردہ حدیثوں کے متعلق خود کہا کرتے تھے کہ:

﴿كنت احفظ حديث ابي اسحاق كما احفظ السورة من القرآن﴾

"ہم ابواسحاق کی روایت کردہ حدیثوں کو اس طرح یاد کرتے تھے جیسے قرآن کی سورتیں یاد کی جاتی ہیں۔"

شہر بن حوشب کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ احمد عبدالحمید بن بہرام کے پاس شہر کی حدیثوں کا ذخیرہ تھا اور ان کو ساری حدیثیں زبانی یاد تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قرآن کی کوئی سورت پڑھ رہے ہوں۔[3]

روایات سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حفظ کرنے والے بچوں کو شروع ہی سے جیسے قرآن کے حفظ میں لگا دیا جاتا ہے اسی طرح قرآن کے ساتھ حدیث بھی بچوں کو زبانی یاد کرائی جاتی تھی اور صحابہ ہی کے عہد میں اس کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ کی تعلیم پر ابن عباسؓ نے خاص توجہ کی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ تابعین کے عہد میں چند

۱؎ جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۴ ۲؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۶۱

۳؎ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۷۱

ممتاز ائمہ میں ایک بہت بڑے امام کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اپنی تعلیمی سرگزشت بیان کرتے ہوئے عکرمہ فرماتے ہیں کہ

﴿كان ابن عباس يضع الكبل في رجلي على تعليم القرآن والسنن﴾

"ابن عباسؓ میرے پاؤں میں قرآن اور حدیثوں کی تعلیم دینے کے لئے بیڑی ڈال دیتے تھے۔"[1]

حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں اپنے بچوں کو بعض لوگ بچپن ہی سے حدیثیں یاد کرنے کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ ابن سیرینؒ بھی ان ہی لوگوں میں ہیں جن کے والد نے بچپن ہی سے ابوہریرہؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ لکھا ہے کہ ابن سیرینؒ کے ایک بھائی یحییٰ نامی بھی تھے۔ دونوں بچوں کی قوت یادداشت اور حدیثوں کے زبانی یاد کرنے کی صلاحیت کا اندازہ ابوہریرہؓ نے کیا تو یحییٰ میں زیادہ صلاحیت نظر آئی ابوہریرہؓ نے یحییٰ کی یادداشت دیکھ کر ان کی تحسین کی۔[2]

عبداللہ بن مسعودؓ کے خلیفہ اور شاگرد رشید علقمہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ اپنی نوجوانی کے زمانے میں جو چیزیں میں نے زبانی یاد کر لی تھیں ان کی حالت یہی ہے کہ کاغذ یا ورق پر لکھے ہوئے گویا وہ میرے سامنے ہیں۔ اور صرف یاد کر لینا ہی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ یاد کرنے کے بعد بار بار ان ہی کی یاد کی ہوئی حدیثوں کو دہراتے۔ چنانچہ یہی ایسا مشغلہ تھا جس کی ہر استاد اپنے شاگردوں کو تاکید کرتے ہوئے اصرار کرتا تھا۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ قرآن حفظ کرنے والوں کا آموختہ جیسے سنا جاتا ہے یہی بات اور تابعین ہی کے عہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے یاد کرنے والوں کا بھی آموختہ لوگ سنتے تھے۔ عروہ بن زبیرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علم کے راوی ہیں ان ہی کا صاحبزادے ہشام بن عروہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد مجھے اور میرے دوسرے بھائیوں عبداللہ، عثمان، اسماعیل وغیرہ کو حدیثیں پڑھا دیتے پھر ہم سے

---

۱ تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۹۰ ۲ طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۹۳

دوبارہ سنتے اور کہتے کہ جو کچھ تم نے پڑھا اور یاد کیا ہے وہ مجھے سنا دو۔ (ہشام کے والد عروۃ) میری (یعنی ہشام کی) یادداشت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔[1]

سعید ہی کا بیان ہے کہ شروع میں ابن عباسؓ نے مجھ سے حدیث سننا چاہا تو میں گھبرا گیا، میری اس کیفیت کو دیکھ کر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ:

﴿أو ليس من نعمة الله عليك أن تحدث وأنا شاهد فإن أصبت فذاك وإن أخطأت علمتك﴾

"کیا حق تعالیٰ کی یہ نعمت نہیں ہے کہ تم حدیث بیان کرو اور میں موجود ہوں، اگر صحیح طور پر بیان کرو گے تو اس سے بہتر بات کیا ہو سکتی ہے اور اگر غلطی کرو گے تو میں تم کو بتا دوں گا۔"[2]

عام طور پر صحیح حدیث کی شرائط کو بیان کرتے ہوئے عدالت اور حفظ وغیرہ کے الفاظ کتابوں میں لوگوں کو جو ملتے ہیں تو بظاہر "حفظ" کے اس لفظ سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ راوی کے حافظہ کو غیر معمولی طور پر قوی ہونا چاہئے گویا عام اور معمولی حافظہ والے لوگ "صحیح حدیث" کے راوی بن ہی نہیں سکتے۔ یہی اس کا مطلب ہے لیکن دراصل یہ ایک مغالطہ ہے بلکہ یہاں غرض حافظہ سے وہی ہے کہ "راوی" نے حدیث کے یاد کرنے میں پوری توجہ اور محنت صرف کی ہو خواہ حفظ اور یادداشت کی قوت اس کی معمولی ہو یا غیر معمولی۔ یاد کر لینے کے بعد معمولی حافظہ والے آدمی کی یاد کی ہوئی چیز اسی طرح بھروسہ اور اعتماد کے قابل ہو جاتی ہے جیسے غیر معمولی حافظہ والوں کے محفوظات پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ قرآن کے حفاظ جس کی بہترین زندہ مثالیں ہیں۔[3]

---

[1] تاریخ کبیر بخاری ص: ۴۰ [2] ابن سعد ۱۲۷/۶

[3] تدوین حدیث ص: ۱۲۱

باب......(۱)

حافظہ کیا ہے؟

حافظہ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم، حفظ کے لئے مناسب مقامات، اوقات اور اسباب، حافظہ کو تیز اور کمزور کرنے والے اعمال اور دوسری اہم معلومات پر مشتمل ایک اہم باب

﴿حافظہ کیا ہے؟﴾

حافظہ کا لغوی مفہوم

امام جوہری اپنی شہرہ آفاق لغت "الصحاح" میں رقم طراز ہیں:

﴿حفظت الشیء حفظا ای حرسته، وحفظته أیضا بمعنی استظهرته﴾

"حفظت الشیء کا معنی ہے کسی چیز کی حفاظت کرنا اور اس کا معنی کسی چیز کو یاد کرنے کے بھی آتے ہیں"[1]

علامہ افریقی فرماتے ہیں:

﴿الحفظ نقیض النسیان وهو التعاهد وقلة الغفلة. التحفظ التیقظ، وتحفظت الکتاب ای استظهرته شیئا بعد شیء﴾

"حفظ فراموشی کی ضد ہے اور اس کا معنی یاد کرنا اور غفلت کا نہ ہونا، تحفظ کا معنی بیداری ہے اور تحفظت الکتاب کا معنی ہے میں نے کتاب کو تھوڑا تھوڑا یاد کر لیا"[2]

حافظہ کا اصطلاحی مفہوم:

علامہ جرجانی فرماتے ہیں:

﴿الحفظ ضبط الصور المدرکة﴾

"حفظ حسی صورتوں کے ضبط سے عبارت ہے"[3]

المعجم الوسیط میں حافظہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

﴿الحافظة قوة تحفظ ما تدرکه القوة الوهمیة من

---

[1] الصحاح للجوهری، (۳/۱۱۷۲) [2] لسان العرب، (۷/۴۴۰)

[3] کتاب التعریفات، (ص: ۹۰)

المعاني وتذكرها وتسمى الذاكرة أيضاً[1]

"حافظہ اس قوت کا نام ہے جس کے ذریعے قوت وہمیہ کے حاصل کردہ معانی کو محفوظ کیا جاتا ہے اسے ذاکرہ بھی کہا جاتا ہے"[1]

حافظے کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

الحفظ في الاصطلاح ملكة يقتدر بها على تأدية المحفوظ[2]

"حفظ ایک ایسی قوت کا نام ہے جس کے ذریعے یاد کردہ بات کو ادا کر سکتا ہے"

حفظ کے لئے مناسب اوقات:

کسی چیز کو یاد کرنے کے لئے حفظ کے مناسب اوقات کا اہتمام کرنا اور ان کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ بعض مناسب ترین اوقات حفظ یہ ہیں:

۱۔ سحری کا وقت۔

۲۔ نصف نہار۔

۳۔ اول نہار۔

۴۔ رات کو یاد کرنا دن کو یاد کرنے سے بہتر ہے۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مذکورہ اوقات کو اکثریت کی بنا پر ذکر کیا گیا ہے ورنہ ہر انسان کی طبیعت مختلف ہے اور اختلاف طبائع کی وجہ سے مناسب اوقات حفظ میں اختلاف ہو سکتا ہے۔[3]

حفظ کے لئے مناسب مقامات:

حفظ کے لئے مناسب ترین مقامات مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] المعجم الوسيط: ۱/۱۸۵ [2] حاشية الصغرى على شرح الرحبية، ص ۱۴

[3] العلم والمتعلم: ۲/۲۰۷

علی بن خشرم کہتے ہیں "ایک دن میں نے اپنے استاذ حضرت وکیعؒ سے سوال کیا اور کہا "اے ابوسفیان! کیا آپ کے علم میں کوئی ایسی چیز ہے جو علم کے لئے نافع ہو؟" آپ نے فرمایا:

"گناہوں کو چھوڑنا حافظہ کے لئے سراپا مددومعاون ہے"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فارشدنی الی ترک المعاصی

واخبرنی بان العلم نور

ونور الله لا یهدی لعاص

"میں نے اپنے استاذ وکیع سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے کا حکم دیا اور مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور کسی نافرمان اور گناہوں کے رسیا کو نہیں دیا جاتا"[1]

(۴) حدود اللہ کی پاسداری:

جو شخص سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سربسجود ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی صدق دل سے حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینہ کو کھول دیتے ہیں اور حفظ کو اس کے لئے آسان فرما دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ان تنصروا الله ینصرکم﴾ (محمد: ۷)

"اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا"

ایک اور مقام پہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿فاذکرونی اذکرکم﴾ (البقرۃ: ۱۵۲)

"تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا"

اسی طرح فرمایا:

---

[1] دیوان الامام الشافعی ص ۵۴

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ﴾ (البقرة ۴۰)

"تم مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو میں تم سے کیا ہوا عہد پورا کروں گا۔"

(۵) غذا کا خاص خیال رکھنا

حافظہ تیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم حلال اور پاکیزہ کمائی کھائے، کم کھائے اور اچھی غذا کا خاص خیال رکھے۔

(۶) مسلسل مطالعہ

مسلسل مطالعہ اور انہماک کے ساتھ کتب بینی میں مشغول رہنا بھی حافظہ کی قوت میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

امام بخاری کے بے نظیر حافظہ کا راز بھی یہی تھا۔ محمد بن ابی حاتم نے کسی سے سنا کہ امام بخاری نے بلاذر (قوت حافظہ کی دوا) کھائی ہے جس سے ان کا حافظہ قوی ہے، انہوں نے امام بخاری سے دریافت کیا کہ حافظہ کی کوئی دوا ہے؟ فرمانے لگے مجھے نہیں معلوم پھر فرماتے تھے:

"لا أعلم شيئا أنفع للحفظ من نهمة الرجل ومداومة النظر"

"حافظہ کے لئے آدمی کے انہماک اور کثرت مطالعہ سے بہتر کوئی چیز میرے علم میں نہیں ہے۔"[1]

(۷) مسلسل کوشش

مسلسل کوشش اور باقاعدگی سے پڑھائی کسی بھی مضمون کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کی تجاویز میں ممد ومعاون اور ضروری چیز ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

بقدر الكد تكتسب المعالي	ومن طلب العلا سهر الليالي
تروم العز ثم تنام ليلا	يغوص البحر من طلب اللآلي
تركت النوم ربي في الليالي	لأجل رضاك يا مولى الموالي
فوفقني إلى تحصيل علم	وبلغني إلى أقصى المعالي

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۸، سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۶

"بلندیاں بقدر مشقت کے بقدر حاصل ہوتی ہیں اور جو بلندی طلب کرتا چلا جاتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے تو عزت و رفعت چاہتا ہے اس کے باوجود رات کو سویا پڑا رہتا ہے جس کو موتیوں کی تلاش ہوتی ہے وہ سمندر میں غوطے لگاتا ہے (تم مجھ پر ہاتھ بھرے تقدیر فروان نہیں رہتا) اے میرے رب! اے بادشاہوں کے بادشاہ میں نے تیری رضا کے لئے راتوں کی نیند کو خیر باد کہہ دیا ہے تو مجھے تحصیل علم کی توفیق دے اور مجھے بلندی کے اعلیٰ مقام پر فائز فرما دے"[۱]

قوت حافظہ کو بڑھانے کے نسخے

قوانین صحت کی پاسداری:

اچھے حافظہ کے لئے پہلی بنیادی شرط جسمانی صحت ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اچھے حافظے کو کسی نظم و ضبط کے ماتحت رکھے اسے اپنی قوت ارادی میں اضافہ کرنا ہوگا اور قوت ارادی کا قیام تندرستی کے بغیر محال ہے۔

اگر دماغ کی طرف صحت مند خون سرگرمی کے ساتھ دورہ کرے گا تو حافظے پر یقیناً بہتر اثر پڑے گا لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے حافظے کو بہتر بنانا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی صحت کی طرف پوری پوری توجہ کرے، کھانا خوب چبا چبا کے کھائے، گہرے گہرے سانس لے، ہر چیز کا عادی رہے، محنت و مشقت والی زندگی کا دستور بنائے، نزلہ زکام اور نزلہ وغیرہ سے حتی الامکان بچتا رہے اور مرغن اور چیزوں سے عموماً اور شراب نوشی سے بالخصوص پرہیز کرے۔[۲]

دل پسند موضوع کا انتخاب:

ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے میلان طبع کا بھی خیال رکھے مطالعہ کرتے وقت وہ موضوع اور پیشہ اختیار کرے جو اس کی ذہنی تسکین کا باعث ہو، اگر کسی شخص نے کوئی ایسا موضوع یا پیشہ

---

۱ دیوان الامام الشافعی ص ۴۶ ۲ اپنا حافظہ بہتر بنائیے ص ۱۱

اختیار کرتا ہے، جو اس کے میلان طبع کے خلاف ہے، تو اس نے نہ صرف اپنی شخصیت کے ساتھ زیادتی کی، بلکہ اپنے حافظے کے ساتھ بھی ظلم کیا، وہ ہر روز بھولنے لگا، ہر روز غلطیاں کرنے لگا اور ان غلطیوں کو بار بار دہرانے لگا۔ یہاں تک کہ اسے یہ وہم ہو جائے گا کہ وہ نسیان کا مریض ہے حالانکہ درحقیقت اس کا حافظہ کمزور نہیں، وہ صرف غلط موضوع اور غلط پیشہ یا غلط جگہ کام کرنے کا جرمانہ ادا کر رہا ہے[1]

برہمی بوٹی کا استعمال:

برہمی بوٹی یادداشت بڑھانے میں انتہائی مفید ہے، طالب علم اس سے قیمتی فوائد حاصل کر سکتے ہیں، اس بوٹی کا دوسرا نام سرسوتی ہے۔

تازہ برہمی دو گرام کی مقدار میں، ایک گرام کالی مرچ کے ساتھ پیس کر لینا چاہئے، یہ خوراک بڑوں کے لئے ہے، بچوں کے لئے مقدار کم کر لینی چاہئے، تازہ برہمی نہ ملے تو خشک بوٹی کا سفوف بنا کر کھانے کے بعد دودھ کے ساتھ لینا چاہئے، اس کی گولیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں اور شہد میں ملا کر معجون بھی تیار کی جا سکتی ہے۔

قوت حافظہ کی تربیت:

جرمن ماہر نفسیات پروفیسر فرانزی وانزٹ قوت حافظہ کی تربیت کے سلسلہ میں ایک مضمون بعنوان "یادداشت کی صلاحیت کیسے بڑھائی جائے؟" کے آخر میں بطور خلاصہ کے تحریر کرتے ہیں کہ "نوجوانوں میں قوت حافظہ کی تربیت اور تقویت مختصر عرصہ میں کسی جادو کے طریقہ پر پیدا نہیں کی جا سکتی، بلکہ ایک طویل مدت تک مستقل طریقہ پر مشق کرنی پڑتی ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکیں۔ اس کے ضمن میں تین اصول بڑے کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں:

۱۔ متواتر مطالعہ کرنا۔

۲۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا۔

۳۔ پورے اعتماد سے سیکھنا اور پڑھنا[2]

---

[1] اسباب ذہانت، ص ۱۱

[2] اسباب ذہانت، ص ۲۴۔۲۵

قوت حافظہ کی مضبوطی کے لیے چند خصوصی وظائف:

(۱) دماغ کی کمزوری رفع کرنے کے لئے اس آیت کا روزانہ بعد نماز فجر دس مرتبہ پڑھنا مفید ہے:

﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۷۹)

(۲) جس کا دماغ کمزور ہو تو ان آیات کو چینی کی پلیٹ پر لکھ کر اسے دھو کر اس کا پانی پلایا جائے:

﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمٰن ۲-۴)

﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾

(القیامۃ: ۱۷-۱۸)

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ (البروج ۲۱-۲۲)

(۳) مندرجہ ذیل آیت سات مرتبہ پڑھ کر دم کی جائے یا لکھ کر سر میں باندھ دی جائے تو ان شاء اللہ دماغ کی کمزوری دور ہو جائے گی:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الاعلیٰ ۶)

(۴) ضعف دماغ سے متعلق امراض کے لئے یہ آیت زعفران سے لکھ کر سر میں باندھی جائے بہت مفید ہے:

﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (العلق ۵) [۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سات سو چھیاسی مرتبہ پڑھ کر طلوع شمس کے وقت سات دن پیا جائے تو حافظہ کی کمزوری ختم ہو جائے گی۔[۲]

---

۱ گنجینہ اسرار ص ۱۲۰ ۲ شمس المعارف الکبریٰ للشیخ احمد بن علی البونی (ص ۲۱۲)

حافظہ کی کمزوری اور نسیان کے اسباب

بہت سے لوگوں اور بالخصوص لکھنے پڑھنے کا شغف رکھنے والوں کو عموماً یہ شکایت رہتی ہے کہ ہم بہت سی باتیں یاد کرتے ہیں لیکن انہیں فراموش کر بیٹھتے ہیں یعنی بہت سی باتوں کو ہم بھول جاتے ہیں۔ اگلی سطروں میں ہم نسیان کے اسباب کو بیان کریں گے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

(۱) حدود اللہ کی حفاظت نہ کرنا:

جب آدمی اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا نہیں کرتا اور حدود الٰہی سے تجاوز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حافظہ کمزور کر دیتے ہیں، اور وہ نورِ الٰہی یعنی علم سے محروم ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿انی لاحسب الرجل ینسی العلم کان یعلمه بالخطیئة یعملها﴾

"جب بھی کوئی شخص اپنے یاد کردہ علم کو بھول جاتا ہے تو یہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے"

ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"جب کوئی آدمی قرآن مجید کا حافظ ہو اور اس کو بھول جائے تو یہ اس کے کسی گناہ کے سبب ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر﴾ (الشوریٰ ۳۰)

"تمہیں جب بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ معاف بھی کر دیتا ہے"

اور قرآن مجید کا بھول جانا ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔

ایک مرتبہ سفیان بن عیینہؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا گناہ کی وجہ سے آدمی کا علم سلب کر لیا جاتا ہے؟ آپ نے سوال کرنے والے سے کہا "کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا

﴿فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم وجعلنا قلوبهم قاسية يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظا مما ذكروا به﴾ (المائدة ١٣)

''ان کے وعدہ توڑنے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے وہ جملوں کو ان کی جگہ سے بدل دیتے تھے اور وہ بھول گئے اس علم کا حصہ جو انہیں دیا گیا تھا۔''

(۲) کثرت طعام:

زیادہ کھانا بھی نسیان کے اسباب میں سے ایک اہم ترین سبب ہے۔

(۳) دنیاوی مشاغل میں حد سے زیادہ الجھنا:

دنیاوی مشاغل میں حد سے زیادہ الجھنا اور ذہن کو انہی کے لئے وقف کر دینا نسیان کا باعث بن جاتا ہے۔

(۴) یاد شدہ مواد کی عدم مراجعت:

یاد شدہ مواد کی عدم مراجعت و اس کی دہرائی نہ کرنا بھولنے کا اولین ذریعہ ہے کیونکہ انسانی دماغ کی ساخت ایسی تخلیق دی گئی ہے کہ جب تک یاد شدہ مواد کو بار بار دہرایا نہ جائے وہ حافظہ میں باقی نہیں رہ سکتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿تعاهدوا هذا القرآن فوالذي نفس محمد بيده لهو اشد تفلتا من الابل في عقلها﴾[1]

''اس قرآن کا دور کرتے رہو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ اس اونٹ سے زیادہ نکلنے والا ہے جو اپنی رسی سے بندھا ہوا ہوتا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

---

[1] البخاری مع الفتح ۹/۷۹، مسلم ۱/۵۴۴ (۲)

ان چاروں ٹکڑوں میں خون کا چکر ہوتا ہے خون کے چکر سے ایک بھاپ نکلتی ہے جسے طبی روح بھی کہا جاتا ہے پھر اس کے ساتھ آسمانی نور بھی ہوتا ہے۔ دماغ اور قلب شریانوں کے ذریعے آپس میں مربوط ہیں ان کے درمیان بجلی کی رو جیسی چیز ہوتی ہے۔

الغرض حافظہ کا محل دماغ ہو جیسے کہ فلسفہ جدید والے کہتے ہیں یا قلب ہو جیسا کہ ادیان سماویہ والوں کا خیال ہے ہر صورت میں دماغ کے مغز یا قلب کے کسی حصہ جو بہت ہی مختصر اور تھوڑا ہے لیکن وہ علوم جو لاکھوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں وہ سب حافظہ کے اندر محفوظ ہیں اگر محفوظ نہ ہوں تو بیان کیسے کئے جا سکتے ہیں؟

”تعلیم المتعلم“ کا ایک اقتباس

صاحب الہدایہ کے ایک مایہ ناز شاگرد برہان الاسلام زرنوجی نے طلب علم کے آداب سے روشناس کرانے کے لئے ”تعلیم المتعلم طریق التعلم“ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ اس رسالے میں آپ نے قوت حافظہ کی مضبوطی کے اسباب بھی ذکر کئے اور موجب نسیان اشیاء کے بارے میں بتایا علامہ زرنوجی کی اس تحریر کا اقتباس معمولی ترمیم کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے:

> ”حفظ کے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب مسلسل محنت و مسلسل کوشش ہے۔ غذا کی کمی، تہجد کا اہتمام اور تلاوت قرآن بھی حفظ میں معاون و مددگار ہیں۔ علماء کا بیان ہے کہ حافظہ کے تیز کرنے میں دیکھ کر قرآن پڑھنے کو جو تاثیر حاصل ہے کسی اور چیز کو حاصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کی کثرت بھی حافظہ کو بڑھاتی ہے۔ مسواک کرنا، شہد پینا، لبان کو چینی کے ساتھ کھانا، نہار منہ اکیس عدد سرخ کشمش کا استعمال حافظہ کو تیز کرے گا اور دوسری بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔ ہر وہ چیز جو بلغم اور رطوبات کو کم کرے حافظہ کی تیزی کا باعث بنتی ہے۔

وہ چیزیں جو قوت حافظہ کو کمزور کرتی ہیں ان میں سر فہرست گناہوں اور معاصی کی کثرت ہے۔ اسی طرح دنیاوی مشاغل کی پریشانیاں اور غم، مصروفیات اور تعلقات کی زیادتی اور ہر اس چیز کا استعمال جو بلغم اور رطوبات میں اضافہ کا موجب ہو حافظہ کو نقصان پہنچاتی ہے۔

حافظہ کو کمزور کرنے والی کچھ چیزوں میں لکھا ہے، پھانسی دیئے ہوئے شخص کو دیکھنا، قبروں کے کتبے پڑھنا، اونٹوں کی قطار کے درمیان سے گزرنا، زندہ جوں کو زمین پر ڈالنا، گردن پر استرا پھروانا۔ یہ تمام چیزیں حافظہ کو کمزور کرتی ہیں۔[1]

---

[1] تعلیم المتعلم ص ۷۲۔۷۳

باب......(۲)

قوت حافظہ

(جدید سائنس کی روشنی میں)

اس باب میں حافظہ کے متعلق سائنسی معلومات کو اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ انسان کی اس لاثانی خصوصیت کے بارے میں ماہرین نفسیات کیا کہتے ہیں۔

قوت حافظہ

جدید سائنس کی روشنی میں

کمپیوٹر جدید دور کی سب سے زیادہ حیرت انگیز ایجاد ہے کمپیوٹر کی ایک چھوٹی سی ڈسک یا مائیکرو چپ میں بہت زیادہ الفاظ کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے لیکن انسانی دماغ میں سیکھے ہوئے مواد کی جو مقدار موجود ہے کمپیوٹر میں اس کا بہت ہی معمولی حصہ ذخیرہ کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ انسانی دماغ اپنے ذخیرے کو جس جس انداز میں استعمال کر سکتا ہے وہ کمپیوٹر کے بس کی بات نہیں۔

حافظہ کی تعریف

حافظہ کو انگریزی زبان میں Memory کہا جاتا ہے اور یہ لفظ یونانی زبان کے ایک لفظ Memoria سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی یاد رکھنے کی صلاحیت ہے۔

حافظہ کی تعریف یوں بھی بیان کی گئی ہے:

"کسی تجربے یا فعل کو سیکھنا اسے ذہن نشین کرنا اور بوقت ضرورت اسے دہرا سکنے کو یاد یا حافظہ کہا جاتا ہے"۔

بلگر ڈ نے یاد کی تعریف یوں کی ہے:

To remember means to show in present responses some signs of earlier learned response.

ووڈ ورتھ حافظہ کی وضاحت اس طرح کرتا ہے:

"یاد سے مراد ماضی میں سیکھی ہوئی شے یا فعل کو یاد رکھنا ہے"

لیکن ان تمام تعریفات میں سب سے بہترین تعریف یہ کی جا سکتی ہے۔

"یاد (حافظے) سے مراد سیکھے ہوئے سبق یا فعل کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور اسے اسی ترتیب اور مقدار میں دہرانا ہے جس ترتیب اور مقدار

میں اسے سیکھا گیا ہو۔"

حافظے کے اعمال (Factors of Memory)

ماہرین کے نزدیک حافظہ مندرجہ ذیل اعمال و پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے:

۱۔ آموزش (Learning)

آموزش سے مراد فرد میں واقع ہونے والی وہ تبدیلی لی جاتی ہے جو شعوری تجربے کے نتیجے میں رونما ہوتی ہے اور مشق و تکرار سے پختہ ہوتی جاتی ہے۔

آموزش یا یاد کا پہلا اور بڑا اہم پہلو یہ ہے کہ جب تک فرد کسی تجربے کو سیکھتا نہیں اس وقت تک اس کے لئے اسے ذہن نشین کرنا یا اس کی بازیافت کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ صرف اسی تجربے کو حافظے میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور دہرایا جا سکتا ہے جسے شعوری طور پر سیکھا گیا ہو۔

۲۔ حافظیت (Retention)

حافظیت سے مراد سیکھے ہوئے مواد کو ذہن نشین کرنا اور اسے ذہن میں محفوظ رکھنے اور بوقت ضرورت استعمال میں لا سکنے کی صلاحیت ہے۔

حافظیت یاد کا ایک بنیادی پہلو ہے کیونکہ اگر سیکھے ہوئے مواد کو ذہن میں محفوظ نہ رکھا جا سکے تو نہ تو اس کی بازیافت کی جا سکتی ہے اور نہ وہ نئی آموزش کے لئے مددگار ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ شناخت (Recognition)

شناخت یاد کا ایک اہم پہلو ہے اس سے مراد ذہن میں سیکھے ہوئے مواد کی اس وقت پہچان کرنا ہے جب وہ حواس کی گرفت میں ہو یعنی جبکہ اس میں سیکھے ہوئے مواد اور ان سیکھے مواد کو الگ کرنا ہوتا ہے اور کسی تجربے کی شناخت اسی صورت میں کی جا سکتی ہے جب اس کے نقوش نظام عصبی میں موجود ہوں۔

۳۔ طویل عرصہ کی یاد (Long term Memory)

طویل عرصے تک یاد رکھی جانے والی یادداشت۔ طویل عرصہ کی یاد سے مراد وہ یاد کی جاتی ہے جو طویل عرصہ تک ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق طویل عرصہ کی یادداشت دماغ کے عصبی خلیوں میں کیمیائی اور برقی تبدیلیوں کی صورت میں محفوظ ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں اعصابی خلیوں کے رابطے کمزور ہو جاتے ہیں اور عصبی خلیات میں معلومات محفوظ کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا اثر حافظے پر بھی پڑتا ہے اور فرد بہت کچھ بھولنے لگتا ہے۔ کسی حادثے یا بیماری کی وجہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

حافظہ کی دیگر اقسام

ماہرین نے حافظہ کی چند دیگر اقسام ذکر کی ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

بہترین حافظہ (Good Memory)

اس سے مراد وہ حافظہ ہے جس میں مندرجہ ذیل خصوصیات موجود ہوں

۱۔ یاد کی ہوئی اشیاء، واقعات اور تجربات کا بہتر طور پر تجزیہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ ہر شے کے واضح تصورات الگ الگ ہوتے ہیں۔

۳۔ بوقت ضرورت اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس کے ذریعے مفید و غیر مفید مواد میں تمیز کی جاتی ہے۔

رٹایا ہوا حافظہ (Rote Memory)

اس قسم کے حافظے کی مندرجہ ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں

۱۔ اس میں صرف رٹا لگایا جاتا ہے سمجھا نہیں جاتا

۲۔ اس قسم کا حافظہ دیرپا ثابت نہیں ہوتا۔

۳۔ مختلف قسم کی یاد کی ہوئی اشیاء آپس میں خلط ملط ہو جاتی ہیں۔

۳۔ اس قسم کے حافظے کو عملی زندگی میں بوقت ضرورت استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

مکمل حافظہ (Complete Memory)

اس سے مراد وہ حافظہ ہے جس میں یاد کئے ہوئے مواد کی تمام تفصیلات اسی ترتیب میں محفوظ ہوتی ہیں جس ترتیب میں انہیں سیکھا گیا ہو۔ اسی کو اچھا حافظہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

نامکمل حافظہ (Incomplete Memory)

اس قسم کے حافظے میں یا تو بعض جزئیات یاد نہیں رہتیں یا پھر مواد کی ترتیب میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ نامکمل حافظے کو اچھا حافظہ نہیں کہا جا سکتا۔

حفظ کرنے اور یاد کو بہتر بنانے کے اصول

ماہرین نے اپنے تجربات کی روشنی میں حافظے کو بہتر بنانے کے لئے کئی اصولوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند ایک اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

لقمہ دینے کا اصول:

ماہرین نے معلوم کیا کہ کسی شے کا اعادہ کرتے وقت اگر کوئی بھول ہو جائے تو لقمہ دینے سے وہ یاد ہو جاتی ہے جیسا کہ نماز میں امام صاحب اگر کبھی بھول جائیں تو کوئی نمازی لقمہ دیتا ہے۔ اس طرح امام صاحب پھر دوبارہ روانی سے قرآن حکیم پڑھنے لگتے ہیں۔

قافیہ اور تلازم:

اگر مواد کو وزن دے کر اور قافیہ کی شکل میں ڈھال کر یاد کیا جائے تو اسے آسانی سے یاد کر لیا جاتا ہے۔ بچے پہاڑے یاد کرتے وقت یہی اصول اپناتے ہیں۔

کلی اور جزوی طریقے:

اگر مواد کو شروع سے لے کر آخر تک تسلسل سے یاد کیا جائے تو اسے کلی طریقہ کہا جاتا ہے مختصر مواد کو یاد کرنے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

اگر مواد کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے یاد کیا جائے تو اسے جزوی طریقہ کہا

ہوتا ہے طویل مواد کو یاد کرنے کے لئے جزوی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔

زبانی قرأت:

اینگھاس نے تجربات سے ثابت کیا کہ زبانی قرأت یاد کو بہتر اور دیرپا بناتی ہے اور اس میں وقت کی بچت بھی ہے۔

بامطلب اور بے مطلب مواد:

اینگھاس نے اپنے تجربات بے معنی الفاظ پر کئے لیکن اس نے تجربات سے معلوم کیا کہ بامطلب مواد بے مطلب مواد کی نسبت جلد یاد ہو جاتا ہے اور زیادہ دیر تک یاد رہتا ہے۔

اسلوب بچت:

اینگھاس نے تجربات کے ذریعہ معلوم کیا کہ جب کسی یاد کئے ہوئے مواد کو کچھ عرصہ بعد جب کہ اس کے نقوش مدھم پڑ چکے ہوں دوبارہ یاد کیا جائے تو اس میں کم وقت لگتا ہے اور اسے کم وقت میں کامیابی سے یاد کر لیا جاتا ہے اس طرح دوبارہ یاد کرتے وقت کوشش اور اوقات کی بچت ہو جاتی ہے۔

نسیان کے اسباب اور ان کا تدارک

جدید تحقیقات کی روشنی میں نسیان کے بہت سے عوامل بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کو ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

وقت کا گزرنا:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یاد کے نقوش مدھم پڑ جاتے ہیں اور آخر کار مٹ جاتے ہیں۔ آپ کے تجربہ میں یہ بات آئی ہوگی کہ اگر خدانخواستہ آپ کے کسی قریبی رشتہ دار کی موت واقع ہو جانے تو آپ کو اس کا اتنا صدمہ ہوتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ آپ اس وقت اسے برداشت نہیں کر سکتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب غم غلط ہو جاتے ہیں۔

دوسرے واقعات اور تجربات کے اثرات

اگرچہ وقت کی گزران فراموشی کا ایک بہت ہی ضروری عامل ہے۔ لیکن دوسرے واقعات اور تجربات کے اثرات اصل واقعہ یا تجربے کی فراموشی کا باعث ہوتے ہیں۔ پہلے کئے ہوئے تجربات کے عصبی نقوش کو بعد میں کئے جانے والے تجربات کے عصبی نقوش کند کر دیتے ہیں۔

عدم توجہ:

یاد کرتے وقت مواد کا بغور مشاہدہ نہ کر سکنا بھی فراموشی کا سبب ہوتا ہے۔ آپ جب کسی دوست سے دوسری دفعہ ملتے ہیں تو آپ کا تعارف رسمی طور کرایا جاتا ہے۔ آپ اس کا مشاہدہ اچھی طرح نہیں کرتے۔ اس لئے آپ اسے جلد بھول جاتے ہیں اور جب دوبارہ ملاقات ہوتی ہے تو آپ اسے پہچان سکتے ہیں۔

خوف:

گھبراہٹ اور خوف بھی فراموشی کا باعث ہوتے ہیں۔ امتحان کا خوف اور گھبراہٹ اچھی طرح سے یاد کئے ہوئے مواد کو بھلا دیتے ہیں اور یہی حال سٹیج کے خوف کا ہے۔ اسٹیج پر اچھے اچھے مقرر بھول جاتے ہیں۔

الجھن:

لاشعوری ذہن میں اگر کوئی الجھن ہو تو اس کی وجہ سے کوئی بھولا واقعہ ہو جاتی ہے تحلیل نفسی کے ماہرین کے نزدیک لاشعوری محرکات بھول کی ایک بڑی وجہ ہوتے ہیں۔

نیت یا ارادہ:

فرائڈ کہتا ہے کہ جو چیز بھول جاتی ہے اصل میں ہم اسے یاد ہی نہیں رکھنا چاہتے اسے زبردستی لاشعوری میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

کر لئے جائیں تو پھر وہ کم ہوتا ہے اسے اصطلاح میں تلازم کا نام دیا۔

بیماری:

کئی ذہنی اور جسمانی بیماریوں کی وجہ سے بھی نسیان واقع ہوتا ہے۔ دیگر عوامل اسی طرح سے وقتی دماغی صدمے وغیرہ بھی فراموشی کا باعث بنتے ہیں۔

نسیان بھی ایک نعمت ہے:

اس ضمن میں ایک بات یاد رکھنے کی بھول یاد کے لئے لازمی ہے جیسا کہ میچر نامی ماہر نفسیات لکھتا ہے:

> ''اگر ہم ایک چیز کو یاد رکھیں مثلاً یہ کہ ہم کب اٹھے کیا کھایا کیا کیا کیا کتنے خطوط وصول کئے اور کون سی ورزش کی تو ہم یاد کی تفصیلات میں کھو کر رہ جائیں گے''

سب کچھ یاد رکھنا کسی صورت میں ممکن نہیں اگر ہم سب کچھ یاد رکھ سکیں تو زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ ہم یاد کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنی زندگی سے بیزار ہو جائیں گے۔ ولیم جیمز اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہے۔ اگر ہم ہر چیز یاد رکھیں تو ہم ایسے تنگ آ جائیں جیسے ہمیں کچھ یاد نہیں۔

ایڈمز نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''درست یاد جائز فراموشی کا نام ہے'' اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ جب تک ہم بھولیں گے نہیں اس وقت تک ہم کچھ بھی نہیں سیکھ سکیں گے ہمارے ذہن کا ظرف محدود ہے ابتدائی نئی چیزیں سیکھنے اور یاد کرنے کے لئے ہمیں بھول بھی جانا چاہئے۔

اچھی یاد کی خصوصیات

اچھی یاد میں کئی نمایاں خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک خصوصیات کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

جلد یاد کر لینا:

اچھے حافظے کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی شے یا تجربے کو بہت جلد یاد کر لیتا ہے اور اس کے نقوش واضح ہوتے ہیں۔

اعادے کا وقت:

اچھی یاد کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس کے اعادے کا وقت بہت کم ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں اگر اعادہ کرتے ہوئے وقت زیادہ صرف ہو تو اسے اچھی یاد نہیں کہا جا سکتا۔

صحیح اعادہ:

اچھی یاد اسے کہا جاتا ہے جس میں کسی شے، واقعہ یا تجربے کی بازیافت بالکل صحیح اور درست ہو اگر اعادہ درست نہ ہو، جزئیات کو نظر انداز کر دیا گیا ہو یا مواد کی ترتیب کو تبدیل کر دیا گیا ہو یا اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہو تو پھر اس یاد کو اچھی طرح یاد نہیں کہا جا سکتا۔

بھول کا وقت:

بعض لوگ مواد کو بہت جلد یاد کر لیتے ہیں اور وہ بھول بھی بہت جلد جاتے ہیں ایسے لوگوں کی یاد کو اچھی یاد نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے برعکس اچھی یاد وہ ہوتی ہے جو یاد کئے ہوئے مواد کو زیادہ دیر تک یاد رکھ سکے۔

ضروری جزئیات کی حفاظت:

ولیم جیمز کے بقول اچھی یاد وہ ہوتی ہے جس میں صرف ضروری جزئیات کو یاد رکھا جاتا ہے اور غیر ضروری جزئیات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اچھی یاد میں کئی اور خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے اصول نفسیات، بی اے ایم یوسف، علامہ یوسف علمی کتب خانہ ص ۱۵۵۔۱۵۴ نفسیات کے بنیادی اصول از ... مکتبہ کاروان لاہور)

﴿حفظِ علم کے سنہری اصول﴾

اخلاص:

علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت سفیان کے پاس سے رخصت ہونے لگا تو ارشاد فرمایا۔

﴿ اما انک ستبتلی بهذا الامر و ان الناس سیحتاجون الیک فاتق الله ولتحسن نیتک فیه ﴾

"ہوشیار رہو تم عنقریب اس دینی تعلیم وتبلیغ کے معاملہ میں مبتلا ہوگے اور لوگ تمہاری طرف حاجت مند ہوں گے سو تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس معاملہ میں تمہاری نیت اچھی اور خالص ہونی چاہئے۔"[1]

جب کوئی طالب علم محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر علوم دینیہ کو حفظ کرتا ہے تو حفظ کے وقت اس کو ایک ایسی عظیم سعادت کا احساس ہوتا ہے جو اس کے دل کی گہرائیوں میں سرایت کر رہی ہوتی ہے ایسی سعادت کہ دنیا کی کوئی سعادت اس کی برابری نہیں کر سکتی اور یہی وہ سعادت ہے جو اس کے سامنے حفظ کی تمام دشواریوں کو سہولتوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔[2]

تقویٰ وپرہیزگاری:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے

﴿ انی لاحسب الرجل ینسی العلم کان یعلمه بالخطیئة یعملها ﴾

"میرے خیال کے مطابق انسان بسا اوقات اپنے کسی گناہ کے سبب علم کو بھول جاتا ہے۔"

---

۱ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب البغدادی ۲/۳۱۳

۲ کیف تحفظ القرآن ص ۵۰

سفیان بن عیینہ سے سوال ہوا ''کیا کسی شخص سے کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے بھی علم سلب ہو جاتا ہے؟ فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

﴿فبما نقضهم میثاقهم لعنّهم و جعلنا قلوبهم قسیة یحرفون الکلم عن مواضعه و نسوا حظاً مما ذکروا به﴾ (المائدۃ ۱۳)

''ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں (یعنی لفظی یا معنوی تحریف کرتے ہیں) اور اس تحریف کے نتیجہ میں وہ لوگ جو کچھ ان کو تورات میں نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بہت بڑا حصہ (نفع کا جو کہ ان کو عمل کرنے سے نصیب ہوتا) فوت کر بیٹھے۔''

اس حصہ سے مراد کتاب اللہ ہے جو عظیم ترین علم ہے جو ان لوگوں کا بڑا حصہ تھا اور بالخصوص انہی کو عطا ہوا تھا مگر وہ علم ان کے خلاف حجت بن گیا۔

امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا ''کیا حفظ میں کوئی چیز معاون ثابت ہو سکتی ہے؟ فرمایا ''ہاں! اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے تو وہ صرف گناہوں کا چھوڑنا ہے''۔

سفیان ثوری کا قول ہے

یهتف العلم بالعمل فان اجابه و الا ارتحل

''علم عمل کو پکارتا ہے اگر عمل نے علم کو لبیک کہہ دیا تو ٹھیک ورنہ علم بھی رخصت ہو جاتا ہے''[۱]

امام غزالی فرماتے ہیں:

﴿ولو قرأت العلم مائة سنة و جمعت الف کتاب لا تکون مستعداً لرحمة الله تعالیٰ الا بالعمل﴾

''اگر تم سو سال تک بھی علم پڑھتے رہو اور ہزاروں کتابیں بھی جمع

---

[۱] الاحیاء للغزالی، (۱/۵۱)

کرلو تب بھی کبھی رحمت خداوندی کے مورد و مستحق نہ قرار پاؤ گے جب تک کہ عمل نہ کرو گے[1]

ابن الجوزی صید الخاطر میں فرماتے ہیں:

''علم پر عمل کرنے کے بارے میں اللہ سے بہت ڈرو کیونکہ عمل ہی اصل اور بنیادی چیز ہے اور وہ شخص بہت بڑا مسکین و فقیر ہے جس کی عمر ایسے علم میں ضائع ہوگئی جس پر اس نے عمل نہ کیا، پس ایسے شخص نہ تو دنیا ہی کی لذتوں سے لطف اندوز ہوا اور نہ ہی آخرت کی بھلائیوں سے اس کو کچھ حصہ ملا۔''

ابن القیم کہتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ان کا یہ قول سنا ہے:

''جب تم اپنے دل میں عمل کی شیرینی اور بشاشت محسوس نہ کرو تو اپنے عمل کو متہم ٹھہراؤ اور ناقص تصور کرو کیونکہ اللہ کی ذات قدر دان ہے ضروری ہے کہ وہ عامل کو اس کے عمل پر دنیا میں بھی بدلہ دیں کہ اس کو اپنے دل میں حلاوت اور خوب انبساط و فرحت اور آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس ہو، اگر اس کو یہ کیفیت حاصل نہیں تو سمجھ لے کہ ضرور اس کے عمل میں کوئی خامی اور کھوٹ پائی جاتی ہے۔''

مسجد میں بیٹھ کر یاد کرنا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَغْدُوْا أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ أَوْ يَقْرَأَ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ ﴾

''تم میں سے کوئی صبح کے وقت مسجد میں کیوں نہیں جاتا کہ وہاں جا کر کتاب اللہ کی دو آیتیں سکھا دے یا صرف پڑھ ہی لے کہ یہ دونوں

---

[1] اِحیاء الولد للقرآن، ص: ۹۹

روز خطیب نے ان سے کہا کہ میں مدت سے اس قوم کی امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں لیکن مجھے عرصے سے قرآن مجید کے چند مقامات میں اشکال درپیش ہے۔ اس شخص نے کہا مجھ سے ان مقامات کے متعلق دریافت کرو، خطیب کہنے لگا کہ ان میں سے ایک موقع تو سورہ فاتحہ ہی میں ہے وہ یہ کہ ایاک نعبد و ایاک کے بعد نستعین ہے یا نستعین؟ مجھے خیال ہے البتہ میں بطور احتیاط کے نستعین کی جگہ نستعین پڑھتا ہوں۔ کیونکہ نستعین تو سے کے اور نستعین حرف کی شکل میں ہے اور اوپر سے بھی حرکت آجاتی ہے۔[1]

قابل استاذ کے انتخاب میں غور و فکر:

علامہ زرنوجی فرماتے ہیں ایک حکیم عالم نے بعض طلبہ علم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم بخارا جاؤ تو ائمہ و مشائخ کے پاس آنے جانے میں جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ دو مہینے تک غور و فکر کرکے پھر کسی استاذ کا انتخاب کرنا کیونکہ اگر تم کسی عالم کے پاس گئے اور فوری اس سے سبق پڑھنا شروع کردیا تو بعض اوقات تمہیں اس کا درس پسند نہیں آئے گا ورنہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے عالم کے پاس چلے جاؤ گے تو اس طرح تمہارے علم سیکھنے کے عمل میں برکت حاصل نہیں ہوگی اس لئے انتخاب استاذ کے لئے اولاً دو مہینے سوچ بچار سے کام لینا۔[2]

تکرار اور سبق کو بار بار دہرانا حفظ کی بنیاد ہے:

ابن شہاب زہری کا قول ہے کہ شروع میں دل کی مثال کھائی کی طرح ہوتی ہے جو وہ بھری جاتی ہے جو زیادہ مسائل و احادیث کا تحمل نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی مثال وادی و میدان کی طرح ہو جاتی ہے کہ پھر اس میں جو چیز بھی آتی ہے سما جاتی ہے۔

ایک عالم کا قول ہے

هٰذَا كُلُّ وِعَاءٍ أَفْرَغْتَ فِيهِ شَيْئًا فَإِنَّهُ يَضِيقُ إِلَّا الْقَلْبَ فَإِنَّهُ

---

[1] اخبار الحمقى والمغفلين ص ۱۔
[2] تعلیم المتعلم طریق التعلم ص ۴۴

كُلَّما أُفرِغَ فيه تَسَع ﴾

"ہر برتن ایسا ہے کہ اگر اس میں کوئی چیز ڈالو تو اتنا ہی تنگ ہوتا جائے گا لیکن صرف دل ایسا برتن ہے کہ جس میں جتنا علم بھی ڈالتے جاؤ اتنا ہی وہ وسعت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا"

معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے دروازے پر کھڑے تھے کہ اندر سے شعبہ اپنے ہاتھوں سے انگلیوں کے شمار کا تعین بتاتے ہوئے نکلے۔ کسی نے ان سے کوئی بات کی تو فرمایا کہ بات مت کرو کیونکہ ابھی ابھی میں نے ابن عون سے دس حدیثیں املاء کی ہیں ایسا نہ ہو کہ باتوں کی وجہ سے وہ حدیثیں بھول جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سبق سے فارغ ہونے کے فوراً بعد سبق کا تکرار کرنا زیادہ مفید ہے تاکہ فضول باتوں میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے وہ سبق بھول نہ جائے۔[1]

دل کی طرف دو راستے آنکھ اور کان:

دل کی طرف آنکھ اور کان دونوں کا راستہ جاتا ہے لیکن آنکھ سے دیکھنے والے راستہ کے مقابلے میں کان سے سننے والا راستہ زیادہ مضبوط ہے۔ اس لئے بیناؤں کے مقابلے میں نابیناؤں کا حافظہ زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف کانوں سے ہی مدد لیتے ہیں۔[2]

اونچی آواز سے حفظ کرنا:

بعض علماء کا قول ہے کہ قراءت تفہیم کے لئے ہے اور قراءت بلند حفظ کے لئے ہے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں:

دخل عليّ أبي وأنا أروّي في دفتر ولا أجهر أروّي

فيما بيني وبين نفسي فقال لي إنما لك من روايتك

هذه ما أدّى بصرك إلى قلبك فإذا أردت الرواية

فانظر إليها واجهر بها فإنه يكون لك ما أدّى بصرك

۱ [illegible] ص ۱۳ ۲ [illegible]

۳ [illegible]

حفظ کیلئے سنہری عمر اور بہترین وقت:

یہ بات خوب واضح دکھائی دیتی ہے کہ بڑی عمر کی نسبت چھوٹی عمر میں حفظ کرنا زیادہ پائیدار و مستحکم ہوتا ہے اسی لئے یہ مثال مشہور ہے:

﴿اَلْحِفْظُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ وَالْحِفْظُ فِي الْكِبَرِ كَالنَّقْشِ عَلَى الْمَاءِ﴾

''یعنی صغرسنی میں حفظ پتھر میں لکیر کی طرح ہے اور بڑی عمر میں حفظ پانی پر لکیر کھینچنے کی طرح ہے''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''علم سیکھو! کیونکہ اگر تم آج کے اصاغر ہو تو کل کے اکابر ہو۔۔اور جو حفظ نہ کرسکے وہ تحریر کرے''۔

حکیم لقمان کا قول ہے ''اے بیٹے! صغرسنی میں علم طلب کرلو کیونکہ کبرسنی میں تحصیل علم بہت مشکل ہے''۔

علقمہ فرماتے ہیں'' نوجوانی میں میں نے جو چیز حفظ کرلی وہ مجھے ایسے مستحضر ہے گویا میرے سامنے کاغذ پر لکھی ہوئی ہے''۔

معمر فرماتے ہیں'' میں نے چودہ سال کی عمر میں قتادہ کی ہم نشینی اختیار کی اُس وقت جو چیز میں نے اُن سے سن لی وہ گویا میرے سینے میں کندہ ہے''۔

چھ سال کی عمر سے تیئیس سال کی عمر تک کا اٹھارہ سالہ عرصہ حفظ کے لئے بے حد سنہری اور بہترین زمانہ ہے۔ اس عمر کو بہت غنیمت سمجھنا چاہئے کیونکہ اس عرصے میں انسان کا حافظہ ایسا تازہ اور مضبوط ہوتا ہے کہ جو چیز بھی یاد کرنا چاہے بہت جلد یاد ہو جاتی ہے اور پھر بہت دیر میں بھولتی ہے۔ لیکن تیئیس سال کی عمر کے بعد حفظ بہت دیر میں ہوتا ہے البتہ نسیان بہت جلد ہونے لگتی ہے۔ کیونکہ اس عمر میں سمجھ تیز ہو جاتی ہے اور حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ جبکہ تیئیس سال کی عمر تک سمجھداری کا ملکہ کمزور اور اس کے مقابلہ میں حافظہ قوی ہوتا ہے۔ لہٰذا حفظ کے ان سنہری اٹھارہ سالوں کی خوب قدر کرنی چاہئے۔ اگر کوئی خود اس پر عمل نہیں کرسکا ہے تو آگے اپنی اولاد کے بارے میں اس سنہری اصول کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ انسان بڑی عمر میں حفظ کی طاقت بالکل ہی کھو بیٹھتا ہے بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ صغر سنی میں حفظ بہ نسبت بڑی عمر کے حفظ کے زیادہ پائیدار و مستحکم ہوتا ہے۔ ویسے بڑی عمر میں بھی تحصیل علم سے ہرگز دریغ نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرامؓ نے بڑی عمر ہی میں علم کو حاصل کیا اور آگے اس کو نقل کیا ہے۔ ابن حزم ظاہری نے چھبیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتدا کی۔ بڑے عالم بنے کہ ابو الولید باجی کے علاوہ (جو کبار فقہائے مالکیہ میں سے ہیں) کوئی بھی بڑے سے بڑا عالم کسی مناظرہ میں آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکتا تھا۔ قفال مروزی نے تیس یا چالیس برس کی عمر کے بعد علم حاصل کیا حتیٰ کہ شافعی مذہب میں ماہر کامل بن گئے اسی لئے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کا باب "الاغتباط فی العلم والحکمۃ" میں عمر فاروقؓ کا ارشاد عالی تفقھوا قبل ان تسودوا (سردار بننے سے پہلے پہلے فقہ و علم حاصل کرلو) نقل کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وبعد ان تسودوا وقد تعلم اصحاب رسول الله ﷺ في كبر سنهم﴾

"سردار بننے کے بعد بھی علم حاصل کرو کیونکہ صحابہ کرامؓ نے بڑی عمر ہی میں علم حاصل کیا ہے"[1]

حفظ کے لئے مناسب وقت:

خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:

﴿اعلم ان للحفظ ساعات ينبغي لمن اراد التحفظ ان يراعيها فاجود الاوقات الاسحار﴾

"جان لو کہ حفظ کے لئے ایسی گھڑیاں ہیں کہ حفظ کرنے والے کو ان کی رعایت رکھنی ضروری ہے چنانچہ تمام اوقات میں بہترین وقت سحری اور آخر شب کا وقت ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ

کسی عالم سے پوچھا گیا "آپ نے علم کس ذریعے سے حاصل کیا ہے؟ فرمایا "چراغ کے ذریعے اور صبح تک مسلسل بیٹھے رہنے کے ذریعے"

اسماعیل بن ابی اویس کا ارشاد ہے:

﴿إذا هممت أن تحفظ شيئا فنم و قم عند السحر فأسرج و انظر فيه فإنك لا تنساه بعد إن شاء الله﴾

"جب تم کسی چیز کے حفظ کرنے کا ارادہ کرو تو سو جاؤ اور سحری کے وقت اٹھو، چراغ روشن کرو اور اس چیز میں غور کرو، ان شاء اللہ اس کے بعد وہ چیز کبھی نہیں بھولو گے"۱

حماد بن زیدؒ سے پوچھا گیا: حفظ کے لئے سب سے زیادہ معاون چیز کون سی ہے؟ فرمایا "کم گوئی"۲

حفظ کے لئے مناسب مواقع اور جگہیں:

خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب الفقیہ والمتفقہ (۱۰۳/۲) میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اعلم أن للحفظ أماكن ينبغي للمتحفظ أن يلزمها وأجود أماكن الحفظ الغرف دون السفل و كل موضع بعيد مما يلهي خلا القلب فيه مما يفزعه فيشغله أو يغلب عليه فيمنعه و ليس بالمحمود أن يتحفظ الرجل بحضرة النبات والخضرة و لا على شطوط الأنهار و لا على قوارع الطرق فليس يعدم في هذه المواضع غالباً ما يمنع من خلو القلب و صفاء السر﴾

"جان لو کہ حفظ کے لئے ایسے مقامات ہیں کہ حفظ کرنے والے کو ان کی پابندی لازمی و مناسب ہے اور حفظ کے لئے بہترین مقامات بالا خانے ہیں نہ کہ زیریں کمرے۔ نیز ہر وہ مقام موزوں ہے جو غفلت والی چیزوں سے دور ہو اور اس میں دل ایسی چیزوں سے

۱ الجامع فی الحث علی حفظ العلم، ص ۷۷

۲ کیف تحفظ القرآن ص: ۴۴

قطعی طور پر ہو جو ذہن کو پریشانی میں مبتلا کر کے مشغول کر دیں یا اس پر غالب ہو کر حفظ سے روک دیں اور یہ بات اچھی نہیں ہے کہ آدمی پھولوں اور سبزیوں والی جگہ میں یا نہروں کے کناروں پر یا عام گزرگاہوں پر بیٹھ کر حفظ کرے کیونکہ ایسے مقامات اکثر و بیشتر ایسی چیزوں سے خالی نہیں ہوتے جو دل کی مشغولیت و پریشانی کے بٹ جانے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔①

ابن الجوزی کا قول ہے۔

﴿ولا ينبغي أن يتحفظ على شاطئ نهر أو بحضرة خضرة لئلا يشتغل القلب﴾

"یہ لائق نہیں کہ آدمی نہر کے ساحل پر یا سرسبزی کے مقام پر حفظ کرے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا دل ان چیزوں کے نظارے میں مشغول ہو جائے گا۔"②

دوران حفظ، ناظرہ کی کثرت نہایت مفید ہے:

ابو مسعود احمد بن فرات فرماتے ہیں۔

"ہم برابر اپنے اساتذہ سے حفظ کے مختلف طریقے سنتے رہے ہیں مگر بالآخر ان سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ حفظ کے لئے بکثرت ناظرہ پڑھتے رہنے سے بڑھ کر کوئی طریقہ بھی کارآمد نہیں ہے۔"

پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا حفظ کرنا:

قوت حافظہ بھی دوسرے قویٰ و اعضاء کی طرح ایک عضو ہے لہٰذا اس سے جس قدر حفظ کا کام زیادہ لیا جائے گا اسی قدر اس کی قابلیت میں اضافہ ہوگا اور جس قدر اس کو بیکار چھوڑ دیا جائے گا اسی قدر اس کی قابلیت کم ہوتی جائے گی۔

---

① الفقیہ والمتفقہ (۲/۱۰۳) ② کیف تحفظ القرآن، ص ۷۳

ایک خاتون امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں آئی (یہ امام ابوحنیفہؒ کی علمی نوعمری کے زمانہ کی بات ہے) آپ بہت لمبی تقریر فرمارہے تھے، اس خاتون نے ایک فقہی مسئلہ پوچھا، امام صاحب اور آپ کے تلامذہ سے اس کا صحیح جواب نہ بن سکا، وہ خاتون حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کی خدمت میں آئی اور وہ مسئلہ دریافت کیا اور اس کا شافی جواب پایا۔ پھر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے پاس واپس آئی اور کہنے لگی: میں تو تمہاری ظاہری تقاریر سے دھوکہ کھا گئی تمہاری یہ سب تقریریں کچھ بھی وقعت وحیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اٹھے اور حضرت حمادؒ کے پاس آگئے۔ حمادؒ نے دریافت کیا کیونکر آئے؟ عرض کیا فقہ حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا روزانہ صرف تین مسئلے سیکھا کرو تاکہ علم پختگی حاصل ہو جائے۔ چنانچہ امام صاحبؒ روزانہ اسی طرح باقاعدگی کے ساتھ علم حاصل کرتے رہے اور حضرت حمادؒ کے حلقہ کو لازم پکڑے رہے۔ یہاں تک کہ فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔

سعید بن جبیرؒ کا قول ہے:

﴿لا يزال الرجل عالماً ما تعلّم فإذا ترك كان أجهل ما يكون﴾

یعنی جب تک آدمی علم سیکھتا رہے عالم رہتا ہے اور جب سیکھنا چھوڑ دے تو سب سے بڑا جاہل بن جاتا ہے[1]

علم حاصل کرنے میں مجاہدہ برداشت کرنا:

ایک دانشور کا مقولہ ہے:

فبقدر ما تتعنّى تنال ما تتمنّى

"جس قدر کلفت ومشقت اٹھاؤ گے اسی قدر اپنی امیدیں اور آرزوئیں حاصل کروگے"

ایک عربی ضرب المثل ہے:

من طلب شيئاً وجدّ وجد ومن قرع الباب ولجّ ولج

---

[1] [illegible] ۱۱۲

"جس نے کوئی چیز طلب کی اور کوشش کی پالی اور جس نے دروازہ پر دستک دی اور آواز دو پھی تو کی داخل ہو گیا"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

أخلق بذي الصبر ان يحظى بحاجته

و مدمن القرع للابواب ان يلجا

"بہت لائق ہے کہ صبر آزما آدمی اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور دروازوں پر ہمیشہ دستک دینے والا ان میں داخل ہو جائے"

ایک شاعر کہتا ہے:

بجدي لا بجدي كل مجد

فهل جد بلا جد بمجدي

فكم عبد يقوم مقام حر

و كم حر يقوم مقام عبد

"میرا ہر شرف و رتبہ میری کوشش کے طفیل ہے نہ کہ میرے باپ دادا کے طفیل، کیا بغیر کاوش کے کوئی باپ دادا سے سود مند ثابت ہو سکتا ہے؟ (ہرگز نہیں) کئی غلام بوجہ جد و جہد کے آزادوں کے قائم مقام ہو گئے اور کئی آزاد بوجہ آرام طلبی کے غلاموں کی صف میں آ کھڑے ہوئے"

مضامین تبدیل کرتے رہنا:

طالب علم کے لئے مناسب ہے کہ اپنے تمام اوقات کو تحصیل علم میں مشغول رکھے، جب ایک علم و فن سے طبیعت بھر جائے تو دوسرے علم و فن کے مطالعہ و تکرار میں لگ جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب کلام فرماتے فرماتے کچھ تعب محسوس فرماتے تو ارشاد فرماتے "اب شعراء کے دیوان لے آؤ" (تاکہ خیال کی تبدیلی سے طبیعت کی تازگی لوٹ آئے)

امام حسن بن شیبانی جب ایک فن کی کتابوں سے ملول ہو جاتے تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع فرما دیتے اور رات کو اپنے پاس پانی رکھے رہتے اور اس کے ذریعہ نیند کو دور فرماتے رہتے تھے۔

مقدارِ حفظ، موافق تحمل ہونی چاہئے:

حفظ میں اس بات کا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اپنی طاقت اور برداشت سے زیادہ مقدار سبق یاد نہ کی جائے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

﴿لا تکرہ قلبک إن القلب إذا أکرہ عمی﴾

"دل پر زبردستی نہ کرو کیونکہ زبردستی کرنے سے دل نابینا ہو جاتا ہے"

علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

﴿إن هذه القلوب تمل کما تمل الأبدان فابتغوا لها طرائف الحکم﴾

"جس طرح بدن تھک جاتا ہے اسی طرح دل بھی تھک جاتا ہے۔ لہٰذا دل کی تازگی کے لئے حکمت آمیز خوش طبعی کی باتیں کیا کرو۔"

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ باقی جسمانی اعضا کی طرح دل و دماغ بھی ایک جسمانی عضو ہے پس جس طرح دیگر جسمانی اعضا کے لحاظ سے انسانوں میں باہمی تفاوت ہوتا ہے، مثلاً بعض آدمی دو من وزن اٹھا لیتے ہیں لیکن بعض دو سیر بھی نہیں اٹھا سکتے ہیں، کئی آدمی دسیوں میل پیدل چل لیتے ہیں لیکن بعض آدمیوں کے لئے ایک میل چلنا بھی بھاری ہو جاتا ہے۔ بعض آدمی کئی سیر کھانا کھا جاتے ہیں لیکن بعض آدمی ایک پاؤ بھی کھا لیں تو بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دل و دماغ میں بھی تفاوت ہوتا ہے، بعض لوگوں کا دل و دماغ اتنا تیز اور مضبوط ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک گھنٹہ میں دسیوں صفحے حفظ کر لیتے ہیں لیکن اس کے برخلاف کئی آدمی دسیوں دن میں ایک صفحہ بھی حفظ نہیں کر پاتے۔ اب اگر یہ آدمی جس کی مقدار حفظ یومیہ ایک صفحہ بھی نہیں ہے ایک دن میں پہلے آدمی کی حرص کر کے دسیوں صفحے

یاد کرنے کا خواب دیکھنے لگے تو ”کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا“ کے مصداق دس
تو کجا ایک صفحہ سے کم بھی جائے گا۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنی استطاعت کے مطابق سبق کی
مقدار مقرر کرنی چاہئے۔ اور اس بارے میں میانہ روی اور تدریجی عمل کو بروئے کار لانا
چاہئے۔ استطاعت و تحمل سے زیادہ کی ہرگز حرص نہ کرنی چاہئے۔ دیکھئے! جب ہم کوئی
عمارت تعمیر کرتے ہیں تو روزانہ صرف چند چند گز ہی تعمیر کرتے ہیں تاکہ اس کے اندر خوب
مضبوطی اور جماؤ پیدا ہوتا چلا جائے ورنہ اگر ایک ہی دن میں پوری عمارت کھڑی کردیں گے
تو یا تو عمارت کمزور رہ جائے گی یا پھر یکدم دھڑام سے ساری عمارت نیچے آپڑے گی۔ اسی
طرح طالب علم کو روزانہ ایک محدود مقدار سبق کی یاد کرنی چاہئے تاکہ خوب رسوخ پیدا
ہوجائے اور ساتھ ساتھ راحت رسانی بھی ہوتی رہے۔

محمد بن داؤد کے استاذ نے ایک دفعہ ان کی کتاب پر خون کے نشانات دیکھے اور ان
کے متعلق پوچھا۔ ابن داؤد نے بتایا کہ میں گرمی کی راتوں میں چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرتا
ہوں جس کی وجہ سے نکسیر بہہ پڑتی ہے۔ یہ اس کے نشانات ہیں۔ استاذ صاحب نے فرمایا
کہ تم علم کو نفس کے فائدے کے لئے طلب کرتے ہو جب تمہارا نفس ہی ضائع ہوجائے گا تو
پھر علم کا فائدہ کس کو حاصل ہوگا؟ اس لئے تحمل سے زیادہ محنت نہ کیا کرو۔

ابو العالیہ کا قول ہے:

﴿تعلموا القرآن خمس آيات فإن النبي ﷺ كان
يأخذه من جبريل خمسا خمسا﴾

”تم قرآن کریم کو پانچ پانچ آیتیں کرکے سیکھو کیونکہ جبریل امین سے
حضور اقدس ﷺ نے پانچ پانچ آیتیں کرکے ہی قرآن سیکھا ہے“

ایک عالم فرماتے ہیں:

﴿من تعلم خمسا خمسا لم ينسه﴾

”جس نے پانچ پانچ آیتیں کرکے قرآن حاصل کیا وہ اسے نہ بھولے گا“

آہستہ اور اونچی تلاوت کا ضابطہ:

جس شخص کو اونچی آواز سے پڑھنے میں ریاکاری کا اندیشہ ہو اس کے لئے آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ لیکن جس کو یہ خطرہ نہ ہو اس کے لئے اونچی آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ اس میں عمل زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ نیز اس کا فائدہ دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اس سے قاری کو دلی نشاط حاصل ہوتا ہے اور اس کی ہمت مجتمع رہتی ہے۔ نیز اس پر نیند کا غلبہ نہیں ہونے پاتا۔ علاوہ ازیں اس سے سونے والے آدمی جاگ جاتے ہیں اور غافل کو نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نیت ہو تو جہر افضل ہے۔ اور اگر سب نیتیں اکٹھی ہو جائیں تو کئی گنا ثواب حاصل ہوگا۔ لیکن اگر تلاوت کرنے والا مسجد میں یا کسی علمی حلقہ میں ہو یا وہ ایسا مقام ہو جہاں اس کے علاوہ بھی کوئی ذاکر یا نمازی یا قاری قرآن موجود ہو تو ان صورتوں میں سری تلاوت افضل ہے تاکہ وہ دوسرے بھائیوں کی اذیت رسانی کا باعث نہ بنے۔[1]

---

[1] حواشی الکوکب الحجاب ص ۷۳ ـ ۷۱

ضابطہ......(۱)

چند بنیادی آداب

۱۔اخلاص:

توفیق و فیضان خداوندی کا اصل بھید ہے کہ حفظ قرآن سے صرف حق تعالیٰ کی خوشنودی ہی کے حصول کا ارادہ ہو۔اس نیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اگر خدانخواستہ دوران حفظ فوت ہو گیا تب بھی پورے قرآن کے حفظ کے اجر و ثواب سے مالا مال ہوگا۔ جبکہ آخری سانس تک اس نے یہ سلسلہ منقطع نہ کیا ہو۔

۲۔تضرع وزاری:

بوقت تہجد بارگاہ خداوندی میں تضرع وگریہ زاری کرنا اور اللہ سے اپنے مقصد کے حصول کی توفیق مانگنا حفظ کے لئے انتہائی اہم اور لازمی ہے۔

۳۔ناغہ کی قطعی ممانعت:

خواہ سخت بیماری کی حتیٰ کہ والدین یا اولاد کی فوتگی ہی کا وقوع کیوں نہ ہو، بہر حال غیاب اور چھٹی قطعی ممنوع ہے سوائے معدودے چند مقررہ تعطیلات کے۔وجہ یہ ہے کہ ایک دن کے ناغے سے کئی دنوں کی برکت جاتی رہتی ہے۔

۴۔روزانہ جدید سبق فاتحہ کی طرح:

مقررہ طریقہ کے مطابق خوب ازبر اور نوک زبان کیا جائے، کیونکہ آپ قرآن کریم کا جتنا حصہ بھی حفظ کریں گے اس کی بنیاد یہی سبق بنے گا حتیٰ کہ پورا قرآن شریف بھی ایک ایک سبق کر کے ہی حفظ ہوگا پس جب بنیاد ہی کمزور ہوگی ظاہر ہے کہ اس پر تیس پاروں کی عمارت کی تعمیر بھی لامحالہ کمزور ہی رہے گی لہٰذا بنیادی طور پر یومیہ سبق فاتحہ کی طرح خوب ازبر کرنا ضروری ہے تاکہ ان اسباق کی روشنی میں پورا قرآن کریم بھی خوب مضبوط ہو۔اگر خدانخواستہ یومیہ اسباق کمزور رہتے چلے گئے تو پھر پوری عمر حفظ کمزور و غیر تسلی بخش ہی رہے گا

اور اس کے بعد آپ خواہ کتنی بھی محنت کرلیں معیاری پختگی قطعاً حاصل نہ ہو سکے گی۔

۵۔ غلطی کا نشان:

سبق، سبقی پارہ سناتے وقت اور منزل پڑھتے وقت مقامِ غلطی پر پنسل وغیرہ کے ذریعہ نشان ضرور لگایا جائے اگر نشان لگانے میں غفلت سے کام لیا گیا تب بھی فاتح کی طرح قرآن از بر ہو جانے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

۶۔ ہر غلطی کی اصلاح و تکرار سو مرتبہ:

سبق، سبقی پارہ، منزل کے جن مقامات پر آپ نے غلطیوں کے نشانات لگائے ہیں ان میں سے ہر ہر مقام کو آگے پیچھے والے دو دو یا تین تین کلمات کے ساتھ ملا کر سو سو مرتبہ خوب صحیح صحیح بغور اس طرح دہرائیں کہ آئندہ پوری عمر میں وہ غلطی پھر کبھی آپ سے قطعاً سرزد نہ ہو۔ یہ تکرار والا عمل ہرگز نہ چھوڑیں کیونکہ یہ ضبط کی روح رواں ہے بلکہ بعض وجوہ سے اس کو ذہانت پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ بغیر اس عمل تکرار کے آپ ضبط قرآن میں ہرگز کامران نہیں ہو سکتے ہیں۔

۷۔ ایک مخصوص کاپی:

اپنے حفظ قرآن کے عمل کے لئے ایک مخصوص کاپی بنائیے جس میں روزانہ تاریخ و یوم کے علاوہ سبق، سبقی پارہ، منزل کی تفصیل درج کر دیجئے اور اس کاپی کو حرز جان بنا کر رکھیئے۔ اس کا انتہائی مفید نتیجہ آپ کھلی آنکھوں دیکھیں گے۔

۸۔ سبقی یاد کرنے کا اہتمام:

قریبی چار اسباق یاد کر کے باقاعدہ سنانا اور پھر ہر غلطی کے مقام کو سو مرتبہ کہنا۔

۹۔ پارہ سنانے کا اہتمام:

پارہ کو یاد کر کے سنانا اور غلطیوں کے نشانات کو سو سو مرتبہ دہرانا۔

۱۰۔ منزل:

یعنی خواندہ حصے میں سے بطور ذاتی ورد و تلاوت کے روزانہ ایک مقررہ مقدار کو حفظاً پڑھنا اور پھر غلطیوں کو دوسو مرتبہ یاد کرنا۔

۱۱۔ ایک ہی طباعت وسائز والے نسخہ قرآن کی پابندی:

ایک ہی طباعت وسائز و نمونہ والے نسخہ قرآن کی پابندی کرنا اور عمر بھر اس نسخہ معینہ میں تبدیلی نہ کرنا اور دوسری طباعت والے نسخہ میں ہرگز نہ یاد کرنا نہ حفظ کرنا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ آیات وکلمات وحروف حتیٰ کہ صفحات وسطور کی صورتیں اور جگہیں ذہن میں منقش ہو جاتی ہیں اور حفظ پڑھتے وقت یہ چیزیں نظر کے سامنے آتی جاتی ہیں نیز اس معینہ نسخہ میں پھیرا دینا بھی آسان ہوتا ہے۔ اب اگر آپ نے نسخہ تبدیل کرلیا تو آیات وکلمات وحروف و صفحات وسطور کی وہ صورتیں اور جگہیں جو آپ کے ذہن میں پہلے سے منقش ہیں ان میں تبدیلی ہو جانے کی وجہ سے آپ ذہنی خلفشار کا شکار ہو جائیں گے جس کا اثر لامحالہ ضبط پر بھی پڑے گا اور پھیرا دینے میں بھی کافی دقت کا سامنا ہوگا اس لئے نسخہ کو تبدیل نہ کیجئے اور اس بارہ میں مجمع ملک فہد مدینہ منورہ کا مطبوعہ قرآن "مصحف الحفاظ" نہایت موزوں ہے جس کا ہر صفحہ شروع آیت سے شروع ہوتا ہے اور آخر آیت پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ہر پارہ کے بیس صفحات اور ہر صفحہ کی پندرہ سطریں ہیں۔

۱۲۔ عدم تبدیلی استاذ:

شروع قرآن سے آخر قرآن تک حفظ کے پورے مرحلہ میں ایک ہی استاذ کے پاس حفظ کریں اور استاذ ہرگز تبدیل نہ کریں کیونکہ تبدیلی نہ کرنے سے استاذ و شاگرد کے درمیان ایک روحانی ونفسیاتی انتہائی پاکیزہ رشتہ وعلاقہ قائم ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسرے کی عادات اور اس کے مزاج واخلاق سے متعارف و واقف کار ہو جاتا ہے اور مانوس ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے حفظ میں بہت تیز روی اور آسانی میسر آجاتی ہے نیز شاگرد پر استاذ کی شفقت ومحبت اور بھرپور توجہ مبذول ہو جاتی ہے اور اس طرح حفظ قرآن کا مرحلہ بے حد

"میں نے وکیع سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو موصوف نے
مجھے گناہوں کے چھوڑنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ علم ایک نور ہے اور
نور کی طرف اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کی ہرگز رہنمائی نہیں فرماتے ہیں۔"

۱۵۔ ایک منظم و مخصوص اور مقررہ وقت کی پابندی کرنا:

جس کی آپ کبھی بھی خلاف ورزی نہ کریں اور نہ اس میں کسی قسم کا ردوبدل کریں۔ کیونکہ وقت گزرنے سے آپ کے اور اس مخصوص وقت کے درمیان ایک قسم کا تعلق و رابطہ قائم ہو جائے گا اور اس طرح آپ کو ذہنی نشاط اور دلجمعی کی کیفیت حاصل ہو جائے گی۔ اور ظاہر ہے کہ یہی چیز حفظ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ بخلاف اس کے کہ آپ آئے دن اوقات تبدیل کرتے رہیں یا اس وقت میں کمی و بیشی کے مرتکب ہوتے رہیں کہ اس صورت میں نفسیاتی طور پر آپ کمزور ہو کر آپ کے ذہنی قویٰ انتشار کا شکار ہو کر رہ جائیں گے اور حفظ کا تسلسل ٹوٹ جانے کی وجہ سے آپ کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

۱۶۔ نظام الاوقات:

دو پارے مکمل ہونے سے پہلے تو اپنی فرصت کے موافق نظم بنایا جائے لیکن دو پارے مکمل ہو جانے کے بعد مندرجہ ذیل نظام اوقات موزوں ہے:

بعد از ظہر: پارہ کو پھیرا دیں۔

بعد از عصر: یہ پارہ سنائیں۔

بعد از مغرب: سبق یاد کریں۔

بعد از عشاء: اولاً سبق مزید پختہ کریں پھر سناتے ہوئے پارے کی غلطیاں سو مرتبہ یاد کریں۔

بعد از فجر: اولاً سبق کو پندرہ مرتبہ پھر مقررہ طریقہ کے مطابق سبق کو پھیرا دے کر سنائیں اور غلطیاں یاد کریں اس کے بعد منزل کی مقررہ مقدار کی تلاوت کریں نیز فراغت کے بعد غلطیوں کو حسب سابق تکرار و یاد کریں۔

۱۷۔ حسنِ تعظیم:

صدقِ نیت سے جس قدر قرآن اور اپنے استاذ کی تعظیم بجالاؤ گے اسی قدر اللہ تعالیٰ حفظِ کلامِ پاک کا فیضان فرمائیں گے اگر یہ ادب و احترام محض ظاہری اور زبانی کلامی جمع خرچ کی حد تک ہو گا تو اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ (والعیاذ باللہ)

ضابطہ......(۲)

قابلِ اجتناب امور

﴿یعنی ایسے امور کا بیان جن میں سے کوئی ناقص و مفسد بھی پایا گیا تو حفظ ناممکن ہو جائے گا خواہ ارکانِ حفظ موجود ہی ہوں﴾

۱۔ قرآن کی بے ادبی:

بایں طور کہ آپ اس کو بغیر وضو کے اٹھائیں یا ہاتھ لگائیں یا اس کے اوپر کوئی چیز رکھ دیں یا اس کو زمین پر رکھ دیں۔

۲۔ استاذ کی بے ادبی:

کیونکہ ادب کی کمی کی وجہ سے حصولِ علم میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ادب کا لحاظ رکھنے سے تعلیم کی برکت اور حفظ کی سرعت میسر آجاتی ہے۔

۳۔ کچھ فاسد عقیدے:

قرآن بھول لینے کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن میں دیکھ کر پڑھنے کے متعلق یہ خیال رکھنا کہ نوافل میں اور نمازِ تراویح میں ناظرہ قرآن پڑھنا جائز و صحیح ہے۔ یہ سب فاسد خیالات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۷۔ نماز تراویح میں سنانے کی پابندی کرنا:

رمضان میں ہر سال قرآن پاک سنانے کی پابندی کرنا انتہائی مفید ہے۔ کیونکہ محراب میں بالخصوص فرض جہری نمازوں میں بالاستیعاب ترتیب وار قرآن پڑھنے سے خوب پختگی و پائیداری حاصل ہوتی ہے۔

مقررہ معمولات کے ساتھ ساتھ روزانہ کم از کم دو پارے منزل پڑھنا ضروری و لابدی امر ہے۔

ایک عظیم خوشخبری:

ہر غلطی کے متعلق جو ہم نے بار بار یہ کہا ہے کہ "اس کو سو سو مرتبہ یاد کیا جائے" اس سے ہرگز گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سبق، پارہ، منزل یہ سب چیزیں اسباق ہی سے تیار ہو کر بنتی ہیں سبقی پارہ اسباق ہی کا نام ہے آدھا پارہ مثلاً بیس اسباق ہی کے مجموعہ کا نام ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس تو جب آپ روزانہ نیا سبق فاتحہ کی طرح خوب مضبوط اور یاد کریں گے تو بفضلہ تعالیٰ آدھے پارے کی مقدار میں آپ کی تین یا چار ہی غلطیاں آئیں گی اور ظاہر ہے کہ ایک دو غلطیوں کو سو مرتبہ کہنا کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا

— فافہم و تدبر —

ضابطہ ... (۳)

جدید سبق یاد کرنے کا بہترین طریقہ کار

جس سبق کو آپ نے یاد کرنا ہے اول اس کو دس پندرہ منٹ تک کئی مرتبہ ترتیل اور بلند آواز کے ساتھ ناظرہ پڑھیں۔ آپ یقیناً خود محسوس کریں گے کہ آپ کے اندر از خود ہی سبق کے حفظ کا جذبہ ابھر رہا ہے اور طبیعت اس کے یاد کرنے کی طرف خود بخود مائل ہو رہی ہے۔

پورے صفحہ پر ٹکٹکی لگا کر بار بار اسی تصور کے ساتھ بھرپور نظر ڈالیں گویا آپ کی آنکھ تصویر لینے کا کیمرہ ہے اور آپ اس صفحہ کو اپنی آواز اور نظر کے ذریعہ اس کے اندر محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی دوران آپ اپنے کیمرہ یعنی آنکھ کو اتنی مقدار بند کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ

پوری طرح اس صفحہ پر جمائے رکھیں اور خوب غور سے اس پورے صفحے کا کئی بار مطالعہ کریں۔
ہر ہر آیت کو الف سے ی تک یاد کریں اس طرح کہ اپنی آنکھ کو پوری طرح کھولیں اور ذہن کو ہر
خیال و وسوسے سے خالی کر لیں اور صفحے کی پہلی آیت کو قدرے آواز کے ساتھ تجوید کی رعایت
رکھ کر صحیح صحیح کم از کم دس مرتبہ ناظرہ پڑھیں۔

آنکھیں بند کر کے اپنے حافظہ کی مدد سے اسی آیت کو کم از کم دس ہی مرتبہ پڑھیں۔

آنکھیں کھول کر اسی آیت کو دوبارہ ناظرہ پڑھیں تاکہ پورا اطمینان حاصل ہو جائے
کہ واقعی آپ نے اس کو صحیح صحیح حفظ کیا ہے۔ جب سو فیصد یہ اطمینان حاصل ہو جائے تو اب
آنکھیں بند کر کے پھر اسی آیت کو اتنی مرتبہ حفظ پڑھیں کہ پوری آیت میں کہیں غلطی ہونے کی
نوبت نہ آئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ آیت آپ کے حافظے میں کالنقش فی الحجر
(پتھر میں لکیر کی طرح) محفوظ ہو چکی ہے جس کو آپ مدۃ العمر نہیں بھولیں گے ان شاء اللہ!
شرط یہ ہے کہ تکرار اور اعادہ کے دوران آپ کے سامنے کسی قسم کی آواز کا شور و شغب اور
کوئی منظر پیش نہ ہو جو ذہن کی توجہ کو منتشر کرنے کا ذریعہ ثابت ہو، نیز آپ تکرار کے
دوران اردگرد کی سب چیزوں سے قطعی بے نیاز اور یکسر لاتعلق ہوں۔ کمرے کے سامان اور
تصاویر و چٹائی پر ہرگز فضول نظر نہ ڈالیں اور نہ ہی کھڑکی سے باہر والے مناظر دیکھنے کی فضول
حرکت کریں۔

آگے بڑھیں اور دوسری آیت کو بعینہٖ اسی طریقے کے مطابق یاد کریں جس کے مطابق
آپ نے پہلی آیت کو یاد کیا ہے لیکن اس کو یاد کرنے کی ابتدا یوں کریں کہ ایک دو کلمے کی
پہلی یاد کی ہوئی آیت کے آخر میں سے ابتدا کے طور پر لے لیں تاکہ دونوں آیتوں کے حفظ
میں ربط اور تسلسل قائم ہو جائے۔

جب یہ دوسری آیت مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق خوب یاد ہو جائے تو اب ان
دونوں آیتوں کو کم از کم دس بار پڑھیں۔ اگر ان دونوں آیتوں کے کسی خاص موقع میں کچھ
اشکال و تردد پیش آئے تو اس لفظ و موقع کو دس مرتبہ ناظرہ اور پھر دس مرتبہ حفظ کریں۔

جب یہ دونوں آیتیں خوب از بر ہو چکیں تو اب تیسری آیت کے حفظ کرنے کی

جانب توجہ مبذول کریں اور درج بالا طریقہ حفظ وطریقہ ربط و تکرار کے موافق اس کو یاد کر کے سابقہ دو حفظ کردہ آیات کو ساتھ ملا کر تینوں کو دس مرتبہ کہیں۔ الغرض! اسی طرح صفحہ کے آخر تک ایک ایک آیت یاد کرتے جائیں اور سبق شروع سے ملاتے جائیں اور دس دس پھیرے دیتے جائیں۔

جب یہ صفحہ مکمل یاد ہو جائے تو اب اسی طرح صفحہ کے آخر کی طرف سے ایک ایک آیت کو لیتے جائیں۔ پہلے ہر آیت کو دس مرتبہ کہیں پھر جتنی آیتیں ہوتی جائیں ان کو بھی ملا کر دس دس پھیرے دیتے جائیں اور شروع صفحہ تک اسی طرح آجائیں تاکہ پورا سبق برابر اور یکساں طور پر یاد ہو جائے۔

اگر کوئی آیت لمبی ہو تو اس کو وقوف کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کر کے حفظ کیا جائے۔ واللہ الموفق۔

ضابطہ......(۴)

سبق یاد کرنے کے بہترین اوقات

سبق یاد کرنے کے بہترین اوقات تین ہیں:

۱۔ سحری و تہجد کا وقت۔

۲۔ نماز فجر کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک کا وقت۔

۳۔ مغرب و عشاء کا درمیانی وقت، بالخصوص سونے سے پہلے کا وقت۔

کیونکہ یہ فطرتی بات ہے کہ دن کے آخری حصے میں اور سونے سے پہلے جو امور و واقعات انسان کو پیش آتے ہیں سونے کے بعد پوری رات غیر محسوس طور پر عقل باطنی انہی واقعات کے فکر و خیال میں مشغول رہتی ہے، جبکہ سونے والا اپنی نیند و استراحت میں محو ہوتا ہے اور اس بات کا اسے قطعی شعور ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو سبق آپ نے سونے سے پہلے توجہ حافظہ میں بخزون و محفوظ کر دیا ہے سونے کے بعد آپ کی عقل باطنی اس کو پوری رات برابر

خوبی رہے گی حتیٰ کہ آپ جب صبح کو نیند سے بیدار ہوں گے تو غیر محسوس طور پر اس سبق کو اپنے ذہن میں بالکل مربوط و محفوظ اور یاد پائیں گے۔ اگر تہجد کے وقت اٹھنے کی توفیق ہو جائے تو اسی وقت ورنہ نماز فجر کے بعد رات والے سبق کو کم از کم پندرہ مرتبہ کہیں۔ ان شاء اللہ وہ سبق آپ کو اس طرح نوک زبان ہو جائے گا کہ اس میں آپ کو ذرا بھی اشکال و خدشہ پیش نہ آئے گا اور زبان پر وہ سبق حیرت انگیز سرعت و تیزی و روانی کے ساتھ بالکل صحیح جاری ہو جائے گا جس کی وجہ علاوہ عقلی باطنی کی محنت کے ان اوقات کی نورانیت نیز ان اوقات میں ذہن کی صفائی اور جسم کی تروتازگی ہے۔

ضابطہ......(۵)

سبق سنانا اور غلطیوں کی سو بار اصلاح کرنا

جب سبق خوب یاد ہو جائے تو استاذ کو یا کسی معتمد علیہ ساتھی کو سنایئے اور غلطی کی جگہ پنسل وغیرہ کے نشانات لگواتے جایئے۔ بعد میں ان تمام نشانات کو آگے پیچھے والے دو دو یا تین تین کلمات کے ساتھ ملا کر سو سو مرتبہ خوب غور و فکر سے اس طرح دہرایئے کہ آئندہ پوری زندگی میں وہ غلطی قطعی سرزد نہ ہو۔ فَاِنَّ الشَّیْءَ اِذَا تَکَرَّرَ تَقَرَّرَ فِی الْقَلْبِ یعنی کوئی چیز بار بار دہرائی جاتی تو دل میں خوب پائیدار اور راسخ ہو جاتی ہے۔ یہ عمل کرنے کے بعد وہی سبق دوبارہ سنایئے حتیٰ کہ وہ فاتحہ کی طرح ایسا ازبر ہو جائے کہ اس میں کسی ایک کلمے یا حرف یا حرکت میں بھی آپ کو کوئی اشکال باقی نہ رہے کَاَنَّہٗ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہے) اگر بالفرض کسی دن آپ کو سبق سنانے کے وقت مقررہ سے آدھے گھنٹے بعد تک وہ سبق اس معیار کے مطابق یاد نہیں ہو سکا تو آج اس سبق کا ناغہ کر دیجئے اور اس کو کل آئندہ پر ڈال دیجئے مگر یہ طرز عمل آپ کے متعلق یہ شکایت کر رہا ہے کہ آپ نے سبق یاد کرنے کے مقررہ طریقہ پر عمدرآمد کرنے میں کوتاہی و لاپرواہی اور غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ آئندہ کے لئے ضیاع وقت سے بچنے کے لئے محتاط اور خوب ہوشیار و بیدار مغز ہو جایئے۔

ضابطہ۔۔۔(۶)

سبق یاد کرنے اور سنانے کا طریقۂ کار

روزانہ نیا سبق سن لینے کے بعد قریب والے چار اسباق بھی پھیرا دے کر ضرور سنائیں اور ان کو پھیرا دینے کا طریق کار یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد سبق کو چند مرتبہ پڑھ چکنے کے بعد اوپر والے سبق کو چند بار نظر دیکھ کر پھر آئندہ نئے سبق کے ساتھ ملا کر چار پھیرے حفظ دیں پھر اس سے اوپر والے کے ساتھ ملا کر اسی طرح تینوں کو تین پھیرے دیں۔ پھر اس سے اوپر والے کو ملا کر دو بار دو بار یعنی آخر میں چوتھے سبق کو ملا کر پانچوں کو ایک بار پھیرا دیں پھر روزانہ اوپر والے چوتھے سبق کو چھوڑتے جائیں اور اس کے بدلے میں گذشتہ دن والے سبق کو شامل کرتے جائیں۔ پھر سبق سنانے کے بعد اس کی غلطیوں کو سو بار کہیں۔

ضابطہ۔۔۔(۷)

پارہ روزانہ یاد کرنا اور سنانا

آموختہ و خواندہ میں سے روزانہ کچھ مقدار یاد کریں۔ اس طرح کہ ایک مرتبہ ناظرہ اور دوسری مرتبہ حفظ اس کو پھیرا دیں پھر سنائیں اور غلطیوں پر نشانات لگوائیں اس کے بعد ان نشانات کو سو سو مرتبہ یاد کریں، باقی مقدار بمراحل کے حدود یہ ہیں۔

۱۔ دو پارے مکمل ہونے تک روزانہ مکمل آموختہ و خواندہ۔

۲۔ دو پاروں کے بعد آدھا پارہ یومیہ۔

۳۔ پانچ پاروں پر ایک دن کا وقفہ

(اس وقفہ میں روزانہ ایک پارہ سنائیں لیکن پاروں کی ترتیب بالعکس ہو یعنی آخری پانچویں پارے سے شروع کر کے ایک ایک پارہ اول کی طرف سناتے آئیں تاکہ آخری پاروں میں مزید پختگی کا تدارک ہو جائے)

۴۔ پانچ پاروں کے بعد ایک پارہ روزانہ

۵۔ دس پاروں پر پندرہ دن کا وقفہ

(اس وقفہ کے دوران روزانہ سوا پارہ بترتیب معکوس سنائیں یعنی پہلے دن دسواں پارہ اور نویں کا آخری پاؤ دوسرے دن سورۂ اعراف اسی طرح پہلے پارے تک آ جائیں)

۶۔ دس پاروں کے بعد سوا پارہ یومیہ

۷۔ پندرہ پاروں پر بیس دن کا وقفہ

(جس میں حسب سابق ترتیب بدل کر روزانہ ڈیڑھ پارہ سنائیں)

۸۔ پندرہ پاروں کے بعد ڈیڑھ پارہ روزانہ

۹۔ بیس پاروں پر پچیس دن کا وقفہ

(اس وقفہ میں ترتیب برعکس کر کے روزانہ پونے دو پارے سنائیں)

۱۰۔ بیس پاروں کے بعد پونے دو پارے یومیہ

۱۱۔ پچیس پاروں پر ایک ماہ کا وقفہ

(جس میں روزانہ دو پارے آخر کی طرف سے ترتیب بدل کر سنائیں)

۱۲۔ پچیس پاروں کے بعد دو پارے روزانہ

۱۳۔ ختم قرآن کے بعد ایک سال کا وقفہ

(اس وقفہ میں روزانہ تین پارے بترتیب معکوس سنائیں)

۱۴۔ سال مکمل ہو جانے پر مدۃ العمر پانچ پارے منزل کا سلسلہ جاری رکھیں۔

اس طرح کی فراغت کے بعد روزانہ اس منزل کی غلطیوں کو کم از کم سو مرتبہ ضرور کہا جائے تاکہ آئندہ پوری زندگی میں وہ غلطی قطعی سرزد نہ ہو۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

﴿من واظب على قراءة الخمس لم ينس﴾

یعنی جو شخص پوری باقاعدگی سے روزانہ پانچ پاروں کے پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھے اس کو قرآن پاک کبھی نہیں بھولے گا۔

ضابطہ ۔۔۔ (۸)

یومیہ شخصی تلاوت اور منزل پڑھنے کا طریقۂ کار

سبقی اور پارہ کے علاوہ روزانہ بطور ورد کے کچھ منزل بھی حفظاً پڑھا کریں۔ دورانِ تلاوت غلطیوں کے نشانات لگاتے جائیں اور بعد از فراغت ہر نشان کو سو مرتبہ پڑھیں۔ منزل کی مقدارِ تلاوت کے سات ادوار ہیں۔

۱۔	پانچ پاروں کے مکمل ہونے تک	روزانہ ایک پارہ
۲۔	دس پاروں کے مکمل ہونے تک	روزانہ سوا پارہ
۳۔	پندرہ پاروں کے مکمل ہونے تک	روزانہ ڈیڑھ پارہ
۴۔	بیس پاروں کے مکمل ہونے تک	روزانہ پونے دو پارے
۵۔	پچیس پاروں کے مکمل ہونے تک	روزانہ ڈھائی پارے
۶۔	ختم قرآن ہونے تک	روزانہ تین پارے
۷۔	ختم قرآن کے بعد	روزانہ پانچ پارے

تنبیہ: ۵/۱۰/۱۵/۲۰/۲۵ پاروں کے وقفوں کے دوران منزل کی ترتیب کو بالعکس کر دیں یعنی آخر کی طرف سے شروع کر کے شروع کی طرف ختم کریں۔ تاکہ یہ چیز پختگی کے قوانین کو برقرار رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

ضابطہ ۔۔۔ (۹)

سبق، سبقی، پارہ، منزل کی تطبیقی مثالیں

مثال (۱):

جب الحمد سے مثلاً تین پارے مکمل ہو جائیں اور آپ نے چوتھا پارہ شروع کر دیا تو روزانہ نظم حسب ذیل ہوگا۔

پہلے دن:

سبق: لکن تاء العزیز سے بعدائیہ نظم الغفرین تک

سبقی: ان ہٰذا لھو القصص الحق سے آخر پارہ ۳ تک

پارہ: نصف اول پارہ آٹھ

منزل: ایک پارہ، نصف آخر پارہ ۱ (تطمعون) سے نصف اول پارہ ۲ (واللہ سریع الحساب) تک۔

دوسرے دن:

سبق: وکیف تکفرون سے ظلماً لمحسنین تک۔

سبقی: یا اہل الکتٰب لم تلبسون الحق سے بعد ایمانکم کٰفرین تک۔

پارہ: نصف ثانی پارہ آٹھ۔

منزل: ایک پارہ، نصف آخر پارہ ۲ (واذکروا اللہ) سے نصف اول پارہ ۳ (واللہ عندہ حسن المآب) تک۔

تیسرے دن:

سبق: ربنا فی السمٰوٰت سے علیم یا لمحسنین تک۔

سبقی: وان تجد الفریقا سے ظلماً لمحسنین تک۔

پارہ: نصف اول پارہ ۲ سیقول۔

منزل: ایک پارہ، نصف آخر پارہ ۳ نصف اول پارہ ۴۔

مثال (۲) برائے اقتباس پارہ و منزل:

جب الم سے مثلاً دس پارے مکمل ہو جانے کے بعد پندرہ دن کا وقفہ ہوگا تو منزل سے روزانہ نظام حسب ذیل ہوگا۔

پہلے دن:

پارہ: سوا پارہ سورۃ انفال سے ختم پارہ ۱۰ تک۔

تیسرے دن:

سبق: والذین اتخذوا مسجداً سے وذٰلک ھو الفوز العظیم تک۔

سبقی: استغفرلھم سے علیم حکیم (آیت ۱۰۶) تک۔

پارہ: سوا پارہ نصف دوم پارہ ۳ سے ختم سورۃ آل عمران تک۔

منزل: سوا پارہ شروع سورۃ نساء سے اختتام پارہ ۵ تک۔ اسی طرح تیاری کرتے چلے جاؤ۔

ضابطہ....(۱۰)

قوت حافظہ اور خوش آوازی کے لیے بعض غذائی چیزیں

۱۔ زہری فرماتے ہیں کہ تم پر شہد لازم ہے کیونکہ وہ حافظہ کے لئے بہترین چیز ہے۔

۲۔ پودینے کو جوش دے کر اس میں کلونجی کے تیل کے چند قطرے اور خالص شہد کا ایک بڑا چمچ ملا دیں اور صبح نہار منہ اس کو پی لیں، پورا دن حافظہ ترو تازہ اور طبیعت ہشاش بشاش رہے گی۔

۳۔ شہد کو کلونجی کے تیل کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا خوش آوازی اور بلغم نکالنے کے لئے انتہائی مفید و مجرب ہے۔

۴۔ بخاری کا قول ہے کہ جو شخص حدیث شریف کو حفظ کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ کشمش استعمال کرے۔ (صبح کو نہار منہ صاف ستھری کشمش تے اکیس دانے استعمال کریں)

۵۔ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور بھولنے کی بیماری کی شکایت کی، فرمایا گائے کا دودھ لازم کرلے کیونکہ دل کو بہادر بناتا ہے اور بھولنے کی بیماری کو دور کرتا ہے۔

۶۔ قوت حافظہ کی نیت سے زمزم کا پانی پئیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ

ضابطہ...... (۱۲)

حفظ قرآن کے ذوق وشوق کو برقرار رکھنے والے چند عوامل

اس بات کا استحضار رکھا جائے کہ مسلمان کا اصل ہدف "اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے ذریعہ آخرت کی کامیابی" ہے اور اس ہدف تک پہنچنے والے ذرائع ووسائل میں سے قرآن کریم عظیم ترین ذریعہ ووسیلہ ہے، نیز یہ استحضار رکھا جائے کہ حفاظ قرآن کے لئے آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار اجر وثواب تیار فرما رکھا ہے۔ نیز قرآن کریم کی بدولت انسان کو دنیا میں بھی عظیم ترین مقام اور امتیازی اعزاز واکرام کا نمایاں اور خصوصی درجہ ومرتبہ حاصل ہوتا ہے اور سب لوگ اس کو عزت وقدر اور رفعت وفضیلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ضابطہ...... (۱۳)

حفظ کی مشکلات کا حل تضرع الی اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کریمی کی طرف دعا اور ذکر کے ذریعہ رجوع اور گریہ وزاری اور اس پر اعتماد اور اسی سے طلب مدد ہر مشکل کو آسان بنا دیتی ہے۔ لہٰذا جب کبھی آپ کو حفظ کی بابت طبیعت پر گرانی کا احساس ہونے لگے تو اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ ذات باری کی طرف رجوع کریں، اسی سے مدد حاصل کریں۔ اگر تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا آجائے اور خوب گڑگڑا کر اس وقت اللہ تعالیٰ سے آسانی اور قرآن کی بابت شرح صدر کی دعا کی توفیق میسر آجائے تو ممکن نہیں کہ تم پر اللہ کریم احسان و توجہ فرما کر حفظ کا دروازہ نہ کھول دیں۔ آزمائیں اور خوب تجربہ کر کے دیکھیں۔

ضابطہ......(۱۴)

ایک ہی طباعت والے نسخۂ قرآن کی پابندی

قرآن کریم کے مختلف سائزوں اور طباعتوں کے بے شمار نمونے اور نسخے موجود ہیں ان میں سے آپ جس سائز و نمونہ اور طباعت والا کوئی سا نسخہ حفظ کے لئے جب ایک مرتبہ منتخب کریں تو پھر پوری عمر اسی طباعت والے نسخہ کی پابندی کریں اور حتی المقدور اس کو تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ آیتوں اور کلمات و حروف کی جگہیں اور صورتیں بلکہ خود صفحات اور ان کی سطریں تک ذہن کے صفحہ پر مرتسم اور قوت حافظہ کے دفتر میں اس طرح منقش ہو جاتی ہیں کہ اگر کوئی سالہا سال کے بعد بھی آپ سے کسی آیت یا کلمہ یا حروف کے بارے میں سوال کرے تو آپ فوری طور پر اس کو بتا دیں گے کہ یہ آیت یا کلمہ یا حرف فلاں صفحہ کی فلاں جگہ پر لکھا ہوا ہے۔ کم از کم اتنا تو ضرور بتا دیں گے کہ وہ آیت یا کلمہ یا حرف اس صفحہ کے دائیں طرف ہے یا بائیں طرف، اس لئے نسخۂ مصحف کو تبدیل نہ کریں تاکہ آیات و کلمات اور حروف کی جو جگہیں اور صورتیں آپ کے ذہن میں منقش ہوں ان کے بارے میں آپ کو تشویش و تردد اور پریشانی کا سامنا نہ ہو۔

ضابطہ......(۱۵)

ربط آیات کا عمل

ہر آیت کے اخیر کو دوسری آیت کے شروع کے ساتھ فوری طور پر اور بغیر کسی توقف و ہچکچاہٹ کے ملا کر اس قدر بار بار کہا جائے کہ زبان بے ساختہ اس ارتباطی کیفیت کی عادی ہو جائے اور آپ پہلی آیت کے بعد بے تکلف اور پوری سہولت کے ساتھ فوری طور پر دوسری آیت کو پڑھنے لگیں۔ یہ عمل کم از کم پچاس یا سو مرتبہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں ہر دو صفحات بلکہ ہر دو پاروں نیز ہر دو سورتوں کے درمیان بھی ربط آیات کا یہ عمل ہونے کا رہنا چاہئے۔

ضابطہ......(۱۶)

حفظ میں آسانی پیدا کرنے کیلئے بعض مددگار امور

وضو اور کامل طہارت کے ساتھ نیز پورے خشوع و سکون اور وقار کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھ کر حفظ کیا جائے۔ نیز بہتر یہ ہے کہ حفظ کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جو زیادہ کھلی ہو نیز وہاں پھول، پتیاں، نقش و نگار اور ذہن کو منتشر کرنے والی چیزیں نہ ہوں۔ اور صاف ستھری تازہ ہوا کی آمد و رفت کے لحاظ سے بھی وہ جگہ بہترین محل وقوع پر واقع ہو۔ نیز وہ جگہ پرسکون اور شور و غوغا سے محفوظ ہو۔

ضابطہ......(۱۷)

حفظِ قرآن کے جذبہ کو تازہ دم رکھنے کی مختلف تدابیر

چہل قدمی:

بعض دفعہ طبیعت میں افسردگی و اکتاہٹ اور بے ذوقی اور جسم میں بوجھل پن اور سستی کا احساس ہونے لگتا ہے اس کے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ مسجد کے دو ستونوں یا دو کونوں کے درمیان پیدل چکر لگا کر سبق یاد کریں کیونکہ پیدل چلنے سے جسم کے اعضاء میں نشاط و چستی اور طبیعت میں بشاشت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پیدل چلنے کی مثال ایسی ہے جیسے بیٹری کے بٹن کو دبا کر اس کے سیلوں کو چارج کر دیا جائے۔ جس طرح یہ عمل بیٹری کو روشن اور چالو کر دیتا ہے اسی طرح چلنے پھرنے سے جسم کی مستعدی و ہمت اور طبیعت کی خوشگواری بحال ہو جاتی ہے۔

جسم کو حرکت دینا:

جس طرح بجلی کے بلب کا بٹن دبانے سے بلب میں کرنٹ آ جاتا ہے اور بلب روشن و سرگرم عمل ہو جاتا ہے اسی طرح سبق وغیرہ یاد کرتے وقت ایک مخصوص نظام و تناسب کے

والا صفحہ تو خوب یاد ہوتا ہے مگر تیسرا والا حصہ اس معیار پر محفوظ نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ شروع شروع میں تو طبیعت تازہ اور ذہن خوب مستعد ہوتا ہے لیکن اخیر صفحہ تک پہنچتے پہنچتے ہمت میں کمزوری اور طبیعت و ذہن میں سستی اور تھکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن جب آپ صفحہ کے آخر سے سبق یاد کرنا شروع کریں گے تو صفحہ کا آخر والا حصہ بھی اسی معیار کے مطابق خوب پختہ یاد ہو جائیگا جس پر اس کا شروع والا حصہ یاد ہوا ہے کیونکہ صفحہ کے شروع والے حصہ تک پہنچنے کے بعد طبیعت ایک قسم کی فرحت محسوس کرے گی اور نفسیاتی طور پر شروع والا حصہ بھی برابر اور یکساں پختہ اور محفوظ ہو جائے گا۔

ایک ایک سطر یاد کرنا:

طبیعت میں خوشگواری و تازگی پیدا کرنے کے لئے ایک جدت یہ بھی اختیار کر سکتے ہیں کہ جس صفحہ کو یاد کرنا آپ کو منظور ہو اس کو بجائے ایک ایک آیت کے ایک ایک سطر کر کے اس طرح یاد کریں کہ اولاً ایک کاغذ سے اس پورے صفحہ کو ڈھانک دیں پھر ایک ایک سطر سے (یعنی اول پہلی سطر سے پھر دوسری سے پھر تیسری سے اسی طرح آخر تک) اس کاغذ کو ہٹا کر اور اسی اسی سطر کو دیکھ دیکھ کر مقررہ طریقہ کے مطابق اس صفحہ کو سطر بسطر یاد کرتے جائیں اور ساتھ ساتھ ہر دو سطروں میں ربط کا عمل اور حفظ کی ہوئی پوری پوری سطور کو ملا کر اکٹھا پھیر دینے کا عمل بھی بروئے کار لاتے جائیں۔ صفحہ کے اختتام تک برابر اس طریقہ پر عمل درآمد کریں۔

استاذ کی ذمہ داری:

قرآن کریم کے اساتذۂ کرام کو چاہیے قرآن اور اس کے حفظ کے فضائل کے متعلق احادیث نیز قرآن کریم کے حفاظ کے واقعات و حالات طلباء کو سناتے رہا کریں تاکہ ان کے اندر خوب ذوق و شوق کی کیفیت موجزن رہے۔

باب.....(۵)

اسلاف کا حیرت انگیز حافظہ

امت محمدیہ ﷺ کی چند ایسی نامور، نابغہ روزگار اور عبقری شخصیات کا تذکرہ (ترتیب زمانی کے اعتبار سے) جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے مثال اور باکمال حافظہ عطا فرمایا، انہوں نے اس حافظہ کو علم الٰہی کی حفاظت میں استعمال کیا اور مجددین کی آبیاری فرمائی۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(متوفی ۵۸ھ یا ۵۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ذہانت وفطانت کے ساتھ غیر معمولی قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا شروع شروع میں رسول اکرم ﷺ کے بعض ارشادات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذہن سے نکل جاتے تھے یہ بات ان کے لئے سوہان روح تھی۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا

"یا رسول اللہ! میں آپ کی بہت سی روایات کو سنتا ہوں لیکن (حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے) آپ ﷺ کے (بعض) ارشادات بھول جاتا ہوں!!!"

آپ ﷺ نے فرمایا

"چادر بچھاؤ"

میں نے چادر بچھائی تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر اس چادر میں ڈال دی پھر فرمایا:

"اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاؤ"

میں نے اس کو اپنے سینے سے لگایا اس کے بعد میں کبھی آپ ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں بھولا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ کا حافظہ رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ:

علامہ ابوبکر قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی دعا سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں نسیان کی کمزوری باقی نہ رہی (حالانکہ بھول کی یا نسیان کی کمزوری انسانی فطرت کا خاصہ ہے) درحقیقت یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا اور ایسے

---

۱ صحیح بخاری کتاب العلم (۱/۲۰)

امور کا عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی۔[1]

حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"جو شخص چادر پھیلائے گا یہاں تک کہ میں بات ختم کر دوں اور پھر اس کو لپیٹ لے تو یہ شخص کبھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا"

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی بات پوری ہونے سے پہلے چادر کو پھیلایا اور لپیٹ لیا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات میرے حافظہ سے خطا نہیں ہوئی۔[2]

تمنائے دل اور اس کی تکمیل:

حضرت ابو ہریرہؓ کی شدید خواہش تھی کہ انہیں ایسا علم عطا ہو جائے جسے وہ کبھی نہ بھولیں۔ ایک موقع پر ان کی یہ دیرینہ خواہش ایک عجیب انداز میں پوری ہو گئی، وہ اس طرح کہ ایک دفعہ کوئی شخص حبر الامۃ حضرت زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے فرمایا "حضرت ابو ہریرہؓ سے دریافت کرو!" پھر خود ہی یہ واقعہ سنایا:

"ایک دن میں، ابو ہریرہؓ اور فلاں شخص مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے دعا اور ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے، حضور ﷺ نے فرمایا "تم لوگ اپنا کام جاری رکھو" اس کے بعد میں نے اور ہمارے پاس موجود شخص نے دعا مانگی، رسول اللہ ﷺ نے اس پر آمین کہا۔ اس کے بعد ابو ہریرہؓ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض پیرا ہوئے:

"یا الٰہی! جو کچھ میرے ساتھی تجھ سے پہلے مانگ چکے ہیں وہ مجھے بھی عطا کر، اس کے علاوہ میں تجھ سے ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو کبھی فراموش نہ ہو"

---

[1] قسطلانی (۱/۲۸۰) [2] البدایۃ والنھایۃ (۸/۱۰۵)

حضور ﷺ نے اس پر بھی آمین کہا، پھر میں نے اور میرے ساتھی نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہم بھی ایسے علم کا سوال کرتے ہیں جو فراموش نہ ہو"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دوسی نوجوان اس چیز میں تم پر سبقت لے گیا"

یعنی اللہ کی طرف اس وقت حافظہ کی جو قوت تقسیم ہوئی تھی وہ اس دوسی نوجوان یعنی حضرت ابوہریرہؓ کے حصہ میں آچکی ہے۔

حفظ احادیث کو عبادت کا درجہ:

حضرت ابوہریرہؓ حفظ حدیث کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور صرف ان کے ایک دفعہ سن لینے ہی کو کافی نہ سمجھتے بلکہ ان کا اعادہ و تکرار بھی کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

"میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک تہائی میں نماز پڑھتا تھا، ایک تہائی میں آرام کرتا تھا اور ایک تہائی میں احادیث کا دور کیا کرتا تھا"[1]

بے نظیر حافظہ:

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ ایک دوسرے صحابی سے ملے تو ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کونسی سورت پڑھی تھی۔

انہوں نے جواب دیا "مجھے پتہ نہیں"۔

حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا "کیا تم نماز میں شریک نہیں تھے؟"

انہوں نے کہا "شریک تو تھا لیکن مجھے یاد نہیں ہے"

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے فلاں سورت تلاوت فرمائی تھی"

سب سے بڑے حافظ حدیث:

اپنے قوی حافظہ اور مسموع احادیث کے اعادہ و تکرار کی بدولت حضرت ابوہریرہؓ صحابہ

---

[1] سنن دارمی (۸۲/۱) [2] تاریخ ابن عساکر (۳۴۸/۱۹)

کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑھ کر حافظ حدیث ہو گئے تھے۔ ان کے مشہور شاگرد حضرت ابو صالح السمانؒ کا یہ قول ہے:

"ابو ہریرہؓ تمام صحابہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ صحابہ کرام میں سب سے افضل ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ وہ حفظ حدیث میں سب سے بڑھ گئے تھے"۔ ۱

حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظہ کا امتحان:

امام بخاریؒ نے "کتاب الکنی" میں نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مروان بن الحکم جو دمشق کی مروانی حکومت کا سب سے پہلا حکمران ہے، اس کے سیکرٹری ابو الزعیزعہ کا بیان ہے کہ ایک دن مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کو طلب کیا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کثرت سے جو حدیثیں روایت کیا کرتے تھے اس سلسلے میں مروان کچھ شکوک و شبہات میں مبتلا تھا، بہرحال بلانے پر حضرت ابو ہریرہؓ تشریف لائے۔ مروان نے ان کے آنے سے پہلے ہی اپنے سیکرٹری ابو الزعیزعہ کو حکم دے رکھا تھا کہ پردہ کے پیچھے دوات قلم اور کاغذ لے کر بیٹھ جائے۔ میں ابو ہریرہؓ سے حدیثیں پوچھوں گا جو حدیثیں وہ بیان کریں ان کو تم لکھتے چلے جانا۔ یہی کیا گیا۔ مروان چھیڑ چھاڑ کر حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیثیں پوچھنے لگا۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتے جاتے تھے اور پس پردہ ابو الزعیزعہ لکھتا چلا جاتا تھا ان حدیثوں کی تعداد کیا تھی، خود ابو الزعیزعہ کا بیان ہے:

فَجَعَلَ يَسْئَلُ وَ اَنَا اَكْتُبُ حَدِيْثاً كَثِيْراً

پس مروان ابو ہریرہؓ سے پوچھنے لگا اور میں نے بہت سی حدیثیں لکھ لیں۔

بہرحال "حَدِيْثاً كَثِيْراً" (بہت سی حدیثوں) کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثوں کی کافی معقول تعداد تھی جو اس وقت قلمبند ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو قطعاً مروان کی اس پوشیدہ کارروائی کی خبر نہ تھی، مجلس برخواست ہوئی، حضرت ابو ہریرہؓ چلے گئے اور مروان نے حدیثوں کے اس مجموعہ کو بحفاظت تمام رکھوا دیا۔ سال بھر کے بعد ابو الزعیزعہ کہتے

---

۱ تذکرۃ الحفاظ (۱/۳۳) الاصابہ (۴/۲۰۵)

ہیں کہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو دوبارہ طلب کیا اور مجھے حکم دیا کہ مکتوبہ حدیثوں کے اسی مجموعہ کو لے کر پردہ کے پیچھے بیٹھ جاؤ، میں ان سے ان ہی حدیثوں کو پوچھوں گا، دیکھو اب کی دفعہ وہ کیا بیان کرتے ہیں تم ان مکتوبہ حدیثوں سے ان کو ملاتے جانا۔ حکومت کی طرف سے ابو ہریرہؓ کا گویا یہ امتحان تھا۔ امتحان لیا گیا، نتیجہ کیا نکلا؟ ابوالزعیزعہ ہی کی زبانی سنئے:

﴿فَتَرَكَهُ سَنَةً ثُمَّ أَرْسَلَهُ إِلَيْهِ وَ أَجْلَسَنِيْ وَرَاءَ السِّتْرِ فَجَعَلَ يَسْأَلُهُ وَ أَنَا أَنْظُرُ فِي الْكِتَابِ فَمَا زَادَ وَ لَا نَقَصَ﴾[1]

"پس مروان نے نوشتہ حدیثوں کے مجموعہ کو سال بھر تک رکھ چھوڑا، سال بھر کے بعد مجھے پھر پس پردہ بٹھا کر حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھنے لگا، اور میں کتاب میں دیکھتا جاتا تھا، پس ابو ہریرہؓ نے کسی لفظ کا اضافہ کیا اور نہ ہی کم کیا"۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ان حدیثوں کے متعلق تو صحیح طور پر نہیں بتایا جا سکتا کہ ان کی صحیح تعداد کیا تھی، ہمیں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند قلیل روایتیں نہیں تھیں بلکہ کثیر روایتوں کا مجموعہ تھا[2]

---

[1] (الصحیح للبخاری، کتاب الکنی، تذکرۃ الحفاظ (۱/۳۳)، الاصابۃ (۴/۲۰۵))

[2] (سیر اعلام النبلاء (۲/۶۳۱)، الاصابۃ (۴/۲۰۸)، البدایۃ والنہایۃ (۸/۱۰۶))

ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(متوفی: ۶۸ھ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم ہستی رسول ﷺ کو حیرت انگیز قوت حافظہ عطا کی گئی تھی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تدوین حدیث" میں نقل کیا ہے:

"ایک مرتبہ آپ کے سامنے عمر بن ابی ربیعہ شاعر آیا اور ستر اشعار کا ایک طویل قصیدہ پڑھ گیا۔ شاعر کے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق گفتگو چھڑی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مصرعہ اس نے یوں پڑھا تھا۔ جو مخاطب تھا اس نے پوچھا کہ تم کو پہلی مرتبہ میں کیا پورا مصرعہ یاد رہ گیا؟ بولے کہو تو پورے ستر اشعار سنا دوں اور سنا دیا۔"[1]

عرب کے سب سے بڑے عالم:

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے زیر قیادت ۲۷ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے ایک جماعت کے ساتھ چل کر اس مہم میں شریک ہوئے اور ایک موقع پر سفارت کی ذمہ داری کے دوران جرجیر شاہ افریقہ سے مکالمہ ہوا، اس کو ان کی ذہانت وقوت یادداشت سے انتہائی حیرت ہوئی اور بولا:

"میں خیال کرتا ہوں کہ آپ حبر عرب یعنی عرب کے سب سے بڑے عالم ہیں۔"[2]

آخر یہ مقام کیوں حاصل نہ ہوتا جب آپ کو سرکار دو عالم ﷺ سے بڑھ کر علم و فہم میں اضافے کی دعائیں نصیب ہو چکی تھیں۔ یہ وہ نعمت ہے جو قسمت والوں کو ہی ملا کرتی ہے اور جس کو مل جاتی ہے وہ دیدہ ور و بامراد ہو جاتا ہے۔

۱۔ تدوین حدیث، ص: ۱۰۳ ۲۔ سیر الصحابہ (۲/۲۲۴)

کسی کی بزم سے رندانہ دل جو لے ڈالی

خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

اک بار ان آنکھوں نے بھی دیکھی وہ بہاریں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد شقیق تابعی بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ حج کے موقع پر عبداللہ بن عباسؓ نے خطبہ دیا اور اس میں سورۂ نور کی تفسیر بیان کی، میں کیا بتاؤں کہ وہ تفسیر کیا تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی نہ آنکھوں نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے انہیں کوئی چیز نہ روک سکتی''۔[1]

ایک بے مثال علمی محفل کی سرگزشت:

اسی علم و فضل کا نتیجہ تھا کہ آپ کا حلقۂ درس و تدریس انتہائی وسیع تھا، سینکڑوں طالب گارِ علم روزانہ ان کے خرمنِ کمال سے خوشہ چینی کرتے اور نور روشنی سے اپنا دامن بھرتے تھے۔ حیاتِ طیبہ کا ہر ہر لمحہ علم کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر رکھا تھا، آپ کے ایک شاگرد ابو صالح تابعی بیان کرتے ہیں:

''میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک ایسی علمی مجلس بھی دیکھی ہے کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بجا ہوگا۔ اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا ازدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد و رفت مشکل تھی، میں نے جا کر اس ازدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لایا۔ انہوں نے وضو کیا، وضو کر کے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے شعبے کے متعلق جو سائل ہوں ان کو اطلاع دو، میں نے اطلاع دی، وہ پہنچے تو دیکھتے ہی دیکھتے سائلوں سے سارا گھر اور تمام

[1] مستدرک حاکم (۳/۵۳۷) سیر اعلام (۳/۳۵۱)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ

(متوفی ھ)

تاریخ اسلام کے مطالعے میں ہمیں ایسی دیدہ ور اور بصیرت مند شخصیات کا ذکر ملتا ہے کہ قدرت کی طرف سے ان میں کچھ جسمانی کمزوریاں ودیعت کی گئی لیکن یہ کمزوریاں انہیں آگے بڑھنے اور عروج تک رسائی سے نہ روک سکیں۔ علمائے اسلام کی فہرست میں ہمیں بہت سے ایسے حضرات کا تذکرہ ملتا ہے جو ظاہری بینائی سے محروم تھے لیکن ان کے دل کی روشنی عام لوگوں سے زیادہ تابناک اور مسحور کن تھی۔ نور بصارت سے تو محروم تھے لیکن نور بصیرت ان کے سینوں میں موجزن تھا۔ ان نابیناؤں میں ایک بہت بڑا نام حضرت قتادہ بن دعامہ کا بھی ہے جن کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔

مضبوط ترین حافظے کے مالک:

ظاہری بینائی سے محروم مشہور عالم حضرت قتادہ بن دعامہ کے نام کو فراموش نہیں کیا جا سکتا قوت حافظہ میں ضرب المثل اس نابینا شخصیت کے بارے میں علم الرجال کے مشہور امام بکر بن عبداللہ مزنی فرماتے ہیں:

﴿من اراد ان ينظر الى احفظ اهل زمانه فلينظر الى قتادة ما ادركنا الذي هو احفظ منه﴾

"جس کی یہ خواہش ہو کہ اپنے زمانہ کے سب سے مضبوط حافظے والے شخص کو دیکھے اسے چاہئے کہ وہ قتادہ سے ملاقات کرے کیونکہ ہم نے ان سے زیادہ اچھا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا۔"

حضرت قتادہ خود فرمایا کرتے تھے

﴿ما سمعت اذناى شيئا قط الا وعاه قلبى﴾

"جب بھی میرے کانوں نے کوئی بات سنی تو میرے دل نے اسے محفوظ کر لیا۔"

مولانا اعزاز علیؒ فرماتے ہیں:

﴿هو تابعي جليل يقال ولد اكمه فهم اتفقوا على انه احفظ اصحاب الحسن البصري﴾

"قتادہؒ ایک جلیل القدر تابعی ہیں، آپ نابینا پیدا ہوئے، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حسن بصری کے شاگردوں میں سب سے مضبوط حافظہ آپ کا تھا۔[1]"

دس سال بعد چور کی پہچان:

ابن المدینی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضرت قتادہؒ کے دروازہ پر صدا لگائی اور مراد ملنے پر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ وہ بھیک کے ساتھ ساتھ وہاں سے ایک پیالہ بھی لے اڑا ہے۔

دس سال بعد حضرت قتادہؒ حج کرنے کے لئے تشریف لائے، وہ اعرابی بھی وہاں آ پہنچا۔ اس نے پھر سوال کیا، آپ اس کو دیکھ تو نہ سکتے تھے البتہ اس کی آواز کو پہچان لیا اور فوراً بولے۔

﴿صاحب القدح هذا﴾

"پیالے والا یہی ہے"

لوگوں نے اس کو پکڑ لیا، پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے اقرار جرم کر لیا۔[2]

صحیفہ جابر رضی اللہ عنہ کے حافظ:

امام قتادہؒ کے ترجمہ میں امام بخاری اور ابن سعد وغیرہ نے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ سعید بن عروبہ سے قتادہ نے کہا "قرآن کھول کر بیٹھ جاؤ میں سورۂ بقرہ سناتا ہوں"۔ سعید کہتے ہیں کہ "میں نے اول سے آخر تک سنا، ایک حرف کی بھی غلطی قتادہ نے نہ کی، پھر مجھ کو مخاطب کر کے کہنے لگے

---

[1] مذکورہ قول کے لئے دیکھئے نفحة العرب للشيخ الادب محمد اعزاز عليؒ، ص ۳۱)

[2] نفحة العرب للشيخ الادب محمد اعزاز عليؒ، ص: ۳۱)

﴿لانا لصحیفۃ جابر احفظ منی لسورۃ البقرۃ﴾

''حضرت جابر بن عبداللہؓ کی نوشتہ حدیثوں کا مجموعہ جس کا نام صحیفہ تھا

وہ مجھے سورۂ بقرہ سے بھی زیادہ یاد ہے''۔[1]

حضرت قتادہ کے سعید بن مسیبؒ سے کچھ سوالات:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ بصرہ جو ان کا وطن تھا، وہاں کے علماء وقت سے استفادہ کے بعد مدینہ منورہ سعید مسیب تابعی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ معلومات سے قتادہ کا دماغ پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا۔ مدینہ آنے کی غرض اضافہ کے ساتھ ساتھ ان ہی معلومات حاصلہ میں زیادہ جلا پیدا کرنا تھا۔ سعید بن مسیب سے سوالات کا ایک لا متناہی سلسلہ انہوں نے چھیڑ دیا۔ مہمان خیال کر کے کچھ دن تو سعید بھی تب بولے۔ جو کچھ پوچھتے جواب دیتے جاتے تھے مگر بات جب برداشت سے باہر ہوگئی تب ذرا غصہ کے لہجے میں سعیدؒ نے کہا:

''جو کچھ تم نے اب تک دریافت کیا ہے ان کو تم یاد کر چکے؟''

مطلب یہ تھا کہ صرف تم پوچھتے ہی چلے جاتے ہو، جو کچھ اب تک سن چکے ہو اسے یاد بھی کیا ہے یا نہیں۔ اس پر قتادہ نے نہایت سادگی سے جواب دیا:

''جی ہاں! جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے سب یاد ہے''۔

اسی کے ساتھ سنبھل کر بیٹھ گئے اور فقط وہی چیزیں نہیں جو سعید سے سنی تھیں بلکہ سعید کے سوا جس جس مسئلہ کے متعلق دوسرے علماء سے انہوں نے اس وقت تک جو کچھ سنا تھا، سب سنانا شروع کر دیا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ قتادہ کہتے جاتے تھے:

﴿سألتک عن کذا فقلت فیہ کذا و سألتک عن کذا فقلت فیہ کذا و قال فیہ حسن کذا﴾

''آپ سے یعنی سعید بن مسیب سے میں نے فلاں بات پوچھی، اس کا جواب آپ نے یہ دیا اور فلاں بات دریافت کی اس کا جواب آپ

---

[1] تاریخ کبیر بخاری (۱۸۴/۴)

نے یہ دس سال مسجد میں حسن (بصری ان کے بصری استاذ) سے مجھے
پڑھایا تھا۔[1]

سعید بن مسیب کی شخصیت حالانکہ خود بھی غیر معمولی تھی لیکن قتادہ کے حافظہ کی اس
اتنی فراوانی ذہانت کو دیکھ کر فرمانے لگے:

﴿ما كنت اظن ان الله خلق مثلك﴾

"میں نہیں سمجھتا تھا کہ تجھ جیسے آدمی کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔"

یہ بھی لکھا ہے کہ دو دن گزرنے نہ پائے تھے کہ آخر سعید بن مسیب کو قتادہ کے
سامنے یہ اقرار کرنا پڑا:

﴿ارتحل يا اعمى فقد نزفتني﴾

"اندھے اب تم اپنے وطن کی راہ لو تم نے مجھے نچوڑ لیا یعنی باقی
کچھ نہ چھوڑا۔"

حضرت قتادہ کے فرمودات میں منقول ہے کہ حافظہ کی حیرت انگیز مضبوطی امت محمدیہ ﷺ
کی خصوصیات میں سے ہے۔ سعید بن مسیب نے قتادہ کی غیر معمولی یادداشت کی قوت دیکھ
کر یہ جو کہہ دیا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تجھ جیسے آدمی کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے، شاید یہی
اسی قسم کی دوسری باتوں نے قتادہ میں یہ خیال پیدا کر دیا ہو کہ ان لفظوں کے جس غیر معمولی
آبرو و تاریخ کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے یہ اسلام کی خصوصیت خاصہ ہے۔[2]

حضرت قتادہ کا لاجواب حافظہ اہل علم کی نظر میں:

امام قتادہ رحمہ اللہ کے لاجواب حافظے کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿كان قتادة احفظ اهل البصرة لا يسمع شيئا الا حفظه
قرئت عليه صحيفة جابر مرة فحفظها﴾

"قتادہ رحمہ اللہ بصرہ کے سب سے بڑے عالم تھے وہ جب بھی کی

1 طبقات ابن سعد ج ٧، قسم دوم

2 تدوین حدیث ص ١٨٨

چیز کو سنتے اسے زبانی یاد کر لیتے میں نے ان کے سامنے صحیفہ جابر ایک مرتبہ پڑھا اور آپ نے اسے یاد کر لیا"

امام شعبہ فرماتے ہیں:

﴿قصصت علی قتادة سبعین حدیثا کلها یقول فیها سمعت انس بن مالک الا اربعة﴾

"میں نے قتادہ کو ستر احادیث سنائیں ان میں چار کے علاوہ باقی سب کے بارے میں فرمایا کہ یہ تو میں انس بن مالک سے سن چکا ہوں"

سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ما اتانا عراقی احفظ من قتادة﴾

"میرے پاس قتادہ سے زیادہ مضبوط حافظہ والا کوئی عراقی نہیں آیا"[1]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۲۲

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ

(متوفی ۱۲۴ھ)

ابن شہاب زہریؒ کا شمار علم حدیث کے صف اول کے مدونین میں ہوتا ہے۔ حدیث کے اس مشہور امام کو اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ عطا کیا تھا، خود فرماتے ہیں:

"جب میں "بقیع" سے گزرتا ہوں تو کانوں کو بند کرلیتا ہوں اس اندیشہ سے کہ ان میں کوئی فحش بات داخل ہوجائے، کیونکہ خدا کی قسم! میرے کان میں اب تک کوئی بات ایسی داخل نہیں ہوئی جسے میں بھول گیا ہوں"[1]

امام زہریؒ کے حافظہ کا امتحان:

ایک مرتبہ مروانی حکومت کے فرمانروا ہشام بن عبدالملک نے امام زہریؒ کا امتحان لیا، تاریخی روایات میں تصریح کی گئی ہے کہ چار حدیثوں کا یہ مکتوبہ مجموعہ تھا، قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ جیسے مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں اور ان کی قوت یادداشت کو جانچنا چاہا تھا اسی طرح اپنے عہد حکومت میں ہشام نے بھی ابن شہاب زہری کا امتحان کرنا چاہا۔ اس نے امتحان لینے کی یہ ترکیب اختیار کی کہ ایک دن دربار میں زہری کسی ضرورت سے آئے ہوئے تھے، اس نے خواہش ظاہر کی کہ شہزادے یعنی اس کے لڑکے کے لئے کچھ حدیثیں لکھوا دیجئے، زہری راضی ہوگئے کاتب بلایا گیا اور زہری نے جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے: "فاملی علیه اربع مائة حدیث"

"زہری نے چار سو حدیثیں شاہزادے کے لئے لکھوادیں"[2]

کہتے ہیں کہ ایک مہینے کے بعد ہشام کے دربار میں پھر زہری پہنچے تو بڑے افسوس کے لہجے میں ہشام نے کہا:

﴿ان ذالک الکتاب ضاع﴾

---

[1] تہذیب الکمال ۴۴۲/۲۶
[2] تذکرۃ الحفاظ ۱۰۲/۱

"یعنی وہ کتاب جسے آپ نے لکھوا کر شاہزادے کو دی تھی وہ گم ہوگئی"

زہری نے کہا تو یہ پریشانی کی کیا بات ہے، کاتب کو بلوایئے پھر لکھوا دیتا ہوں۔ ہشام کی غرض بھی تھی، کاتب بلایا گیا وہیں بیٹھے بیٹھے زہری نے پھر ان ہی چار سو حدیثوں کو لکھوا دیا۔ پہلا مسودہ درحقیقت غائب نہیں ہوا تھا، یہ ہشام کی ایک ترکیب تھی۔ جب زہری دربار سے اٹھ کر گئے تو:

﴿فقابل بالكتاب الاول فما غادر حرفا واحدا﴾

"ہشام نے پہلی کتاب سے دوسری دفعہ لکھائے ہوئے نوشتے سے مقابلہ کیا (معلوم ہوا کہ) ایک حرف بھی زہری نے نہ چھوڑا تھا"۔

بلاشبہ زہری کے حافظہ کا یہ کمال تھا[1]

اسی دن میں حفظ قرآن:

اسی غیر معمولی قوت حافظہ کا نتیجہ تھا کہ پورا قرآن مجید صرف اسی دن میں حفظ کر لیا تھا[2] ابن شہاب زہری یہ کہتے ہوئے کہ ایک دفعہ سن لینے کے بعد آج تک دوبارہ پھر اسی حدیث کے متعلق دریافت کرنے کی ضرورت مجھے کبھی پیش نہیں ہوئی اور نہ کبھی کسی حدیث کے متعلق مجھے شک ہوا، خود اپنا ذاتی تجربہ اپنے حافظہ کے متعلق یہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک حدیث کے بعض الفاظ میں مجھے شک سا ہوا:

﴿فسألت صاحبي فاذا هو كما قلت﴾

"میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا تب معلوم ہوا کہ ٹھیک وہی تھا جو میں کہتا تھا"

"کتاب الصدقہ" کے حافظ:

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے عمال کو بھیجنے کے لئے ایک مرتبہ ایک کتاب املاء کرائی تھی، جو کتاب الصدقہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ﷺ یہ کتاب بھجوا نہ سکے تھے کہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۰۲ [2] تدوین حدیث، ص ۱۴۳

آپ کی وفات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کتاب حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، پھر ان کے دو صاحبزادوں حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ کے پاس آئی، پھر ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حاصل کر کے اس کی نقل کی اور ان سے حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس منتقل ہوئی، حضرت سالمؒ سے امام ابن شہاب زہریؒ نے اسے حفظ کیا اور دوسروں کو پڑھایا۔ لہٰذا اس اہم ترین مسودہ حدیث کی تبلیغ و اشاعت بھی امام زہری رحمہ اللہ کے حصے میں آئی ہے[1]

---

[1] درس ترمذی (۱/۳۸)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

(متوفی: ۱۵۰)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

امام ابو حنیفہ کا شمار اسلامی تاریخ کے گلشن کے مہکتے پھولوں میں ہوتا ہے جن کی خوشبو رہتی دنیا تک محسوس ہوتی رہے گی۔ علم فقہ و حدیث میں آپ کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔

امام ابو حنیفہؒ ، ایک مایہ ناز حافظ حدیث:

اللہ تعالی نے امام ابو حنیفہؒ کو حافظہ بھی بے مثال عطا فرمایا تھا۔ علامہ ذہبی نے امام ابو حنیفہ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے[1]

محدثین کی اصطلاح میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو ایک لاکھ احادیث کی اسانید و متون اور احوال رواۃ پر جرح و تعدیل اور تاریخ کے اعتبار سے عبور حاصل ہو۔

مشہور محدث یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

﴿کان ابو حنیفة احفظ اهل زمانه﴾[2]

''امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے''

سفیان ثوری کی جلالت شان علم حدیث میں مسلم ہے، امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿کنا بین ابی حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی ان ابا حنیفة سید العلماء﴾

''ابو حنیفہؒ کے سامنے ہم ایسے تھے جیسے شاہین کے سامنے کنجشک اور وہ تو علماء کے سردار ہیں''[3]

---

[1] تذکرة الحفاظ (۱/۱۵۸، ۱۵۹)

[2] ابن ماجہ اور علم حدیث، ص: ۴۱

[3] قواعد فی علوم الحدیث، ص: ۱۹۰

امام ابو حنیفہؒ کا با کمال حافظہ:

امام ابو حنیفہؒ کی قوت حافظہ آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی آشکارا ہوتی ہے:

"جب ابو حنیفہ کوئی مسئلہ بیان کرتے تو میں کوفہ کے تمام شیوخ حدیث کے پاس جاتا، ان سے وہ احادیث جمع کر کے لاتا جو امام ابو حنیفہ کے قول کی تائید کرتی تھیں، امام اعظم کو اس خیال سے سناتا کہ آپ سن کر خوش ہوں گے، لیکن جب میں احادیث سنا کر فارغ ہوتا تو امام صاحب جرح شروع کرتے کہ ان میں فلاں حدیث میں فلاں نقص ہے، فلاں حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے اور فلاں علت پائی جا رہی ہے اس لئے وہ قابل استدلال نہیں، اس کے بعد امام ابو حنیفہ فرماتے۔ انا عالم بعلم اهل الكوفة (میں اہل کوفہ کے علم حدیث کا عالم ہوں)"[1]

فقہی ترتیب پر حدیث کی پہلی کتاب:

علم حدیث میں "کتاب الآثار" امام ابو حنیفہ کی وہ تصنیف ہے جو تمام کتب متداولہ میں سب سے پہلے فقہی ابواب پر مرتب کی گئی یہ فضیلت کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہو سکی، اسی کتاب کو نمونہ بنا کر امام مالک نے "موطا" ترتیب دی، پھر موطا مالک کو بنیاد بنا کر حدیث کی دوسری عظیم الشان کتابوں کو ترتیب دیا گیا۔

کتاب الآثار، چالیس ہزار احادیث سے انتخاب:

امام ابو حنیفہ نے اس کتاب کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے، چنانچہ صدر الائمہ مکی فرماتے ہیں:

"وانتخب ابو حنيفة الآثار من اربعين الف حديث"

---

[1] امام ابو حنیفہ اور علم حدیث ص: ۹۵

"امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب
کیا ہے"[1]

اے فقہاء! آپ اطباء ہیں......:

امام اعمشؒ امام ابو حنیفہؒ کے استاذ حدیث ہیں، ایک مرتبہ امام صاحبؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے کئی علمی سوالات کیے اور امام صاحب نے ان کے جوابات دیئے، ہر سوال کے جواب پر امام اعمشؒ کہتے تھے کہ تم یہ جواب کس دلیل سے دے رہے ہو؟ اور امام صاحب کہتے تھے کہ آپ ہی سے روایت کردہ احادیث سے جواب دے رہا ہوں، تو آخر میں امام اعمش نے کہا:

﴿یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة﴾

"اے فقہاء! آپ لوگ اطباء ہیں اور ہم (محدثین) دوا فروش ہیں"[2]

امام ابو حنیفہ کا بے مثال حلقۂ درس و تدریس:

امام صاحب کے حلقۂ درس میں بیٹھنے کی تفصیل حماد بن سلمہ اور داؤد طائی نے یوں بیان کی ہے کہ ابراہیم نخعی کی وفات کے بعد ان کے شاگرد حماد بن سلیمان تھے جو فقہ و فتویٰ میں ہر عام و خاص میں مقبول تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو اہل علم کو ان کے جانشین کی تلاش ہوئی، اور ان کے شاگردوں کی نگاہ انتخاب ان کے صاحبزادے اسمٰعیل بن حماد پر پڑی، چنانچہ ابوبکر نہشلی، ابو بردہ تمیمی، محمد بن جابر حنفی، ابو حصین حبیب بن ثابت اور ان کے تلامذہ کی ایک جماعت نے اسمٰعیل کو ان کی جگہ بٹھایا، مگر کچھ دنوں کے بعد اندازہ ہوا کہ اسمٰعیل نحو، عربیت، کلام عرب اور اشعار ایام عرب کے عالم ہیں، اور فقہ و فتویٰ میں ان کو وہ کمال نہیں ہے جس کی توقع تھی، اس لیے سب لوگوں نے ابوبکر نہشلی کو حماد بن ابی سلیمان کا جانشین بنانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا، اس کے بعد ابو بردہ تمیمی سے کہا گیا مگر انہوں نے بھی انکار کر دیا، اس لیے سب حضرات نے متفقہ طور پر ابو حنیفہ کا انتخاب پسند کیا:

---

[1] الانتصار مسائل فرض ص: ۱۲۳ [2] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۳

﴿ان هذا الخزاز حسن المعرفة وان كان حدثا﴾
"یہ ریشم فروش اگرچہ نو عمر ہے لیکن فقہ کی معرفت اچھی رکھتا ہے۔"

امام صاحبؒ نے اپنے ساتھیوں کی بات رکھتے ہوئے استاد کے حلقہ میں بحیثیت معلم بیٹھنا منظور کرلیا، اور حماد بن ابی سلیمان کے اونچے تلامذہ ان کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے۔ جب اس کی خبر علمائے کوفہ میں عام ہوئی تو ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن ہذیل، ولید بن ابان، ابوبکر ہذلی اور دوسرے اہل علم آنے لگے۔ اور کوفہ کی جامع مسجد اتنی پرکشش ہوگئی کہ امراء و حکام اور اعیان و اشراف تک جمع ہونے لگے۔

ایک بابرکت خواب:

ابتداء میں امام صاحبؒ کو استاذ کی جانشینی اور اپنا حلقہ درس قائم کرنے میں بڑا تردد اور خلجان تھا، ان ہی دنوں انہوں نے ایک خواب دیکھا جو بظاہر بہت پریشان کن تھا، ان کا بیان ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کھود رہا ہوں، جس کی وجہ سے بہت زیادہ گھبراہٹ پیدا ہوئی اور میں نے بصرہ جا کر ایک شخص کے ذریعہ ابن سیرین سے اس کی تعبیر دریافت کی اور انہوں نے فرمایا کہ:

﴿هذا رجل ينبش اخبار النبي صلى الله عليه وسلم﴾
"یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی احادیث ظاہر کرے گا۔"[1]

اس کے بعد امام صاحب پورے انشراح و انبساط کے ساتھ فقہ و فتویٰ کا درس دینے لگے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی علمی شان:

عبداللہ بن داؤد واسطی کا قول ہے:

﴿من اراد ان يخرج من ذل العمى والجهل ويجد لذة الفقه فلينظر في كتب ابي حنيفة﴾
"جو شخص چاہتا ہے کہ کور چشمی اور جہالت کی ذلت سے نکل کر فقہ کی لذت پائے وہ ابو حنیفہ کی کتابوں کو دیکھے۔"[2]

---

[1] تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۵ [2] اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۸۷

امام صاحب کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا جو حدیث کی تشریح اور اس کے فقہی اسرار و حکم کا ابو حنیفہ سے زیادہ جاننے والا ہو، میں نے بعض مسائل میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کر کے ان میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا مسلک درست ہے۔ میں بسا اوقات فقہ کے مقابلہ میں حدیث کی طرف مائل ہو جاتا تھا مگر بعد میں معلوم ہوتا تھا کہ امام صاحب صحیح حدیث کے بارے میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔

نیز قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ ایک دن اعمشؒ نے کہا کہ تمہارے استاذ فقہ ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول کیوں ترک کر دیا؟

﴿عتق الامة طلاقها﴾

''باندی کی آزادی اس کے حق میں طلاق ہے۔''

میں نے جواب دیا:

﴿لـحديث حدثناه عن ابراهيم عن الاسود، عن عائشة ان بريرة حين اعتقت خيرت﴾

''اس حدیث کی وجہ سے جس کو آپ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابراہیم نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہؓ جب آزاد کی گئیں تو ان کو اختیار دے دیا گیا تھا۔''

یہ جواب سن کر اعمش نے کہا کہ واقعی ابو حنیفہ حدیث کے موقع و محل کو خوب پہچانتے ہیں اور اس میں بڑا شعور رکھتے ہیں اور ابو حنیفہ کے علم حدیث اور اس سے استدلال پر اظہار تعجب کیا۔[1]

ایک مرتبہ محمد بن واسع خراسان گئے، لوگوں نے ان سے فقہی مسائل دریافت کیے، انہوں نے کہا کہ فقہ کوفہ کے نوجوان عالم ابوحنیفہ کا فن ہے، لوگوں نے کہا کہ وہ حدیث نہیں جانتے وہاں عبداللہ بن مبارک موجود تھے، انہوں نے یہ سن کر برجستہ کہا کہ تم لوگ کیسے کہتے

1۔ تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۰

ہو کہ ابو حنیفہ حدیث نہیں جانتے۔ ایک مرتبہ ان سے رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جائز قرار دیا۔ اس کے مقابلہ میں اہل علم نے حضرت سعد کی حدیث پیش کی تو ابو حنیفہ نے بتایا کہ وہ حدیث شاذ ہے، زید بن ابی عیاش راوی کی وجہ سے مقبول نہیں ہے، کیا جو شخص ایسی بات کرے وہ حدیث نہیں جانتا؟[1]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو حنیفہؒ نے مجھ کو محدث بنایا اور درس حدیث کے لیے بٹھایا، صورت یہ ہوئی کہ میں کوفہ گیا تو ابو حنیفہ نے وہاں کے اہل علم سے کہا کہ سفیان بن عیینہ عمرو بن دینار کی احادیث کے سب سے بڑے عالم ہیں، اس کے بعد وہاں کے اہل علم میرے گرد جمع ہو گئے اور میں نے عمرو بن دینار کی احادیث بیان کیں۔ واضح ہو کہ عمرو بن دینار امام ابو حنیفہ کے بھی استاذ حدیث ہیں مگر انہوں نے ان کی احادیث کا سب سے بڑا عالم سفیان بن عیینہ کو بتا کر اپنے شہر کے اہل علم سے ان کا تعارف کرایا، یہ ان کے اعلیٰ ظرف کی دلیل ہے۔

عبداللہ بن داؤد خریبی کہا کرتے تھے کہ اہل اسلام پر فرض ہے کہ ابو حنیفہؒ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، انہوں نے مسلمانوں کے لیے سنن یعنی احادیث اور فقہ کو محفوظ کر دیا۔[2]

سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ صرف صحیح حدیث کو لیتے تھے، حدیث کے ناسخ و منسوخ کا بہت علم رکھتے تھے، ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل اور اہل کوفہ کے مسلک پر عمل کرتے تھے، اور اسی کو دین بناتے تھے۔ ایک جماعت نے ان پر طعن و تشنیع کی ہے، ہم ایسے لوگوں کے بارے میں سکوت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔[3]

یحییٰ بن معین کا قول ہے:

﴿كان ابو حنيفة ثقة، لايحدث الا ما حفظ، ولايحدث بما لا يحفظ﴾

"ابو حنیفہ ثقہ ہیں، وہ صرف وہی حدیث بیان کرتے ہیں جو ان کو یاد ہے اور جو یاد نہیں ہے اس کو بیان نہیں کرتے۔"[4]

---

۱ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۱۱۱

۲ عقود الجمان ص ۱۹۰

۳ تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۴

۴ تاریخ بغداد ۱۳: ۳۴۵

امام صاحب کے تلمیذ ابوعبدالرحمٰن مقری مکی کے بارے میں بشر بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے تو کہتے تھے:

﴿حدثنا شاهنشاه﴾

''یعنی شہنشاہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔''

ایک مرتبہ یحییٰ بن معین سے سفیان ثوری کی ان احادیث کے بارے میں سوال کیا گیا جن کو انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ:

﴿ثقة، ما سمعت احداً ضعفه هذا شعبة بن الحجاج يكتب له ان يحدث ويامره، وشعبة شعبة﴾

''ابوحنیفہ ثقہ ہیں، میں نے نہیں سنا کہ کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو، شعبہ بن حجاج ان کو حدیث بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے اور ان کو اس کا حکم دیتے تھے، اور شعبہ بہرحال شعبہ ہیں۔''[1]

ایک مرتبہ ابوسعد صنعانی نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ سفیان ثوری سے روایت کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امام صاحب نے ان سے کہا کہ:

﴿اكتب عنه فانه ثقة ما خلا احاديث ابي اسحاق عن الحارث واحاديث جابر الجعفي﴾

''تم ان سے حدیث لکھو، وہ ثقہ ہیں سوائے ابواسحٰق کی ان احادیث کے جو حارث سے مروی ہیں اور سوائے جابر جعفی کی احادیث کے۔''[2]

رُواۃ حدیث کی جرح وتعدیل کے بارے میں بھی امام صاحب کے اقوال کتابوں میں ملتے ہیں، ایک قول یہ ہے:

﴿ما رأيت اكذب من جابر الجعفي، ولا افضل من عطاء بن ابي رباح﴾

''میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔''[3]

۱۔ عقود الجمان، ص ۲۰۳　　۲۔ عقود الجمان، ص ۱۹۷　　۳۔ تہذیب التہذیب، ۱۰/ ۴۵۰

امام صاحب علوم حدیث کے تمام سرچشموں سے سیراب تھے، اور اس میں ان کو جامعیت حاصل تھی، ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے یہاں گئے، عیسیٰ بن موسیٰ نے امام صاحب کے بارے میں کہا کہ:

﴿هذا عالم الدنيا اليوم﴾

''یعنی آج یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔''

ابو جعفر منصور نے پوچھا کہ آپ نے کس سے علم حاصل کیا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا حضرت عمرؓ کا علم اصحاب عمر سے، حضرت علیؓ کا علم اصحاب علی سے، حضرت ابن مسعودؓ کا علم اصحاب ابن مسعود سے، حضرت ابن عباسؓ کا علم اصحاب ابن عباس سے، اور ابن عباس کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔ یہ سن کر ابو جعفر منصور نے کہا کہ آپ نے بہت ہی معتبر و مستند علم حاصل کیا ہے۔[۱]

زائدہ بن قدامہ کا بیان ہے کہ میں نے سفیان ثوری کے سرہانے ایک کتاب پائی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے، میں نے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے دے دی۔

﴿فاذا كتاب الرهن لابي حنيفة، فقلت له تنظر في كتبه فقال وددت انها كلها عندي مجتمعة انظر فيها فما بقي في شرح العلم غاية ولكن ما ننصفه﴾

''وہ ابو حنیفہ کی کتاب الرہن تھی۔ میں نے کہا کہ آپ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا میری خواہش ہے کہ ان کی تمام کتابیں میرے پاس جمع ہوتیں اور میں ان کو دیکھتا رہتا، علم کی تفصیلات کی کوئی انتہا نہیں ہے، ہم نے ابو حنیفہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔''[۲]

سجادہ کا بیان ہے کہ میں اور ابو مسلم مستملی دونوں یزید بن ہارون کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ بغداد میں خلیفہ منصور کے یہاں مقیم تھے، ابو مسلم نے ان سے سوال کیا:

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۳ [۲] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۶۵

﴿ماتقول یا ابا خالد فی ابی حنیفۃ والنظر فی کتبہ﴾

"ابو خالد! آپ ابو حنیفہ اور ان کی کتابیں دیکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

انہوں نے کہا کہ تم لوگ ان کی کتابیں دیکھا کرو، اگر تم لوگ فقیہ بننا چاہتے ہو، میں نے فقہاء میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کو ناپسند کرے اور سفیان ثوری نے حیلے سے ان کی کتاب الرھن نقل کی ہے۔[1]

عبداللہ بن مبارکؒ کا بیان ہے کہ میں ملک شام میں امام اوزاعی کے پاس گیا اور بیروت میں ان سے ملاقات کی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے خراسانی! یہ کون بدعتی ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور ابو حنیفہ کی کنیت رکھتا ہے؟ میں نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اپنی قیام گاہ پر واپس آکر ابو حنیفہ کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔

﴿فرجعت الی بیتی، فاقبلت علی کتب ابی حنیفۃ فاخرجت منھا مسائل من جیاد المسائل وبقیت فی ذلک ثلاثۃ ایام﴾

"میں اپنی قیام گاہ پر واپس آکر ابو حنیفہ کی کتابوں میں لگ گیا۔ اور تین دن تک ان کو پڑھ کر ان سے اچھے اچھے مسائل نکالے۔"

تیسرے دن ان کے پاس گیا اور مسائل کی کتاب میرے ہاتھ میں تھی، امام اوزاعی نے پوچھا یہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے ان کو کتاب دے دی، انہوں نے اس کو دیکھنا شروع کیا اور ایک مسئلہ پر ان کی نظر پڑی جس میں میں نے قال النعمان لکھا تھا، اذان ہو گئی تھی، اقامت کا وقت قریب ہو گیا، اور ان کو امامت کرنی تھی، اس کے باوجود کھڑے کھڑے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا، پھر کتاب اپنی آستین میں رکھ کر نماز پڑھائی فراغت کے بعد پھر اس کو پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی اور کہا کہ خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ایک شیخ ہیں جن سے میں نے عراق میں

---

[1] تاریخ بغداد ۳۴۲/۱۳

ملاقات کی ہے۔ اوزاعی نے کہا۔

﴿ھذا نبیل من المشائخ، اذھب فاستکثر منہ﴾

''یہ بہت اونچے مشائخ میں سے ہیں، تم جا کر ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو''[1]

اس کے بعد میں نے ان کو بتایا کہ یہی ابوحنیفہ ہیں جن کے پاس جانے سے آپ نے مجھ کو منع کیا تھا۔ خطیب بغدادی کی روایت یہیں تک ہے، عقود الجمان میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی دونوں مکہ میں ملے، میں نے اوزاعی کو دیکھا کہ ان مسائل میں ابوحنیفہ سے بحث کر رہے ہیں، اور ابوحنیفہؒ اس سے زیادہ وضاحت اور دلائل کے ساتھ ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں جن کو میں نے لکھا تھا اس کے بعد میں اوزاعی سے ملا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ ابوحنیفہ کی کثرت علم اور وفور عقل پر رشک ہو رہا ہے، میں بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا، تم ان سے مل کر علم حاصل کرو۔

امام شافعی کہتے ہیں:

﴿من لم ینظر فی کتب ابی حنیفہ لم یتبحر فی الفقہ﴾

''جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہیں دیکھے گا فقہ میں متبحر نہیں ہو سکتا ہے''[2]

امام شافعی کا یہ قول دوسری روایت میں یوں ہے:

﴿من لم ینظر فی کتب ابی حنیفۃ لم یتبحر فی العلم ولا یتفقہ﴾

''جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہیں دیکھے گا وہ علم اور فقہ میں متبحر نہیں ہوگا''[3]

امام مالک نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر ابوحنیفہ کی کتابیں طلب کیں اور انہوں نے بھیجا۔

﴿یسألہ ان یحمل الیہ شیئاً من کتب ابی حنیفۃ ففعل﴾

''امام مالکؒ نے خالد سے سوال کیا کہ ابوحنیفہ کی کچھ کتابیں بھیج دو،

---

[1] عقود الجمان ص ۱۸۷　[2] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۸۱　[3] عقود الجمان ص ۱۸۷

چنانچہ انہوں نے یہ کام کیا۔[1]

عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعمش نے حج کا ارادہ کیا، اور کہا:

﴿من ههنا يذهب الى ابي حنيفة يكتب لنا كتاب المناسك﴾

"کوئی یہاں ہے جو ابوحنیفہؒ کے پاس جا کر ہمارے لیے کتاب المناسک لکھوا لائے"[2]

غروبِ آفتابِ حق:

امام صاحب کو اپنے زمانے کے حکمرانوں کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی، اموی دور میں امیر عراق ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضا پیش کیا اور انکار پر ایک سو دس کوڑے اس طرح رسید کیے کہ روزانہ ایک گھوڑے پر بیٹھا کر دس کوڑے مارے جاتے تھے اور امام صاحب انکار کرتے تھے، اس کے بعد عباسی دور میں پھر ان کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا اور انکار پر زہر دے دیا گیا۔

عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر کوڑے مارنے یا زہر دے کر جان لینے کی اندرونی وجہ کچھ اور تھی۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اموی اور عباسی امراء اسلام کے جادۂ مستقیم سے دور تھے اور ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز کرتے تھے، اس لیے عہدۂ قضا کا عہدہ قبول کرنا ظلم و جور میں تعاون کے مترادف تھا، اس دور کے تمام اہل علم و فضل کا یہی رویہ تھا اور وہ ان حکومتوں میں کسی قسم کا عہدہ لینا معصیت سمجھتے تھے، امراء و خلفاء ان کے رویے سے غیر مطمئن اور خائف رہا کرتے تھے، اور کسی بہانے سے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے تھے، بڑے بڑے عہدے اور بھاری بھاری رقمیں پیش کرکے ان پر دباؤ ڈالتے تھے، یہی صورت حال امام صاحب کے ساتھ تھی، امام صاحب ان کے مقابلہ میں علوی سادات کے حق میں تھے، اسی لیے ابوجعفر منصور نے عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے بہانے سے جیل خانہ میں زہر دلوا دیا۔

خطیب بغدادی نے زفر بن ہذیل کا بیان نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب قتیل باخمریٰ کی دعوت و خروج کے زمانہ میں امام صاحب نہایت

---

[1] عقود الجمان ص ۱۹۶ [2] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۹

زور و جور سے ان کے ہوش بات کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہماری گردنوں میں رسی ڈلوا کر ہی خاموش ہوں گے۔ اسی حال میں ابو جعفر منصور کا پیغام امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آیا کہ ابو حنیفہ کو ہمارے پاس بھیج دو۔ چنانچہ امام صاحب کو بغداد لے جایا گیا۔ جہاں چند روز تک زندہ رہے، پھر ان کو زہر دیا گیا اور انتقال کر گئے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ابراہیم بن عبد اللہ نے اپنے بھائی محمد النفس الزکیہ کے قتل کے بعد بصرہ خروج کر کے اپنی دعوت دی۔ ابو جعفر منصور نے اپنے چچا زاد بھائی اور امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کو لکھا اور وہ پانچ ہزار فوج لے کر آیا۔ کوفہ کے قریب مقام باخمریٰ میں مقابلہ ہوا اور ابراہیم بن عبد اللہ معرکہ میں کام آئے۔ یہ واقعہ ۱۴۵ھ کا ہے۔ امام صاحب ابراہیم بن عبد اللہ کے ہمنواؤں اور طرفداروں میں تھے۔ ذہبی نے لکھا ہے:

﴿وقد روي ان المنصور سقاه السم فمات شهيداً رحمه الله لقيامه مع ابراهيم﴾

"بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کو زہر دیا تھا اور ابراہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی۔"

نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے اس کو بیان کیا ہے۔

جس وقت امام صاحب ابو جعفر منصور کے سامنے پیش کیے گئے اس نے آپ کو عہدۂ قضا پیش کیا اور انکار پر جیل خانہ بھیج دیا، جہاں زہر سے رجب ۱۵۰ھ میں شہادت ہوئی۔ میت کو پانچ سرکاری ملازم باہر لائے اور غسل دیا گیا، جنازہ میں پچاس ہزار سے زائد خلق اللہ شریک ہوئی، چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی، اور مشرقی بغداد کے مقبرۂ خیزران میں دفن کیے گئے۔ قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دینے کے بعد امام صاحب کی جناب میں یوں خراج تحسین پیش کیا۔

﴿يرحمك الله، لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ اربعين، كنت افقهنا واعبدنا وازهدنا، واجمعنا لخصال الخير، وقبرت اذ قبرت الى

﴿خیر وسنة، واتعبت من بعدک وفضحت القراء﴾

''ابوحنیفہ! اللہ آپ پر رحم کرے آپؒ نے تیس سال تک روزے رکھے، چالیس سال تک رات میں نہیں سوئے، آپ ہم میں سب سے بڑے فقیہ، سب سے عابد، سب سے بڑے زاہد اور نیک خصلتوں کے سب سے بڑے جامع تھے سنت اور نیکی پر موت پائی، اپنے بعد لوگوں کو رنج وغم میں مبتلا کر دیا، اور علماء کا بھرم جاتا رہا۔''

جنازہ میں ہجوم کی وجہ سے چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی سمعانی کا بیان ہے:

﴿وصلی علیه ست مرات من کثرة الازدحام آخرهم صلی علیه ابنه حماد﴾

''یعنی ازدحام کی کثرت کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی، آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد نے پڑھی۔''

ایک مرتبہ قاضی حسین بن عمارہ نے امام صاحب کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ سلف کے خلف تھے، اور آپ نے اپنے بعد ایسے شاگرد چھوڑے ہیں جو آپ کے علم کے خلف بن سکتے ہیں مگر ورع وتقویٰ میں اللہ کی توفیق ہی سے خلف بن سکتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک بغداد گئے تو امام صاحب کی قبر پر جا کر کہا ابوحنیفہ آپ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے، ابراہیم نخعی نے مرنے کے بعد اپنا جانشین چھوڑا، حماد بن ابی سلیمان نے مرنے کے بعد اپنا جانشین چھوڑا، مگر آپ نے مرنے کے بعد روئے زمین پر اپنا جانشین نہیں چھوڑا، یہ کہا اور پھوٹ پھوٹ کر خوب روئے[1]

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

---

[1] اکابر علماء دیوبند کے دلچسپ واقعات ص ۶۰-۶۳ از حضرت مولانا محمد مرشد۔

امام اہل مدینہ امام مالکؒ

(متوفی: ۱۷۹ھ)

امام مالک رحمہ اللہ تاریخ اسلام کی ان ہی دو ور شخصیات میں سے ہیں جن کے علم کا فیضان صدیوں سے جاری ہے اور علم دین سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا مسلمان بھی آپ کی علمی قابلیت اور فقہی بصیرت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ فقہ کے ان بڑے چار ائمہ میں سے ہیں جن کی فقہ اس وقت پوری دنیا میں رائج ہے۔ حدیث وفقہ میں آپ کی خدمات فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ یہ خدمات اس غیر معمولی قوت حافظہ کا نتیجہ تھیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

امام مالک کا حیرت انگیز حافظہ:

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم امام کو حافظہ کی جس بے مثال قوت سے نوازا تھا اس کا حال جناب امام کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

"ایک مرتبہ عید کے دن میں اس خیال سے اپنے استاذ ابن شہاب زہری کی طرف چل پڑا کہ آج حضرت ہر طرح کی مصروفیات سے فارغ ہوں گے اور خوب استفادہ کا موقع میسر آئے گا، چنانچہ میں عید گاہ سے گھر بھی نہ گیا اور سیدھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دروازہ پر دستک دی، ملازمہ باہر آئی اور شیخ کو جا کر بتایا کہ آپ کا سرخ وسفید شاگرد مالک آیا ہے!! میں ان کی اجازت سے اندر گیا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا" میرا خیال ہے کہ تم اپنے گھر نہیں گئے اور عید گاہ سے سیدھا ادھر آگئے ہو کھانا کھاؤ" میں نے گذارش کی" مجھے کھانے کی حاجت نہیں ہے، آپ حدیث بیان فرمادیجئے" چنانچہ انہوں نے اسی وقت سترہ احادیث بیان کیں اور فرمایا" اس سے تم کو کیا فائدہ ہوگا کہ میں حدیث بیان کروں اور تم یاد

نہ کرو؟" میں نے عرض کیا" آپ کہیں تو ابھی ان سب احادیث کو سنا دوں" اور پھر میں نے ان تمام احادیث کو زبانی سنا دیا"۔

بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے:

"میں نے انہیں اپنی تختیاں دکھائیں تو ابن شہاب نے مزید چالیس احادیث لکھوا دیں، پھر فرمایا "اگر تم ان کو یاد کر لو تو ان کے حافظ ہو جاؤ گے" میں نے کہا "ان کو ابھی زبانی سنا سکتا ہوں" استاذ نے مجھے سنانے کا حکم دیا تو میں تمام کی تمام احادیث زبانی سنا دیں۔ میرے اس حافظہ کو دیکھ کر حضرت استاذ نے فرمایا:

"قم فانت من اوعیة العلم او قال انک لنعم المستودع للعلم"

"اٹھو! تم علم کا خزانہ ہو یا یہ کہا کہ تم علم کے لئے بہترین خزانہ ہو"[1]

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن شہاب زہریؒ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم اپنے استاد ربیعہ کے ساتھ امام زہریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ہمیں چالیس سے زیادہ احادیث سے روشناس کرایا۔

اگلے دن پھر ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "تم اپنی کا پیاں دیکھ لو! میں ابھی تمہیں مزید احادیث لکھواتا ہوں۔"

میرے استاد ربیعہ بولے "یہاں ایک ایسا آدمی بھی موجود ہے جو آپ کی بیان کردہ احادیث کو زبانی سنا سکتا ہے۔"

امام زہری نے پوچھا "وہ کون ہے؟"

ربیعہ بولے "وہ ابن ابی عامر (امام مالکؒ) ہے۔"

امام زہری نے انہیں احادیث سنانے کا حکم دیا تو امام مالکؒ نے وہ ساری کی ساری چالیس احادیث زبانی سنا دی۔ امام مالکؒ کے اس حافظہ کو دیکھ کر امام زہریؒ نے کہا:

﴿ما کنت اری انه بقی من یحفظ هذا غیری﴾

---

[1] ترتیب المدارک (۱/۱۴۳) سیرت ائمہ اربعہ ص ۱۰۵

"میرا تو یہ خیال تھا کہ ان کو یاد کرنے والا میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔"[1]

امام مالکؒ، مشاہیر اہل علم کی نظر میں:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں "میں نے امام مالک سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا نہیں دیکھا"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں "امام مالک آسمان علم کا وہ تابناک و درخشاں ستارہ ہیں جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔" آپ یہ بھی فرماتے تھے "اگر مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم ختم ہوگیا ہوتا۔"

ایک مرتبہ کسی نے امام شافعیؒ سے پوچھا "جن علماء سے آپ کی ملاقات ہوئی، کیا ان میں کوئی امام مالک جیسا بھی ہے؟" امام شافعی نے فرمایا "جو حضرات علم و عمر میں ہم سے مقدم ہیں میں نے ان سے سنا ہے کہ ہم نے امام مالک جیسا عالم نہیں دیکھا تو میں امام مالک جیسا آدمی کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟!"

حماد بن سلمہ کہتے ہیں "اگر مجھ سے کہا جائے کہ امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) کے لیے ایسے عالم کا انتخاب کر دوں جس سے وہ استفادہ کرے تو میں امام مالکؒ ہی کو اس منصب پر فائز کروں گا۔"

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے "مالک حدیث میں اثبت الناس تھے، جس شخص نے مالکؒ سے روایت کی، بالخصوص اہل مدینہ اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا سوال مت کرو۔"

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں "امام مالک میں چند ایسی صفات ہیں جو کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں:

۱۔ طول عمر اور علو روایت

۲۔ ذہن کی تیزی اور علم کی وسعت

۳۔ ان کے حجت اور صحیح الروایت ہونے پر ائمہ کا اتفاق

۴۔ ان کی دینداری، عدالت اور اتباع سنت پر اہل علم کا اتفاق

۵۔ فقہ و فتویٰ اور ان کے اصول کی صحت[2]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۱۲/۸ ۲۷) [2] ائمہ اربعہ کے دلچسپ واقعات، ص: ۱۵۰۔۱۵۱

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید:

امام اعظم ابوحنیفہؒ عمر میں امام مالکؒ سے تیرہ سال بڑے تھے، آپ نے امام مالکؒ کو بچپن میں دیکھا تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ سے لوگوں نے پوچھا "مدینہ کے نوخیز لڑکوں کو آپ نے کیسا پایا؟" فرمایا:

"اگر ان میں سے کوئی بلند مقام حاصل کرے گا تو وہ مالک ہے۔"

﴿ان نجب منهم فالا شقر الازرق يعني مالكا﴾

"اگر ان میں کوئی نجیب ہوگا تو سرخی مائل گورا یعنی مالک۔"

ایک روایت میں ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

"میں نے مدینہ میں علم کو بکھرا ہوا دیکھا ہے اگر کوئی اس کو جمع کرے گا تو یہی لڑکا۔"

ابن عثمان کہتے ہیں کہ بعد میں میں نے امام ابوحنیفہؒ کی یہ بات امام مالکؒ کو سنائی تو انہوں نے کہا "ابوحنیفہؒ نے سچ کہا۔ میں نے انہیں دیکھا ہے وہ بڑی سمجھ بوجھ کے حامل شخص تھے۔"[1]

۱؎ سیرت ائمہ اربعہ ص ۱۰۰

مدونِ فقہ حنفی امام محمد بن حسنؒ

(متوفی ۱۸۷ ھ)

امام محمد رحمہ اللہ کے زمانہ میں کوفہ علم حدیث، فقہ اور لغت کا گہوارہ بن چکا تھا، حضرات صحابہ کرام کا وہاں قیام اور حضرت علی کا کوفہ کو دار الخلافہ بنانا، مزید اس کی علمی چمک دمک میں اضافہ کررہا تھا، امام محمد قرآن سیکھنے اور کچھ حصے حفظ کرنے کے بعد وہاں کی ادبی مجلسوں اور حلقہ ہائے درس میں شامل ہونے لگے۔

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی:

جب ۱۴ سال کی عمر کو پہنچے تو امام ابوحنیفہ کے پاس گئے، انہوں نے امام صاحب سے پوچھا "آپ ایسے نابالغ لڑکے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد رات کو احتلام ہوجائے؟ کیا عشاء کی نماز لوٹائے گا؟" امام صاحب نے فرمایا "جی ہاں!" امام محمدؒ نے مسجد کے ایک کونے میں جاکر عشاء کی نماز لوٹا دی، امام صاحب نے یہ دیکھ کر فرمایا:

"ان ھذا الصبی یفلح ان شاء اللہ"

"اگر اللہ نے چاہا تو یہ بچہ ضرور فلاح پائے گا"

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فقہ کی محبت آپ کے دل میں ڈال دی چنانچہ آپ حصول فقہ کے لئے امام ابوحنیفہ کی مجلس میں پہنچ گئے، امام صاحب نے فرمایا "پہلے قرآن کریم حفظ کرلو، پھر سبق میں آجانا"۔

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

سات دن میں حفظ قرآن:

سات دن بعد امام محمد نے واپس آکر عرض کیا "میں نے حفظ قرآن مکمل کرلیا ہے" پھر امام صاحب سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا، امام صاحب نے پوچھا "یہ سوال کسی سے سنا

ہے یہ خود تمہارے ذہن میں پیدا ہوا؟" عرض کیا "کسی سے نہیں سنا، بلکہ میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے" امام صاحب نے فرمایا "یہ تو بڑے لوگوں کا سوال ہے، آپ پابندی کے ساتھ درس فقہ میں شریک ہوا کریں" اسکے بعد امام محمد چار سال متواتر امام صاحب کے درس میں شریک ہوتے رہے اور مجلس فقہ کے تمام مسائل کے جوابات لکھ کر انہیں مرتب کرتے رہے!

فقہ حنفی کی جو خدمت امام محمدؒ کے حصہ میں آئی، امام ابو حنیفہؒ کا کوئی دوسرا شاگرد اس میں ان کی برابری نہ کر سکا۔ جن کتب فقہ کو حنفی مسلک کا مرجع و ماخذ ہونے کی حیثیت حاصل ہے وہ تمام کی تمام امام محمدؒ کی ترتیب کردہ ہیں۔

ل بلوغ الامانی ص ۶۔۷

امام ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ

(متوفی ۲۰۴ھ)

آپ کا پورا نام "سلیمان بن داؤد بن الجارود طیالسی" ہے۔ آپ اصل میں فارس کے رہنے والے ہیں اور آخر میں بصرہ کی سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ احادیث طویلہ کو خوب محفوظ رکھتے تھے اور اپنے زمانہ میں اسی کمال کے ساتھ مشہور ومعروف تھے۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

اسرد ثلاثین الف حدیث ولا فخر.

"میں تیس ہزار حدیثیں فرفر سناتا ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے"[1]

امام ابوداؤد طیالسی نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ۷۲ سال کی عمر پاکر ۲۰۴ھ میں وفات پائی[2]

---

[1] تدوین حدیث، ص ۱۵۲۔ [2] قرۃ العین فی تذکرۃ المتون، ص ۵۸۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۲۰۴ھ)

فقہ کے ایک اہم ستون امام شافعی کا شمار تاریخ اسلام کی ان نامور ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی خدمات رہتی دنیا تک فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ علم فقہ، لغت، ادب کے میدان میں آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

انساب عرب کے حافظ:

ابن ہشام کا قول ہے کہ شافعی لغت کے معاملے میں حجت ہیں۔ ایک مرتبہ مصر میں ابن ہشام اور شافعی کے مابین مردوں کے انساب پر مذاکرہ ہوا۔ امام شافعی نے تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اس موضوع کو چھوڑو، ہم کو سب معلوم ہے۔ عورتوں کے نسب کے بارے میں ہم سے بات کرو۔ جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو ابن ہشام خاموش ہو گئے اور بولے میں نہیں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا عالم پیدا کیا ہے۔[1]

امام شافعی کی قوت حافظہ کے مختلف مظاہر:

امام شافعی کے علمی سفر کا کچھ حال بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں امام مالک کے ابتدائی کم مدت میں حفظ اور امام شافعی کی قوت حافظہ کے مختلف مظاہر سامنے آتے ہیں۔

> آٹھویں دن نماز عصر کے بعد مدینے میں ہمارا داخلہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھی، پھر قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ مجھے امام مالک دکھائی دیئے۔ ایک چادر کی تہبند باندھے تھے دوسری چادر اوڑھے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے "مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کی ہے ...." یہ کہہ کر انہوں نے زور سے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔

---

[1] ترتیب المدارک (۳۸۸/۱)

بے انتظار دیکھ کر امام مالک بن انس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور جہاں
جگہ ملی میں وہیں بیٹھ گیا۔ امام ایک حدیث روایت کرنے لگے۔
میں نے جلدی سے زمین پر پڑا ہوا ایک تنکا اٹھایا۔ مالک جب کوئی
حدیث سناتے تو میں اس تنکے کو اپنے لعاب دہن سے تر کر کے اپنی
ہتھیلی پر لکھ لیتا۔ امام مالک میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے مگر مجھے خبر نہ تھی۔
آخر مجلس ختم ہوئی اور امام مالک بیٹھے تھے کہ سب کی طرح میں بھی
اٹھ جاتا ہوں یا نہیں میں بیٹھا رہا۔ تو امام مالک نے اشارے سے
مجھے بلایا میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے
پھر فرمایا "تم حرم کے رہنے والے ہو؟" میں نے عرض کیا جی ہاں حرم
ہی کا باشندہ ہوں" پوچھا "مکی ہو" میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے
"قریشی ہو؟" میں نے کہا جی ہاں۔ فرمانے لگے سب اوصاف
پورے ہیں مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے میں نے عرض کیا آپ
نے میری کون سی بے ادبی دیکھی ہے؟ کہنے لگے "میں رسول ﷺ
کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکا لیے اپنے ہاتھ پر کھیل رہے
تھے" میں نے جواب دیا کاغذ پاس نہیں تھا اس لیے آپ سے جو کچھ
سنتا تھا اسے لکھتا جاتا تھا۔ اس پر امام نے میرا ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور
فرمایا ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا ہاتھ پر لعاب
باقی نہیں رہتا لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں۔ مجھے سب یاد ہو
گئی ہیں امام مالک کو تعجب ہوا کہنے لگے۔ سب نہیں ایک ہی حدیث سنا
دو" میں نے فوراً کہا ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمر کے واسطے
سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے" اور مالک ہی کی طرح میں
نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ پوری پچیس
حدیثیں سنا دیں جو انہوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے

قصور وار کو ضرورت تو بلی ہے۔"

کھانے کے بعد امام مالک گھر والوں کے حالات پوچھتے رہے اور جب رات زیادہ ہو گئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا" مسافر کو لیٹ کر تھکن کم کرنا چاہیے اب تم آرام کرو۔" میں تھکا ہوا تو تھا ہی لیٹتے ہی بے خبر سو گیا۔ پچھلے پہر کو کوٹھری پر دستک پڑی اور آواز آئی خدا کی رحمت ہو تم پر نماز" میں اٹھ بیٹھا کیا دیکھتا ہوں، خود امام مالک ہاتھ میں لوٹا لیے کھڑے ہیں، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی مگر وہ کہنے لگے" ابو خیر تم کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت فرض ہے۔"

میں نماز کے لیے تیار ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں امام مالک کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اندھیرا بہت تھا۔ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ پہاڑیوں پر دھوپ نمودار ہو گئی۔ امام مالک جس جگہ کل بیٹھے تھے اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے اور اپنی کتاب موطا میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔

موطا امام مالک کا حفظ:

میں مالک کے گھر آٹھ مہینے رہا۔ پوری موطا مجھے حفظ ہو گئی۔ مجھ میں اور امام مالک میں اس قدر محبت اور بے تکلفی ہو گئی تھی کہ انجان دیکھ کر کہہ نہیں سکتا تھا مہمان کون ہے اور میزبان کون۔

حج کے بعد زیارت کرنے اور موطا سننے کے لیے مصر کے لوگ مدینے آئے اور امام مالک کی خدمت میں پہنچے میں نے مصریوں کو پوری موطا زبانی ہی سنا دی۔"

صاحبین سے ملاقات اور حافظہ کا کمال:

اس علمی سفر کے دوران امام شافعیؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے پاس بھی گئے ان سے ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اتفاق سے مسجد کے دروازے ہی پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے۔ لڑکا ان سے کہنے لگا ''آپ حضرات نے میری نماز میں بھی کوئی خرابی دیکھی ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ''خدایا بھی نہیں'' لڑکا کہنے لگا ''مگر ہماری مسجد میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جس نے میری نماز پر اعتراض کیا ہے'' دونوں اماموں نے کہا ''تم اس شخص کے پاس جاؤ اور سوال کرو کہ نماز میں کس طرح داخل ہوتے ہو؟'' لڑکا لوٹ آیا اور مجھ سے کہنے لگا ''اے وہ جس نے میری نماز پر حرف گیری کی ہے ذرا یہ تو بتاؤ کہ تو نماز میں کس طرح داخل ہوتا ہے؟'' میں نے جواب دیا ''دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں'' لڑکا یہ سن کر چلا گیا اور محمد بن حسن اور ابو یوسف کو میرا جواب پہنچا دیا۔ اس پر وہ سمجھ گئے کہ جواب ایسے آدمی کا ہے جس کی علم پر نظر ہے مگر انہوں نے کہا ''پھر جا کے پوچھو وہ دونوں فرض کون ہیں اور سنت کیا ہے؟'' لڑکے نے آ کر مجھ سے یہ سوال کیا میں نے جواب دیا ''پہلا فرض نیت ہے دوسرا فرض تکبیرۃ الاحرام ہے اور سنت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے'' لڑکے نے میرا یہ جواب بھی دونوں صاحبوں کو سنا دیا۔

اب وہ مسجد میں داخل ہوئے مجھے غور سے دیکھا اور میرا خیال ہے کہ حقیر ہی سمجھا وہ ایک طرف بیٹھ گئے اور لڑکے سے کہا ''جاؤ اور اس شخص سے کہو کہ مشائخ کے روبرو آئے'' یہ پیغام سن کر میں سمجھ گیا کہ علمی مسائل میں میرا امتحان لیں گے میں نے لڑکے کو جواب دیا ''لوگ علم

کے پاس آتے ہیں اور علم کسی کے پاس نہیں جاتا پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے مشائخ سے ملنے کی مجھے ضرورت ہی کیا ہے۔"

میرا یہ جواب پاتے ہی محمد بن حسن اور ابو یوسف اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرف بڑھے جب انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور بشاشت ظاہر کی وہ بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا محمد بن حسن نے گفتگو شروع کی۔ کہنے لگے "حرم کے رہنے والے ہو؟" میں نے جواب دیا "جی ہاں" کہنے لگے "عرب ہو یا عجم کی اولاد؟" میں نے کہا "عرب ہوں۔" کہنے لگے "کون عرب ہو؟" میں نے جواب دیا "مطلب کی اولاد سے ہوں۔" کہنے لگے "مطلب کی کس اولاد سے؟" میں نے نافع کا نام لیا تو کہنے لگے "امام مالک کو تم نے دیکھا ہے؟" میں نے کہا جی ہاں امام مالک کے پاس سے آ رہا ہوں کہنے لگے "موطا بھی دیکھی ہے؟" میں نے کہا موطا کو حفظ بھی کر چکا ہوں!

محمد بن حسن کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی یقین نہ آیا۔ اسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا اور ابواب فقہ کا ایک مسئلہ لکھا ہر دو مسئلوں کے درمیان کافی جگہ خالی رکھی اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ان مسائل کا جواب موطا سے لکھ دو" میں نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے مطابق سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ محمد بن حسن کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے بغور میری تحریر پڑھی پھر مڑ کر غلام کو حکم دیا "اپنے آقا کو گھر لے جا۔"[1]

[1] دیکھئے امام شافعی کا قصہ، مترجم العلم والعلماء، ص: ۲۴۳-۲۴۹

نسیان سے حفاظت کا نسخہ

ایک دن آپ نے اپنے استاذ وکیع بن جراح سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے گناہوں سے دور رہنے کا مشورہ دیا، چنانچہ آپ نے اس واقعہ کو مندرجہ ذیل اشعار کی صورت میں بیان کیا ہے:

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فارشدنی الی ترک المعاصی
واخبرنی بان العلم نور
ونور اللہ لا یهدی لعاصی

"میں نے اپنے استاذ وکیع سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے کا حکم دیا اور مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور کسی نافرمان اور گناہوں کے رسیا کو نہیں دیا جاتا"

قوت حافظہ کے لئے لوبان کا استعمال:

امام شافعی سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ حافظہ کی مضبوطی کے لئے لوبان استعمال فرمایا کرتے تھے، لوبان کا چبانا حافظہ کو تیز کرتا ہے اور سرعت حفظ کا سبب بنتا ہے۔

ہشام بن محمد السائب کلبی رحمہ اللہ

(متوفی ۲۰۴ھ)

ابوالمنذر ہشام بن محمد الکلبی اپنے زمانہ میں علم الانساب کے سب سے بڑے عالم شمار کئے گئے ہیں، مورخین ان کی ثقاہت کا تو بیان نہیں، علم انساب اور تاریخ میں ان کی بے بہا تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقام بے مثال قوت حافظہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔

ابن خلکان نے خطیب بغدادی کے حوالہ سے ان کے بارے میں ایک انوکھا واقعہ نقل کیا ہے، جو یقیناً قارئین کے لئے حیرانگی اور تفریح کا باعث ہوگا:

"ایک مرتبہ ہشام کلبی بغداد تشریف لائے اور حدیث بیان کی، اسی سفر میں انہوں نے بتایا کہ میں نے ایسا حفظ کیا کہ کسی کو بھی حاصل نہ ہوا اور میں ایسا بھولا کہ کوئی بھی ایسا نہ بھولا ہوگا، ہوا یوں کہ میرے ایک چچا مجھے حافظ قرآن نہ ہونے پر عتاب کیا کرتے تھے، آخر ایک مرتبہ میں تنگ آکر کمرے میں چلا گیا اور قسم کھائی کہ حفظ کئے بغیر یہاں سے باہر نہ نکلوں گا، چنانچہ میں نے تین دن میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا۔ میری بھول کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آئینہ میں دیکھا اور اپنی داڑھی کو پکڑ کر کہ ایک بالشت سے زیادہ کاٹ دوں لیکن میں نے غلطی سے ایک بالشت داڑھی کاٹ ڈالی۔"[1]

---

[1] وفیات الاعیان لابن خلکان (۶/۱۳)

امام اصمعیؒ

(متوفی: ۲۱۶ھ)

اصمعی عربی لغت کے شہرہ آفاق امام ہیں، آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

''عبدالملک بن قریب بن عبدالملک بن علی بن اصمع''

چوتھی پشت میں آپ کے دادا کا نام اصمع ہے ان ہی کی طرف نسبت کرکے انہیں اصمعی کہتے ہیں، بصرہ میں ۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے، ۲۱۶ھ میں بصرہ ہی میں وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو غضب کا حافظہ عطا کیا گیا تھا، لغت کے سولہ ہزار دفتر ان کو حفظ تھے۔

پچاس درخواستیں، آن واحد میں محفوظ:

اصمعی کے حافظہ کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں جو علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر حسن ابن سہیل نے ادیبوں کو جمع کیا جن میں اصمعی، ابوعبیدہ اور نصر بن علی وغیرہ شامل تھے۔ ادیبوں کے ساتھ گفتگو شروع کرنے سے قبل امیر نے مختلف ضروریات کے لئے دی گئی پچاس درخواستوں پر اپنی صوابدید کے مطابق احکامات لکھ کر جاری کئے۔

اس کے بعد ادیبوں سے گفتگو شروع کی، محدثین کا تذکرہ چلا تو ابوعبیدہ، اصمعی پر تعریض کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ''جناب! اس مجلس میں بھی موجود کچھ لوگ اسلاف جیسے حافظہ کا دعویٰ کرکے کہتے ہیں کہ ایک بار کوئی کتاب پڑھنے کے بعد دوبارہ اس کے دیکھنے کی انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی اور کوئی بات ایک مرتبہ ان کے ذہن میں داخل ہو جائے تو پھر کبھی نہیں نکلتی''۔

اصمعی نے کہا ''جناب! ابوعبیدہ مجھ پر تعریض کر رہے ہیں لیکن واقعہ وہی ہے جیسا انہوں نے بیان کیا، ابھی آپ نے پچاس درخواستوں پر مختلف احکامات لکھے ہیں، قریب ہونے کی وجہ سے میں دیکھ رہا تھا، اگر آپ چاہیں تو وہ تمام درخواستیں منگوالیں، ہر درخواست

یہ جو کچھ لکھا ہوتا، میں تو یہ زبانی سنائے دیتا ہوں"۔

چنانچہ اصمعی نے وہ تمام درخواستیں اور امیر کی طرف سے ان پر لکھے گئے احکامات سنانا شروع کئے۔ جب چالیس سے کچھ اوپر پہنچے تو نضر بن علی نے اصمعی کو منع کیا کہ کہیں نظر بد نہ لگ جائے، تب اصمعی رک گئے[1]

گھوڑے کے اعضاء کا ذکر:

علامہ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اصمعی اور امام ابو عبیدہ، فضل بن الربیع کے پاس گئے۔ فضل نے اصمعی سے پوچھا "گھوڑے کے متعلق آپ نے کچھ لکھا ہے؟"

اصمعی نے کہا "ایک کتاب لکھی ہے"

پھر ابو عبیدہ سے پوچھا۔ اس نے کہا "میں نے پچاس جلدیں لکھی ہیں"

فضل نے ابو عبیدہ سے کہا "تم نے پچاس جلدیں گھوڑے کے متعلق لکھی ہیں، سامنے گھوڑا کھڑا ہے، سر سے لے کر پاؤں تک اس گھوڑے کے ایک ایک عضو کا نام تو ذرا بتا دو!!"

ابو عبیدہ نے کہا "یہ میرے بس کی بات نہیں، میں نے تو اہل عرب سے جیسے سنا لکھ دیا"

فضل نے اصمعی سے کہا "آپ بتا دیں!!"

اصمعی اٹھے اور گھوڑے کی پیشانی سے لے کر پاؤں تک ایک ایک عضو کا نہ صرف یہ کہ نام بتاتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ ان کے متعلق کہے گئے اشعار بھی سناتے رہے۔ فضل بن ربیع نے وہ گھوڑا انعام میں اصمعی کو دے دیا[2]

لکھا ہے کہ ابو عبیدہ کو چھیڑنے کے لئے اصمعی ان کے پاس اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تھے۔

مشہور جرمن مستشرق ولیم ہلوردت نے اصمعی کے مخصوص قصائد پر مشتمل "اصمعیات" کے نام سے کتاب لکھی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔ عبد الجبار جومرد نے بھی "الاصمعی، حیاتہ وآثارہ" کے نام سے اصمعی پر ایک کتاب لکھی ہے[3]

---

۱ وفیات الاعیان ۳/۱۷۳ ۲ بغیۃ الوعاۃ (۲/۱۱۳)

۳ دروس مقالات از ابو الحسن ندوی، ص ۲۵۴

ابن راہویہؒ

(متوفی: ۲۳۸ھ)

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ابن راہویہ کے تذکرے میں حفظ اور یادداشت ہی کے سلسلے میں ذکر کیا گیا ہے کہ مشہور خراسانی امیر عبداللہ بن طاہر کے دربار میں ابن راہویہ کی ایک دوسرے عالم سے بعض مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی، کسی کتاب کی عبارت کے متعلق دونوں میں اختلاف پیدا ہوا، اس پر ابن راہویہ نے امیر عبداللہ سے کہا کہ اپنے کتب خانے سے فلاں کتاب منگوایئے، کتاب منگوائی گئی، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس کے بعد لکھا ہے کہ امیر عبداللہ کو خطاب کر کے ابن راہویہ نے کہا:

﴿عُدَّ مِنَ الْكِتَابِ إِحْدَىٰ عَشْرَةَ وَرَقَةً ثُمَّ عُدَّ سَبْعَةَ أَسْطُرٍ﴾

"کتاب کے گیارہ ورق شمار کر کے چلئے اور گنئے، ساتویں سطر میں وہی ملے گا جو میں کہہ رہا ہوں"۔

ابن راہویہ کے حافظہ پر امیر عبداللہ کی حیرت:

دیکھا گیا جو کچھ ابن راہویہ کہہ رہے تھے وہی بات کتاب میں نکلی۔ کہتے ہیں کہ امیر عبداللہ نے ابن راہویہ کو خطاب کر کے کہا:

﴿علمت انک قد تحفظ المسائل و لکنی اعجب لحفظک هذه المشاهدة﴾

"یہ چیز تو مجھے معلوم ہی تھی کہ مسائل آپ کو خوب یاد ہیں لیکن تمہاری قوت یادداشت اور حفظ کے اس مشاہدے نے مجھے حیرت میں ڈال دیا"۔[1]

حفظ حدیث کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے:

"ایک لاکھ احادیث میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں"۔

آپ کے ایک شاگرد خفاف فرماتے ہیں:

---

[1] تدوین حدیث، ص ۱۳۶

"اسحاق نے گیارہ ہزار احادیث اپنی یادداشت سے لکھوائیں اور پھر ان کو دوبارہ سنایا نہ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ"[1]

ستر ہزار احادیث نوک زبان پر:

ایک مرتبہ ابن شبرمہ نے اسحاق بن راہویہ کے سامنے امام شعبی کا یہ قول نقل کیا۔

﴿ما کتبت سوداء فی بیضاء الی یومی هذا ولا حدثنی رجل بحدیث قط الا حفظته﴾

"میں آج تک جو حدیث بھی لکھی اور مجھ سے آج تک جس نے بھی کوئی حدیث بیان کی میں نے اسے حفظ کر لیا ہے"

یہ سن کر اسحاق بن راہویہ نے کہا "کیا تم اس پر تعجب کر رہے ہو؟" ابن شبرمہ نے ہاں میں جواب دیا تو اسحاق بن راہویہ نے فرمایا:

﴿لا اسمع شیئا الا حفظته وکانی انظر الی سبعین الف حدیث او قال اکثر من سبعین الف حدیث فی کتبی﴾

"میں نے آج تک کوئی ایسی بات نہیں سنی جو مجھے یاد نہ ہو، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں ستر ہزار سے زائد احادیث کو اپنی کتاب میں یاد کر رہا ہوں یعنی یہ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح دیکھ کر پڑھی جاتی ہیں"[2]

---

[1] حکایات صحابہ، ص ۱۴۳

[2] تدریب الراوی ص ۱۵۱

امام احمد بن حنبلؒ

(متوفی: ۲۴۱ھ)

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو جن عظیم اور دیدہ ور شخصیات سے سرفراز فرمایا ہے اگر ان کی مختصر سے مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نام کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، فقہ و حدیث میں آپ کا تعلق اور ان شعبوں میں آپ کی خدمات فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ فقہ حنبلی کا پورے عالم میں فروغ اور مسند احمد بن حنبل کی تدوین آپ کے سنہری کارناموں میں سے ہیں۔ فتنہ خلق القرآن میں آپ کی لاثانی قربانیاں، کلمہ حق کی بلندی اور اہل باطل کے سامنے ڈٹ جانا تاریخ کی کتابوں میں آپ کو زندہ جاوید بنانے کے لئے کافی ہے۔

وہ لوگ بھی ہیں جو ساحل پہ طوفاں سے سہمے بیٹھے ہیں
کچھ ایسے شناور بھی ہیں جنہیں ہر موج میں ساحل ملتا ہے

اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو حافظہ بھی خوب عطا فرمایا تھا، ظاہر ہے اتنے بلند علمی مقامات اور لاکھوں احادیث کا حفظ بالکل قوت حافظہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔

پوری پوری رات احادیث کے مذاکرے:

مشہور عالم و محدث وکیع بن جراح عام طور سے رات گئے احمد بن حنبل کے یہاں آتے تھے اور دونوں حضرات حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے، ایک رات امام وکیع آئے اور احمد بن حنبلؒ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اندر سے امام احمدؒ بھی تشریف لے آئے اور دونوں دروازہ پر حدیث کا مذاکرہ کرنے لگے۔

وکیع نے کہا ''میں آپ کے سامنے سفیان بن عیینہ کی احادیث رکھتا ہوں۔''

احمد بن حنبلؒ نے بیان کرنے کا کہا تو حضرت وکیع نے عن سفیان عن سلمۃ بن کہیل کے سلسلہ سند کی احادیث پیش کیں، احمد بن حنبلؒ نے بتایا کہ ''یہ تمام احادیث اسی طرح مجھے یاد ہیں۔''

پھر امام احمد بن حنبلؒ نے وکیع سے کہا ''آپ کو سلمہ بن کہیل کی حدیثیں یاد ہیں؟''

دونوں حضرات رات بھر دروازے پر کھڑے کھڑے احادیث کے بارے میں بحث و تذکرہ کرتے رہے اور صبح ہوگئی۔[1]

کبھی عرش پر کبھی فرش پر کبھی ان کے در کبھی در بدر
غم عاشقی تیرا شکریہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا

امام احمد بن حنبلؒ بیان کرتے ہیں کہ میں وکیع سے سفیان کی احادیث اس طرح سنا کرتا تھا کہ جب وہ نماز کے لئے مسجد جاتے تو ان کے ساتھ ہو لیتا اور کبھی آٹھ کبھی نو کبھی دس احادیث سن لیتا، یہ احادیث مجھے فوراً یاد ہو جاتیں اور آ کر میں اپنے ساتھیوں کو املاء کروا دیتا۔[2]

دس لاکھ احادیث کے حافظ:

ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں، ان سے پوچھا گیا کہ آپ یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہے ہیں؟" فرمانے لگے "میں نے ان سے احادیث کے مذاکرے کئے ہیں اور ان سے حدیث کے کئی ابواب حاصل کئے ہیں۔"[3]

---

١ سیرت ائمہ اربعہ ص ۹۵ بحوالہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (۳۸/۲)

۲ محدثین کے علمی کارنامے ص ۲۷۸ ۳ تدریب الراوی ص ۲۰

علم حدیث کے سرخیل محمد بن اسماعیل بخاریؒ

(متوفی ۲۵۶ھ)

"سعدت اعین رأتک وقرت
والعیون اللتی رأت من رآکا"

"تیرا دیدار کرنے والی آنکھیں خوش نصیب اور ٹھنڈی ہوں اور ان
آنکھوں کو بھی یہ نعمت ملی جنہوں نے تجھے دیکھنے والوں کا دیدار کیا"

حدیث کی مشہور ترین کتاب صحیح بخاری کے مرتب محمد بن اسماعیلؒ کی شخصیت حدیث کے مشہور امام ہونے کی حیثیت سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی صحیح بخاری پوری دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جاری ہے اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے لاثانی اعزاز کی حامل ہے۔

امام بخاری کے حافظے کا امتحان:

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا، ایک مرتبہ بغداد آئے محدثین جمع ہوئے امتحان لیا، اس طرح کہ دس آدمیوں نے دس دس حدیثیں لے کر ان کے سامنے پیش کیں، ان احادیث کے متون اور سندوں کو بدلا گیا، متن ایک حدیث کا اور سند دوسری حدیث کی لگا دی گئی، امام صاحب حدیث سنتے اور کہتے "لا اعرفہ" (مجھے یہ حدیث معلوم نہیں ہے) خواص امام کی مہارت جان گئے سمجھنے لگے، امام واقعی امام ہیں عوام کا خیال ہوا کہ یہ کیسے امام ہیں ان کی جانب تو ہر حدیث کے بارے میں "لا اعرفہ" کا اعلان ہے، جب اپنی دس دس حدیثیں سنا کر سب فارغ ہو گئے تو امام پہلے شخص کی جانب یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے "تم نے پہلی حدیث یوں سنائی تھی، اور صحیح یوں ہے" سب کے ساتھ ایسا ہی کیا پہلے ان کی مقلوب حدیث سناتے پھر تصحیح کرتے جب ایک ہی مجلس میں ان سب کی سو مقلوب حدیثیں سنائیں پھر ان کی تصحیح کی تو مجمع حیران رہ گیا، مجلس تعجب کا نشان تھی، حافظ ابن حجر نے یہ واقعہ لکھا ہے اور پھر اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا۔

ھنا یخضع للبخاری، فما العجب من ردہ الخطأ الی الصواب فانہ کان حافظا بل العجب من حفظہ

للحفظ علی ترتیب ما القوہ علیہ من مرۃ واحدۃ۔

"یہاں امام بخاری کی امامت تسلیم کرنی پڑتی ہے تعجب اس پر نہیں کہ بخاری نے غلط احادیث کی تصحیح کی، اس لئے کہ وہ تو تھے ہی حافظ، تعجب تو اس پر ہے کہ امام نے ایک ہی دفعہ میں ان کی بیان کردہ ترتیب کے مطابق وہ تمام مقلوب احادیث یاد کرلیں۔"[1]

سو احادیث، یکبارگی سننے سے یاد:

واقعی اس واقعہ میں دوسری بات زیادہ باعث تعجب ہے لیکن امام کے حافظہ نے اس سے بھی زیادہ عجائبات دکھائے ہیں: ایک مرتبہ امام بخاری نے مشائخ بصرہ کی سولہ روز مجالس کی پندرہ ہزار احادیث زبانی سنائی تھیں جن میں ایک دن کی مجلس کی احادیث ۱۲۳ سے کچھ اوپر تھی ہیں، امتحان کی اس مجلس میں تو صرف سو حدیثیں یکبار سننے سے یاد ہوئیں۔

طفل مکتب کے کارنامے:

اللہ جل شانہ نے حدیث کے میدان میں امام بخاریؒ سے جو کام لینا تھا اس کے تمام فطری اسباب ان کی ذات میں پیدا فرما دیئے تھے، احادیث میں علل کی معرفت کا میدان ہو یا صحیح وسقیم میں امتیاز کا مسئلہ، ہزاروں راویوں کے احوال پر اطلاع کا کٹھن مرحلہ ہو یا اسماء رجال اور ان کی کنیتوں کے حفظ کا معاملہ، امام بخاری کی عبقریت نے ان تمام میدانوں میں جولانیاں کیں، جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی ابتدائی سرگزشت کا آغاز کس طرح ہوا؟ تو فرمانے لگے:

"ابھی میں طفل مکتب تھا کہ حفظ حدیث کا مجھے الہام ہوا..... اس وقت میری عمر دس سال یا اس سے بھی کم تھی، مکتب سے نکل کر محدث داخلی کے ہاں جانا شروع کیا، ایک دن وہ سند حدیث بیان کرتے ہوئے کہنے لگے" سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم..... "میں نے ان سے کہا" حضرت! ابو زبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے،

---

[1] ہدی الساری ص: ۴۷۷

انہوں نے مجھے جھڑکا، میں نے اصل کی جانب رجوع کرنے کے لئے کہا۔ گھر میں جاکر جب اصل دیکھ آئے تو کہنے لگے "لڑکے! پھر ابراہیم سے کون روایت کر رہا ہے؟" میں نے کہا "زبیر بن عدی" تو مجھ سے قلم لے کر اپنی کتاب کی تصحیح کی اور فرمایا "تم نے ٹھیک کہا"۔[1]

امام بخاری سے جب پوچھا گیا کہ اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی فرمانے لگے "گیارہ سال"۔

پندرہ ہزار احادیث کا قصہ:

حاشد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بصرہ کے مشائخ کے پاس جایا کرتے تھے، ہم لوگ لکھا کرتے تھے اور بخاری نہیں لکھتے تھے، بطور طعن رفقاء درس امام بخاری سے کہا کرتے تھے "آپ خواہ مخواہ اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہیں، احادیث لکھتے نہیں!!!" جب زیادہ چھیڑ چھاڑ ہوئی تو امام بخاری کو غصہ آگیا اور فرمایا "اپنی لکھی ہوئی حدیثیں لاؤ!" اس وقت تک پندرہ ہزار احادیث لکھی جاچکی تھیں، امام بخاری نے ان احادیث کو سنانا شروع کردیا تو سب حیران رہ گئے، پھر تو حدیثیں لکھنے والے حضرات اپنے نوشتوں کی تصحیح کے لئے امام بخاری کے حفظ پر اعتماد کرنے لگے۔[2]

ستر ہزار احادیث کا حافظ بچہ:

سلیم بن مجاہد ایک دن مشہور محدث محمد بن سلام بیکندی کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیکندی فرمانے لگے "اگر کچھ دیر قبل آتے تو ستر ہزار احادیث حفظ کرنے والا بچہ دیکھ لیتے" سلیم یہ سن کر اس بچے کی تلاش میں نکلے، ملاقات کرکے پوچھا "ستر ہزار احادیث کے حفظ کا آپ کو دعویٰ ہے؟" بخاری کہنے لگے "جی ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ، مزید یہ کہ جس صحابی اور تابعی کی حدیث آپ کو سناؤں گا ان تمام کی ولادت، وفات اور مساکن کا بھی علم رکھتا ہوں"۔[3]

ابوبکر کلواذانی کہتے ہیں کہ میں نے بخاری جیسا شخص نہیں دیکھا وہ کسی عالم سے کتاب لے لیتے ایک نظر اس پر ڈالتے ہیں اور کتاب کی احادیث کے اطراف یاد کر لیتے ہیں۔

۱۔ تاریخ بغداد ۲/۷

۲۔ ھدی الساری ص: ۴۸۷

۳۔ تہذیب الکمال ([illegible]) سیر اعلام النبلاء ([illegible]) طبقات الشافعیۃ الکبری ([illegible])

ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث کے حافظ:

سمرقند میں چار سو محدثین جمع ہوئے اور احادیث کی اسانید میں تبدیلیاں کیں اور سات دن تک امام بخاری کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ فرماتے تھے "مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں"۔

امام بخاری گلستان علم حدیث کی بہار تھے، جہاں جاتے تشنگان علم حدیث کی مجلس آباد ہو جاتی تھی، ایک مرتبہ بلخ گئے، اصحاب حدیث جمع ہوئے اور املاء حدیث کی درخواست کی، ہزار راویوں کی ہزار حدیثیں سب کو لکھوا دیں۔

ایک ہزار سے زائد محدثین سے سماع:

امام بخاریؒ نے اپنے طویل علمی رحلات میں ایک ہزار سے زائد محدثین سے احادیث کا سماع کیا فرماتے ہیں:

﴿کتبت عن الف شیخ واکثر ما عندی حدیث الا اذکر اسنادہ﴾

"میں نے ایک ہزار سے زائد شیوخ سے حدیثیں لکھیں، مجھے اپنی ہر حدیث کی سند یاد ہے"۔

لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے میں تجھ سا دوسرا:

یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں، میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا، کسی نے اعلان کیا "بخاری آئے ہیں، ان کی طلب میں نکلو" لوگ نکلے، میں بھی ساتھ ہو لیا، دیکھتا ہوں عقب ستون میں مصروف نماز ایک جوان شخص ہے جس کی داڑھی نے ابھی سفیدی کو اجازت نہیں دی ہے، جب اپنی نماز سے فارغ ہوئے، لوگوں نے مجلس حدیث منعقد کرنے کا مطالبہ کیا، وہ انکار کیسے کرتے حدیث کی مجلسوں سے ہی تو ان کی زندگی کا چمن آباد تھا، محدثین، فقہاء اور حفاظ کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا، املا شروع کیا، مجمع کو مخاطب کر کے فرماتے تھے "میں ایک نوعمر انسان ہوں، آپ لوگوں نے مجھ سے املاء حدیث کا مطالبہ کیا تو مناسب یہ ہے کہ میں تمہیں ایسی احادیث سناؤں جو تمہارے پاس نہ

یوں تا کہ آپ سب مستفید ہوسکیں' پھر یوں املاء شروع کرائی۔

﴿حدثنا عبداللہ بن عثمان بلدیکم قال ثنا ابی عن شعبة عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن انس ان اعرابیا جاء الی النبی ﷺ فقال: یارسول اللہ! الرجل یحب القوم .... الخ ... ﴾

سند اور حدیث سنانے کے بعد فرمایا "تمہارے پاس یہ حدیث ہے تو سہی لیکن منصور کے طریق سے نہیں"۔

اسی طرح املاء کراتے رہے اور ہر حدیث کے بعد یہ فرماتے رہے کہ یہ حدیث تمہارے پاس فلاں راوی کے طریق سے ہے میرے بیان کردہ راوی کے طریق سے نہیں مجلس برخاست ہوئی تو اہل مجلس حیران تھے[1]

لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے میں تجھ سا دوسرا
یہ کیوں نہ ہو کہ تجھ کو تیرے روبرو کروں

فرماتے تھے ایک دن حضرت انسؓ کے شاگردوں پر نظر دوڑائی تو ایک ہی لمحہ میں تین سو حافظ کے پردہ پر آگئے[1]

امام بخاری کے حیرت انگیز حافظہ کا راز:

محمد بن ابی حاتم نے کسی سے سنا کہ امام بخاری نے بلاذر (خاص قسم کی دوا) کھائی ہے اس لئے ان کا حافظہ قوی ہے انہوں نے امام بخاری سے دریافت کیا کہ حافظہ کی کوئی دوا ہے؟ فرمانے لگے، مجھے نہیں معلوم، پھر فرمانے لگے

"لا اعلم شیئا انفع للحفظ من نهمة الرجل و مداومة النظر"
"حافظہ کے لئے آدمی کے انہماک و دائمی نظر و مطالعہ سے بہتر کوئی چیز میرے علم میں نہیں ہے۔"[2]

[1] تاریخ بغداد ۲: ۲۰، ۲۱ — سیر اعلام النبلاء ۱۲: ۴۱۰، ۴۱۲
[2] مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۸، سیر اعلام النبلاء ۱۲: ۴۰۶

امام ابوزرعہؒ

(متوفی: ۲۶۴ھ)

حدیث کے اس مشہور امام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قوت حافظہ سے نوازا تھا، لاکھوں احادیث نہ صرف زبانی یاد تھیں بلکہ نوک زبان پر تھیں، ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ ابوزرعہ کو دو لاکھ احادیث یاد ہیں تو وہ حانث ہوگا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا "وہ حانث نہیں ہوگا" پھر فرمایا "مجھے ایک لاکھ احادیث سورۂ اخلاص کی طرح یاد ہیں اور دو لاکھ احادیث میرے حافظہ میں محفوظ ہیں[1]"

سات لاکھ احادیث کے حافظ:

امام احمد بن حنبلؒ جیسے عظیم القدر امام حدیث ابوزرعہ کے حافظہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"صحیح احادیث سات لاکھ سے زیادہ ہیں اور اس نوجوان یعنی ابو زرعہ کو سات لاکھ احادیث یاد ہیں[2]"

نادر المثال قوت حفظ وضبط:

ابن ابی حاتمؒ نے ابوزرعہ کی قوت حفظ کا یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ابن وارہ جن کا اصلی نام محمد بن مسلم ہے اور فضل بن العباس جو فضلک الصائغ کے نام سے مشہور تھے دونوں حافظ ابو زرعہ کے پاس حاضر ہوئے، دونوں میں کسی مسئلہ پر بحث ہونے لگی، ابن وارہ نے سجدہ سہو کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کی، فضلک نے کہا "حدیث کے الفاظ یہ نہیں ہیں" ابن وارہ نے پوچھا "پھر صحیح الفاظ حدیث کے کیا ہیں؟" فضلک کے نزدیک حدیث کے جو الفاظ تھے ان کو دہرا دیا۔ دونوں کی گفتگو ابوزرعہ خاموشی کے ساتھ سن رہے تھے، آخر ابن وارہ ابوزرعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے "آپ فرمایئے، واقعی حدیث کے الفاظ کیا ہیں" انہوں نے پہلے بھی اعراض ہی سے کام لینا چاہا، لیکن جب ابن وارہ کا اصرار حد سے

---

[1] تدریب الراوی ص ۵۰ [2] تدریب الراوی ص ۵۰

پڑھ گیا تب ابوزرعہ نے کہا ”ذرا میرے بھتیجے ابوالقاسم کو بلایئے“ ابوالقاسم بلائے گئے، حافظ ابوزرعہ نے کہا:

﴿ادخل بيت الكتب فدع القمطر الاوّل والثاني والثالث وعد ستة عشر جزئا وائتني بالجزء السابع عشر﴾

”کتب خانہ جاؤ، پھر پہلے، دوسرے، تیسرے بستے کو چھوڑ کر اس کے بعد جو بستہ ہے اس سے کتاب نکالو، گن کر سولہ جزء کے بعد سترہواں حصہ جو کتاب کا ہے میرے پاس لاؤ“[1]

ابوالقاسم گئے اور حسب ہدایت مطلوبہ جزء نکال لائے۔ لکھا ہے کہ حافظ ابوزرعہ نے اوراق الٹے اور حدیث جس صفحہ پر تھی اس کو نکال کر ابن وارہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن وارہ نے پڑھا اور اقرار کیا کہ واقعی میں ہی بر سر غلطی تھا۔

اس واقعہ کے ساتھ حافظ ابوزرعہ کے اس دعوے کو پیش نظر رکھئے جسے ابن حجر نے ابو جعفر التستری کے حوالہ سے تہذیب میں نقل کیا ہے کہ وہ ان سے کہتے تھے:

﴿انّ في بيتي ما كتبته منذ خمسين سنة ولم أطالعه منذ كتبته وانّي لاعلم في اي كتاب هو في اي ورقة وهو في اي صفحة هو في اي سطر هو﴾

”پچاس سال ہوئے جب میں نے حدیثیں لکھی تھیں اور وہ میرے گھر میں رکھی ہوئی ہیں، لکھنے کے بعد ان پورے پچاس سال کے اندر ان حدیثوں کا میں نے پھر دوبارہ مطالعہ نہیں کیا لیکن جانتا ہوں کہ حدیث کس کتاب میں ہے اس کتاب کے کس ورق میں ہے، کس صفحہ میں ہے، کس سطر میں ہے۔“[2]

یہ بات کہ پچاس سال کے عرصہ میں دوبارہ یاد کی نوبت اور لکھی ہوئی حدیثوں کے دہرانے اور دیکھنے کا موقع ابوزرعہ کو نہ ملا۔ اس پر بھی اتنی تفصیل کے ساتھ ان حدیثوں کا یاد رہ جانا یقیناً قوت یادداشت اور حافظہ کی پختگی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے اور مثال کے بغیر

---

[1] تہذیب التہذیب، ج ۷ ص ۳۳ [2] تہذیب التہذیب، ج ۷ ص ۳۳

واقعات کے بارے میں ہچکچانے والی عقل شاید آسانی کے ساتھ حافظ ابوزرعہ کے اس دعوے کو مشکل ہی سے تسلیم کر سکتی تھی، اگر قرآن کے حفاظ میں ایسے افراد نہ پائے جاتے جنہوں نے یاد کرنے کے بعد پھر قرآن کو کبھی کھول کر نہیں دیکھا لیکن جس آیت کو جس وقت جی چاہے پوچھ سکتے ہیں اور اسی تفصیل کے ساتھ یعنی کس پارے، کس سورت، کس رکوع کی یہ آیت ہے، آپ کو وہ جواب دے سکتے ہیں۔ بلکہ ان میں بعض تو ایسے حافظ بھی دیکھے گئے ہیں کہ برسوں کے بعد تراویح سنانے کا موقع ان کو ملا لیکن دن کے دور کے بغیر انہوں نے پورا قرآن تراویح میں سنا دیا۔ اگرچہ عام طور پر اس قسم کے حفظ کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ورنہ عام قاعدہ حافظوں کا یہی ہے کہ کم از کم ایک دفعہ دن میں دور کر لینا یعنی جو محرابات کو سنانے والے ہیں اس کو ایک دفعہ دہرا لینا عام حالات میں ضروری ہے پورے قابو یافتہ ہو کر قرآن سنانے کا موقع یہی ہے[1]

صاحب تذکرہ لکھتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ کو فرماتے ہوئے سنا:

”مجھے صرف قرأت میں دس ہزار احادیث یاد ہیں“[2]

ایک عقیدت مند کی انوکھی قسم:

ابوزرعہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی ’ظریف‘ نے خدا جانے اس کو کیا سوجھی کہ اس مضمون کا حلف اٹھا لیا یعنی ”حافظ ابوزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی اگر یاد نہ ہوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے“۔

یہ لکھنے کے بعد حافظ صاحب کے پاس وہ آیا، پریشان تھا کہ حلف اٹھانے کو تو میں نے اٹھا لیا ہے لیکن بیوی قبضے میں رہتی ہے یا نہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابوزرعہ کی حدیث دانی پر کسی نے اعتراض یا شک کیا تھا، غصہ میں ان کے اس عقیدت مند نے طلاق کا حلف اٹھا لیا ہوگا۔ بہرحال وہ آیا اور مسئلہ کی جو صورت تھی بیان کی۔ جواب میں کہہ رہا تھا، حافظ ابوزرعہ اس سے فرما رہے تھے

﴿امسک بامرأتک﴾

---

[1] تدوین حدیث ص ۹۷
[2] تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۳۳

''اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھ'' (یعنی طلاق واقع نہ ہوئی تیری بیوی تیرے نکاح میں ہے)

ظاہر ہے کہ ذرا سا بھی شک حافظ کو اگر اس میں ہوتا کہ ایک لاکھ حدیثیں ان کو یاد نہیں ہیں تو جس شخص پر شرعاً اس کی بیوی حرام ہو چکی تھی محض اپنے نام و نمود یا اپنے بھرم کو باقی رکھنے کے لئے اس قسم کا فتویٰ قطعاً نہیں دے سکتے تھے۔[1]

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کی قابلِ رشک وفات:

ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ

﴿لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ ...﴾

''اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو''

مگر ابوزرعہ سے شرما رہے تھے اور ان کو تلقین کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی۔ حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر۔

اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اس پر ابوزرعہ نے اس جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کی:

﴿حدثنا بندار حدثنا ابو عاصم حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن صالح بن ابی غریب عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ: "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ ..﴾

اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ روح قفس عنصری سے عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔

پوری حدیث یوں ہے "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلیں وہ جنت میں داخل ہوگا)۔[2]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۲۴ [2] ابن ماجہ اور معجم حدیث ص ۸۹

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

(متوفی ۲۷۹ھ)

امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کا شمار ان خوش نصیب محدثین میں ہوتا ہے جن کی کتاب صحاح ستہ میں شامل ہیں اور پوری دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ آپ کی کتاب جامع ترمذی حدیث کی ایک نہایت اہم اور قابل قدر کتاب ہے۔ یہ کتاب بیک وقت جامع بھی ہے اور سنن بھی، اس لئے کہ اسے فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کی یہ کتاب دوسری بہت سی خصوصیات پر مشتمل ہے جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔

امام بخاری جو آپ کے استاد اور شیخ ہیں، آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

﴿ما انتفعت بك اكثر مما انتفعت بي﴾

''آپ نے مجھے اس سے زیادہ نفع پہنچایا ہے جو نفع میں نے آپ کو پہنچایا ہے''

امام ترمذیؒ قوت حافظہ میں ضرب المثل:

اللہ تعالیٰ نے امام ترمذیؒ کو حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا، اس کا اقرار علم الرجال کے سبھی ائمہ اور تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"قال ابو سعيد: كان ابو عيسى يضرب به المثل في الحفظ"

''امام ترمذیؒ قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے''[1]

امام ترمذیؒ کے حافظے کا امتحان:

ایک مرتبہ بعض محدثین نے امام ترمذیؒ کے حافظے کا امتحان لیا اور چالیس احادیث ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں، امام ترمذیؒ نے فوراً سنا دیں۔[2]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ (۲/۶۳۴) سیر اعلام النبلاء (۱۳/۲۷۳)

[2] حکایات صحابہ ص ۱۱۴

چالیس احادیث، آن واحد میں محفوظ:

اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی نے ایک شیخ کی روایات کے دو جز نقل کئے تھے، مکہ کے راستے میں اسی شیخ سے ملاقات ہوئی۔ امام صاحب نے سوچا کہ کیوں نہ براہ راست شیخ سے سماعت کروں، درخواست لے کر شیخ کے پاس گئے، انہوں نے منظور کر کے کہا: "میں پڑھتا جاؤں گا اور آپ اپنے نسخے سے مقابلہ کرتے جائیں۔" اتفاق سے وہ دو جز، امام صاحب کے سامان سفر میں نہ ملے تو وہ سادہ کاغذ لے کر بیٹھ گئے، شیخ کی نظر پڑ گئی، بہت ناراض ہوئے، امام صاحب نے ساری صورتحال گزارش کی اور کہا کہ "وہ دونوں جز مجھے ازبر یاد ہیں" اور پھر شیخ کے کہنے پر سنانا شروع کیا، شیخ نے کہا کہ "آپ پہلے سے یاد کر کے آئے ہو" امام ترمذی نے کہا "امتحان کر لیجئے"۔

لہذا شیخ نے چالیس غریب حدیثیں امام ترمذی کے سامنے پڑھیں، پھر اسی وقت امام صاحب نے بغیر کسی غلطی کے ان کو وہ سب حدیثیں سنا دیں۔[1]

قوت حافظہ کی حفاظت کا اہتمام:

امام ترمذی نابینا ہونے کے بعد ایک مرتبہ اونٹ پر سوار ہو کر حج کو تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مقام پر انہوں نے چلتے چلتے اپنا سر جھکا لیا اور رفقاء کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت دی۔ رفقاء نے حیران ہو کر اس کی وجہ پوچھی تو امام ترمذی نے فرمایا کہ کیا یہاں کوئی درخت نہیں ہے؟ ساتھیوں نے انکار کیا تو امام ترمذیؒ نے گھبرا کر قافلہ کو روکنے کا حکم دیا اور فرمایا

"تحقیق کرو! مجھے یاد ہے کہ عرصہ دراز پہلے جب میں یہاں سے گزرا تھا تو اس جگہ ایک درخت تھا، جس کی شاخیں بہت جھکی ہوئی تھیں، یہ درخت مسافروں کے لئے بڑی پریشانی کا باعث تھا اور سر جھکائے بغیر گزرنا ممکن نہ تھا، شاید وہ درخت کسی نے کاٹ دیا ہے۔ اگر واقعی ایسا نہیں ہے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہاں درخت نہیں تھا تو اس کا

---

[1] تذکرۃ الحفاظ: ۲/۶۳۴، سیر اعلام النبلاء: ۱۳/۲۷۴، تہذیب التہذیب ۹/۳۸۸، تراث [illegible] (۲۱۶/۱)

مطلب یہ ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہو چکا ہے، اس لئے اب میں روایت حدیث ترک کر دوں گا"

لوگوں نے اتر کر آس پاس کے لوگوں سے تحقیق کی تو لوگوں نے بتایا کہ واقعی یہاں ایک درخت تھا چونکہ وہ مسافروں کی پریشانی کا باعث تھا اس لئے اب اسے کٹوا دیا گیا ہے۔[1]

---

[1] درس ترمذی، ۱/۱۳۳

ابن جریر طبری رحمہ اللہ

(متوفی: ۳۱۰)

علم کے حصول کے عالم اسلام کے چپہ چپہ گھومنے والی یہ شخصیت تفسیر وحدیث اور تاریخ میں امامت کا درجہ رکھتی ہے۔ علم کا عشق اس انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ طالب علمی میں غربت اور مفلسی کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کرتن کے کپڑے بیچ کر گذر اوقات بسر کیا۔

ایک جامع المحاسن شخصیت:

ابو الفتاح ابو غدہؒ آپ کی علمی جامعیت اور اوصاف وکمالات کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "یہ امام مجتہد، حجت، مفسر محدث، فقیہ، اصولی، مقری، مؤرخ، لغوی، نحوی، عروضی، ادیب، عظیم راوی، شاعر، محقق، مدقق، علوم وفضائل کے جامع، بہت سی کتابوں کے مصنف، مجتہد مطلق علم ودین، حفظ اور کثرت تالیفات میں دنیا کے اماموں میں سے ایک امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ہیں۔"[1]

ان کی ولادت ۲۲۴ھ میں طبرستان کے شہر "آمل" میں ہوئی اور وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ ان کی شہرت آفاق عالم میں پھیلی حتی کہ لفظ "محمد" جب کتب میں حوالہ کے لئے لکھا جاتا ہے تو وہی مراد لیے جاتے ہیں۔[2]

آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور نو سال کی عمر میں حدیث لکھنی شروع کی لڑکپن کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ۲۳۶ھ میں بارہ سال کی عمر میں والد سے اجازت لے کر طلب علم میں سفر کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔[3]

---

[1] العلماء العزاب ص: ۹۱

[2] العلماء العزاب ص: ۹۱

[3] معجم الادباء ۱۸/۴۷، تاریخ بغداد ۲/۱۶۳

حفظِ احادیث کا جذبہ:

کہا جاتا ہے کہ ابن جریر نے ابن حمید سے ایک لاکھ سے زیادہ احادیث لکھیں کوفہ کی طرف سفر کیا اور بہت سے محدثین سے حدیثیں لکھیں جن میں ابوکریب محمد بن العلاء ہمدانی بھی شامل ہیں وہ بہت بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ سخت مزاج بھی تھے۔

ابوجعفر کہتے ہیں کہ دیگر طلبہ حدیث کے ساتھ میں بھی ان کے دروازے پر حاضر ہوا، انہوں نے دروازے کی کھڑکی سے جھانکا، باہر طلبہ شور کر رہے تھے اور داخل ہونا چاہتے تھے انہوں نے پوچھا "تم نے جو احادیث میرے ہاں لکھی تھیں وہ کس کس کو یاد ہیں؟" طلبہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، پھر طلبہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا "تم نے جو احادیث لکھی تھیں وہ تمہیں یاد ہیں؟" میں نے ہاں میں جواب دیا، طلبہ نے حضرت استاذ کو بتایا کہ اسے یاد ہیں، لہٰذا میں نے احادیث سنانی شروع کر دیں کہ فلاں دن آپ نے ہمیں یہ یہ حدیث سنائی تھی اور فلاں دن یہ یہ حدیث سنائی تھی"۔

ابوجعفر کہتے ہیں کہ میری دہرائی ہوئی احادیث سے ابوکریب کا کوئی مسئلہ حل ہو گیا، جس سے میرا مرتبہ ان کے دل میں بڑھ گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم اندر آ جاؤ، چنانچہ میں اندر حاضر ہو گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابوکریب، ابن جریر طبری کی عنفوانِ شباب میں ہی اس قدر قابلیت کو دیکھ کر ان کے مقام کو پہچان گئے اور احادیث سننے کی عام اجازت دے دی، بعد میں دوسرے شیوخ ان کی وجہ سے احادیث کا سماع کر لیا کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابوکریب سے ایک لاکھ سے زیادہ احادیث کا سماع کیا۔[1]

تیس ہزار اوراق کی تفسیر:

قوتِ حافظہ کی مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ شاگردوں سے فرمایا "قرآن کی تفسیر لکھوں تو تم پڑھو گے؟" شاگردوں نے کہا "کتنی بڑی تفسیر ہوگی؟" فرمانے لگے "تیس

---

[1] معجم الادباء ۱۸: ۶۰، تاریخ بغداد ۲: ۱۶۳

امام ابوبکر بن الانباری رحمہ اللہ
(متوفی: ۳۲۸ھ)

جمال ذی الارض کانوا فی الحیاۃ وھم

بعد الممات جمال الکتب والسیر

''اہل زمین کے لئے اپنی زندگیوں میں وہ باعث زینت تھے اور

مرنے کے بعد وہ اپنی کتابوں اور تذکروں کی زینت بن گئے''

یادداشت کے سمندر محمد بن قاسم ابن الانباری کا شمار کاروان علم کے ان دیدہ ور افراد میں ہوتا ہے جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا علم تھا آپ نے زندگی کی تمام رونقیں طلب علم کے لئے طویل اسفار کی نذر کیں، صرف رونق علم کو اپنایا اور علم ہی نے حلقہ شام وسحر سے نکال کر حیات جاوداں کی رونق عطا کی آپ کا سن پیدائش ۲۷۱ ہجری ہے۔

علم کی حلاوت اور اس کا کرشمہ:

علم کا ایسا ذوق تھا جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، علمی مصروفیات میں کسی قسم کا نقصان برداشت نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ بازار میں راہ چلتی باندی پر ان کی نظر پڑی، باندی کا حسن قلب وجگر پر چھا گیا، خلیفہ راضی ان کا بہت خیال کرتے، انہیں بتایا، خلیفہ نے وہ باندی خرید کر لادی، گھر لا کر خود مطالعہ میں ابھی لگے ہی تھے کہ اپنے غلام سے کہا کہ ''اس باندی کو نکال دو'' غلام نے باندی کو رخصت کرنا چاہا وہ کہنے لگی ''ذرا ٹھہرو! میں ان سے ایک دو باتیں کرنا چاہتی ہوں'' آ کر ان سے پوچھنے لگی ''آپ مجھے میرا قصور بتائے بغیر نکال رہے ہیں لوگ کیا گمان کریں گے؟ آخر میری غلطی تو بتائیں'' کہنے لگے ''تمہاری غلطی یہی ہے کہ تم نے علم کی طرف میرے دل کی توجہ میں خلل ڈال دیا ہے'' باندی نے کہا ''یہ تو کوئی مسئلہ نہیں'' خلیفہ راضی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگے:

﴿لا ینبغی ان یکون العلم فی قلب احد احلی منہ فی صدر ھذا الرجل﴾

علم کی حلاوت جتنی اس آدمی کے دل میں ہے شاید ہی کسی کے دل میں آئی ہو۔[1]

یادداشت کو باقی رکھنے کے لئے:

ابن الانباری کا شمار تاریخ اسلام کے ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے علم کی ترویج واشاعت کو ازدواجی زندگی پر ترجیح دی، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اپنی کتاب "العلماء العزاب" میں آپ کا تذکرہ کیا، ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"اپنی یادداشت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ ساری زندگی عورتوں سے دور رہے حالانکہ وہ عمدہ کھانے بادشاہوں کے دستر خوان پر ان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے، علمی مشغولیات کی وجہ سے وہ عورتوں سے کنارہ کش رہے حتیٰ کہ ایک خوبصورت اور حلال عورت ان کے گھر آئی تھی، اپنی یادداشت، علم، عورتوں سے لاتعلقی اور زہد میں وہ ایک عجوبہ روزگار شخصیت تھے، ان کی کوئی نسل اور اولاد نہیں ہوئی سوائے پچاس ہزار صفحات پر مشتمل تصنیفات کے۔"[2]

تین لاکھ اشعار کے حافظ:

اللہ نے جب کسی سے کوئی کام لینا ہوتا ہے اس میں اس کے اسباب بھی پیدا فرما دیتے ہیں، چنانچہ قدرت کی طرف سے ابن الانباری کو بلا کا حافظہ عطا کیا گیا تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ الفاظ قرآن کے استشہاد میں عرب کے تین لاکھ اشعار حفظ تھے، ایک سو بیس تفاسیر سندوں کے ساتھ یاد تھیں۔[3]

لغت، نحو، تفسیر اور شعر میں جو بھی ان کی تصنیف یا اقوال ملتے ہیں وہ سب انہوں نے اپنے حافظے سے لکھوائے، کتاب سے دیکھ کر انہوں نے کبھی نہیں لکھوایا۔[4]

---

[1] تاریخ بغداد ۳/۱۸۴ — [2] العلماء العزاب ص ۱۱۷

[3] نزہۃ الالباء ۲۱۲/۱ — [4] العلماء العزاب ص ۱۱۵

ایک رات میں علم تعبیر پر دسترس:

خلیفہ راضی کی کسی باندی نے ان سے اپنے کسی خواب کی تعبیر پوچھی، چونکہ اس چیز کا کوئی خاص علم نہیں رکھتے تھے اس لئے اس وقت تو بہانہ کر کے چلے گئے، خوابوں کی تعبیر کے متعلق کرمانی کی پوری کتاب ایک رات میں حفظ کی، پھر آ کر تعبیر بتا دی۔[1]

ایک دن بیمار ہوئے تو ان کے والد بہت پریشان ہوئے لوگوں نے تسلی دی چاہی، کتابوں سے بھری الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے:

"میں اس بیٹے کی بیماری پر پریشان کیوں نہ ہوں جس کو یہ سب کتابیں حفظ ہیں۔"[2]

حافظہ برقرار رکھنے کا نسخہ:

ابوالحسن عروضی کہتے ہیں کہ راضی باللہ کے دستر خوان پر میں اور ابوبکر انباری جمع ہوئے، ابوبکر نے باورچی کو اپنا کھانا بتایا ہوا تھا، وہ ان کے لئے خشک گوشت بھون دیتا تھا، ہم دستر خوان پر لگے عمدہ کھانے کھا رہے تھے لیکن ابوبکر وہی بھونا ہوا خشک گوشت کھاتے رہے، کھانے کے بعد عمدہ حلوہ لایا گیا تو اس سے بھی انہوں نے نہیں کھایا، دستر خوان سے اٹھ کر ہم لوگ خیش نامی ٹھنڈے کپڑوں میں جو لوگوں میں پسند کئے جاتے تھے سو گئے لیکن وہ ان کپڑوں میں نہیں سوئے، اس کے بعد عصر تک انہوں نے پانی تک نہیں پیا، عصر کے بعد انہوں نے غلام کو بلا کر پانی منگوایا تو برف کے بجائے مٹکے کا پانی پیا اس پر مجھے غصہ آیا تو میں نے چیخ کر کہا "اے امیر المومنین!" مجھے ان کے سامنے حاضر کیا گیا تو امیر المومنین نے کہا "کیا مسئلہ ہے؟" میں نے کہا "اے امیر المومنین! یہ شخص اس بات کا محتاج ہے کہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان کوئی شخص حائل ہو ورنہ جیسا وہ اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اس سے تو لگتا ہے کہ وہ اس کو مار دے گا" یہ سن کر امیر المومنین ہنس پڑے اور کہا "اس کو اسی میں لذت ملتی ہے اور یہ اس کی عادت ہو گئی ہے اور وہ اس طرز زندگی سے مانوس

۱۔ تاریخ بغداد [illegible] ۳/۱۸۱

۲۔ تاریخ بغداد ۳/۱۸۳

ہونے کی وجہ سے اب یہ ان کے لئے نقصان دہ نہیں ہے" پھر میں نے خود ان سے بات کی اور کہا "اے ابوبکر! تم اپنے نفس کے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہو؟" ان کا جواب یہ تھا "اپنی قوت یادداشت کو باقی رکھنے کے لئے!!!"

میں نے کہا "لوگوں میں تمہارے حافظہ کا بڑا چرچا ہے تمہیں کتنا یاد ہے؟" انہوں نے کہا "تیرہ صندوق کتابوں کے"۔ ۱؎

محمد بن جعفر کہتے ہیں "اتنی مقدار علم کی نہ ان سے پہلے کسی کو یاد تھی اور ان کے بعد کسی کو یاد ہو سکتی ہے"۔

عادت شریفہ یہ تھی کہ بعض اوقات کھجوروں کو لے کر سونگھتے اور فرماتے "تم عمدہ ہو لیکن اللہ نے جو مجھے علم عطا فرمایا ہے وہ مجھے تم سے زیادہ عزیز تر ہے موت کے قریب جب بیمار پڑے تو دل نے جو چاہا وہی کھایا اور فرمایا "یہ مجھے مرض الموت لگتا ہے" ۲؎

حمزہ بن دقاق کہتے ہیں "ابن الانباری بے نظیر حافظ کے ساتھ وہ ایک زاہد اور متواضع انسان تھے" ۳؎

۱؎ العلماء العزاب ص ۱۲۳ ۲؎ العلماء العزاب ص ۲۲۳

علامہ بدیع الزمان ہمدانیؒ

(متوفی: ۳۹۸ھ)

عربی ادب میں مقامات کا اسلوب ایجاد کرنے والے اس لاثانی ادیب اور شہرۂ آفاق خطیب نے چار سو مقامات لکھے۔ علم کی وادیوں میں سرگرداں علوم وفنون کے سمندر میں غوطہ لگا کر جواہرات اخذ کرنے والی اس علمی شخصیت کا سن پیدائش ۳۵۸ھ ہے اور چالیس سال کی عمر میں ۳۹۸ھ میں وفات پائی۔[1]

علامہ بدیع الزمان خود ہمدان کے رہنے والے تھے جو خراسان ایران کا مشہور شہر ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہیں ہمدان سے کوئی محبت نہ تھی بلکہ اس کی مذمت میں خود انہوں نے یہ دلچسپ شعر کہے

همذان لي بلد اقول بفضله

لكنه من اقبح البلدان

صبيانه في القبح مثل شيوخه

وشيوخه في العقل كالصبيان

”ہمدان میرا شہر ہے اور میں اس کی فضیلت کا قائل ہوں لیکن یہ بدترین شہر ہے اس کے بچے ظاہری بدصورتی میں بوڑھوں کی طرح ہیں اور اس کے بوڑھے عقل کی کمزوری میں بچوں کی طرح ہیں۔“

بیسیوں اشعار کا قصیدہ، آن واحد میں حفظ:

حافظہ و یادداشت کی قوت میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، جو بات سنتے فوراً یاد ہو جاتی، بیسیوں اشعار پر مشتمل قصیدہ کو ایک مرتبہ سنتے تو وہ یاد ہو جاتا اور شروع سے لے کر آخر تک ایک حرف کی تبدیلی کے بغیر سنا دیتے۔

معجم الادباء میں شیخ بدیع الزمان کا تذکرہ کچھ ان الفاظ میں آیا ہے:

۱؎ امت مسلمہ کی [illegible] ص ۳۲۸

''قوت ذکاوت، سرعت حفظ، ذہن کی صفائی اور قوت نفس میں وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ ان کی شخصیت میں عجائبات نوادرات پنہاں تھے۔ بعض اوقات ان کے سامنے پچاس اشعار سے زیادہ پر مشتمل قصیدہ پڑھا جاتا جس کو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ سنا ہوتا، ایک دفعہ سننے کے بعد وہ پورا قصیدہ ان کو یاد ہو جاتا اور وہ اس کو شروع سے لے کر آخر تک کسی حرف کی کمی کے بغیر سنا دیتے، اسی طرح بعض اوقات کوئی ایسی کتاب جس کو انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوتا تھا، اس کے چار پانچ اوراق کو وہ ایک سرسری نظر سے دیکھتے اور پھر اس کو بڑی روانی کے ساتھ زبانی سنا دیتے بعض مرتبہ ان سے آخری طرف سے کسی کتاب کی تصنیف کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ کتاب کے آخری مضامین کی طرف سے لکھنا شروع کرتے اور کتاب کو اس کے ابتدائی مضامین پر بڑے احسن اور انوکھے انداز میں مکمل کر دیتے''[1]

علامہ بدیع الزمان کا حافظہ اس قدر غضب کا تھا کہ چار یا پانچ اوراق پر سرسری نظر ڈال لیتے اور وہ سارے اوراق انہیں حفظ ہو جاتے، علامہ ثعالبی نے یتیمۃ الدھر میں لکھا ہے:

''ایک مرتبہ پچاس ابیات پر مشتمل ایک قصیدہ ان کے سامنے پڑھا گیا جو انہوں نے پہلی بار سنا اور ایک ہی بار سننے سے وہ انہیں یاد ہو گیا''[2]

علامہ بدیع الزمان کی صفات عجیبہ:

علامہ ثعالبی نے انتہائی خوبصورت عبارت اور دلنشین تعبیرات کے ساتھ آپ کا تذکرہ کیا ہے جس کا حسن تو عربی میں ہے، ملاحظہ فرمایئے:

---

[1] معجم الادباء (۱۶۱/۲۔۱۶۲)   [2] یتیمۃ الدھر (۲۵۶/۳)

﴿فانه كان صاحب عجائب وبدائع وغرائب.... وكان مع هذا مقبول الصورة، خفيف الروح، حسن المعاشرة، ناصع الظرف، عظيم الخلق، شريف النفس، كريم العهد، خالص الود، حلو الصداقة، مر العداوة... املى اربعمائة مقامة نحلها ابا الفتح الاسكندري.... من لفظ انيق قريب المأخذ، بعيد المرام، وسجع رشيق المطلع والمقطع كسجع الحمام... ناداه الله فلباه وفارق دنياه في سنة ثلاث وتسعين وثلثمائة، فقامت نوادب الادب، وانثلم حد القلم، وبكاه الفضائل مع الافاضل ورثاه الاكارم مع المكارم على انه ما مات من لم يمت ذكره، ولقد خلد من بقي على الايام نظمه ونثره، والله عز وجل يتولاه بعفوه وغفرانه ويحييه بروحه وريحانه﴾

"علامہ بدیع الزمان عجائب وغرائب کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت، خوش مزاج اور خوش اخلاق تھے۔ نفسانی شرافت، کردار کی بلندی، خلوص ومحبت آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ دوستوں کے لئے میٹھے اور دشمنوں کے لئے کڑوے تھے... آپ نے چار سو مقاموں کی املاء کروائی جنہیں ابو الفتح اسکندری نے لکھا... یہ مقامے عمدہ ترین الفاظ میں، معانی کی وضاحت اور رنگ بندی کی مہارت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، انہوں نے ۳۹۸ھ میں اس دنیا کو خیرباد کہا، آپ کی یاد میں ادبی شہ پارے لکھے گئے اور قلم نے تحریرات کے ڈھیر لگا دیئے ارباب فضائل رو دیئے اور اہل

شرافت نے مرثیے کہے، اس بات پر کہ ایسا شخص فوت ہو گیا جس کا
ذکر کبھی فوت نہیں ہوگا، جب تک دنیا باقی رہے گی ان کی نظم ونثر بھی
باقی رہے گی اللہ تعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت کا والی ہو اور انہیں
خوشبودار اور معطر زندگی عطا کرے"

وصال کا حیرت انگیز واقعہ:

علامہ بدیع الزمان کا انتقال ۳۹۸ھ میں ہوا، ابن خلکان نے ان کی وفات کا حیرت انگیز واقعہ نقل کیا کہ وہ بیمار تھے، بیماری کے عالم میں ان پر سکتہ طاری ہوا، لوگ سمجھے کہ انتقال کر گئے، اس لئے ان کی تکفین وتجہیز کر دی گئی اور انہیں دفن کر دیا، حالانکہ آپ زندہ تھے، قبر میں ہوش آیا تو چیخ پڑے، لوگوں نے قبر دوبارہ کھولی تو آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑی تھی اور قبر کی ہولناکی کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے[1]

[1] وفیات الاعیان (۱/۱۳۰)

ابن سینا

(متوفی: ۴۲۸ھ)

صفر ۳۷۰ھ اگست ۹۸۰ء کو بخارا کے قریب ''افشنہ'' نامی گاؤں میں اس شہرہ آفاق مسلمان سائنس دان کی پیدائش ہوئی، آپ کا پورا نام حسین بن علی ہے اور ''ابن سینا'' سے مشہور ہیں۔

صدیوں تک طب کی دنیا پر چھائی رہنے والی کتاب ''القانون'' آپ ہی کی تصنیف ہے، طب کے شعبہ جات میں اس کتاب کے بعض حصے اب بھی داخل نصاب ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں کی اسی پر انتہا نہیں بلکہ بیس جلدوں میں ''الحاصل والمحصول'' بیس جلدوں میں ''الانصاف'' اٹھارہ جلدوں میں ''الشفاء'' دس جلدوں میں ''لسان العرب'' اور اسی طرح دیگر کئی کتابوں کا ذخیرہ کئی جلدوں پر محیط ہے۔

جب بھی کسی کتاب کو دیکھتے تو صرف پڑھنے کی نہیں پڑھ کر سمجھنے کی عادت تھی، مابعد الطبیعات پر ایک کتاب چالیس بار پڑھی، پوری کتاب حفظ تو ہوگئی پر سمجھ میں نہ آئی، لیکن ہمت نہ ہاری، پھر اسی موضوع پر فارابی کی کتاب خرید کر اس کا مطالعہ کیا، موضوع سمجھ میں آگیا تو اس مسرت میں سجدہ شکر ادا کیا اور صدقہ خیرات کیا۔[1]

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱/۱

شمس الائمہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۴۸۳ھ)

فقہ حنفی کی تدوین امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں ہوئی، فقہاء کی ایک بڑی جماعت تھی جو امام ابوحنیفہؒ کے چالیس اصحاب و تلامذہ پر مشتمل تھی، جس میں امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد جیسے جلیل القدر فقہاء بھی موجود ہوتے تھے۔

اس مجلس شوریٰ کے سربراہ امام اعظم ابوحنیفہؒ تھے، ایک ایک مسئلہ مجلس میں پیش ہوتا اور کافی بحث و تمحیص کے بعد قرآن و احادیث نبویہ کی روشنی میں منقح ہو کر امام محمد کے ہاتھوں لکھا جاتا تھا، اس طرح جو مدون مسائل ضبط تحریر میں آئے اور ان کے مجموعہ کو ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل چھ کتابوں کا مجموعہ تھا:

۱۔ الجامع الکبیر ۲۔ الجامع الصغیر ۳۔ السیر الکبیر

۴۔ السیر الصغیر ۵۔ مبسوط ۶۔ زیادات

ان کتابوں کو سامنے رکھ کر بعد میں آنے والے فقہاء نے نہایت عمدگی اور حسن ترتیب کے ساتھ ایسی کتابیں مرتب کیں جو تمام مسائل اصول یعنی ظاہر الروایہ کی حامل ہیں، اس سلسلہ میں سب سے معتمد کتاب حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الکافی" ہے جس کی متعدد شروحات لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے عمدہ شرح امام سرخسی کی مبسوط ہے۔

فقہاء احناف کا بیان ہے کہ مبسوط فقہ حنفی کی اتنی قابل اعتماد کتاب ہے کہ اس کے خلاف کسی کے بیان کئے ہوئے مسئلہ پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ تمام مسائل میں اسی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، اسی کے مسائل کو معمول بہ، مفتیٰ بہ ہونا چاہئے۔

اس عظیم علمی متن کے مصنف محمد احمد بن ابی سہل سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ اپنے زمانہ کے امام مجتہد، اصولی و مناظر تھے، شمس الائمہ عبدالعزیز حلوانی کے شاگرد رشید تھے اور ان سے بھی بڑے بڑے علماء نے کسب فیض کیا۔

پندرہ جلدوں کی زبانی املاء:

اللہ تعالیٰ نے اس لاثانی شخصیت کو حافظہ بھی بلا کا عطا فرمایا تھا، مبسوط جیسی لافانی کتاب اسی قوت یادداشت کا ثمرہ تھی، واقعہ کچھ یوں ہے:

"ایک مرتبہ آپ بادشاہ وقت کو ضروری نصیحتیں کرنے کی پاداش میں قید خانہ میں محبوس کر دیئے گئے، اسی قید کی حالت میں محض اپنی یادداشت کی بنا پر کسی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر اپنے شاگردوں کو مبسوط کی پندرہ جلدوں کی املاء کروادی"[1]

مولانا عبدالحی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں:

﴿واملی المبسوط نحو خمس عشرۃ مجلدا وھو فی السجن باوزجند کان محبوسا وھو فی الجب واصحابہ فی اعلی الجب کذا فی طبقات القادری﴾

"طبقات قادری میں مرقوم ہے کہ امام سرخسی نے مبسوط کی پندرہ جلدوں کی املاء اس حال میں کروائی کہ آپ مقام اوزجند کی جیل میں قید تھے، آپ کنویں میں قید تھے اور آپ کے شاگرد اوپر تھے"[2]

ہم جیسے ضعیفوں اور کم ہمتوں کے لئے پوری کتاب کا مطالعہ کرنا بھی دشوار ہے اس کے مصنف کی وسعت علم وقوت حفظ کا حال معلوم ہو کر عش عش کرنا پڑتا ہے۔

۱۔ اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے، ص:۹۳ ۲۔ الفوائد البہیہ، ص:۹۳

بخاری زماں عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ

(متوفی ۶۰۰ھ)

بدعمل کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور اس کی تردید کو قبول نہ کرنا ہمیشہ سے علمائے حق کا شیوہ اور دستور زندگی رہا ہے، شیخ عبدالغنی مقدسی بھی اس وصف میں کسی سے کم نہ تھے، ایک مرتبہ قصر حجاج میں گانے بجانے کے آلات جمع کیے گئے اور ایک محفل موسیقی کا اہتمام کیا گیا، شیخ وہاں پہنچے اور آلات لہو و لعب کو چن چن کر توڑنا شروع کر دیا، منبر پر چڑھ گئے اور سب کو وہاں سے بھگا دیا۔ قاضی کا خط آیا کہ دف اور شبابہ وغیرہ باجوں کے متعلق مناظرہ کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا: "یہ سب حرام ہیں، میں قاضی کے پاس نہیں جا سکتا، اس کا جی چاہے تو وہ خود آ سکتا ہے" پھر قاصد آیا کہ یہ چیزیں بادشاہ کی تھیں جو آپ نے برباد کر دیں، یہ سن کر آپ تلملا گئے اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قاضی اور بادشاہ دونوں کی گردن مارے"

لوگ ڈر گئے کہ بڑا فتنہ پیدا ہو گیا مگر خدا کے اس شیر کے مقابلہ میں آنے کی ہمت کسی کو نہ ہوئی۔[1]

ایک لاکھ سے زائد احادیث کے حافظ:

حفظ حدیث کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے شیخ کے روبرو ذکر کیا کہ ایک آدمی نے قسم کھائی ہے کہ اگر حافظ عبدالغنی مقدسی ایک لاکھ احادیث کے حافظ نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق!

شیخ نے یہ سن کر فرمایا:

"اگر اس سے زیادہ کی بھی قسم کھاتا تو بھی حانث نہ ہوتا"

کیونکہ شیخ کو اس سے بھی زیادہ احادیث یاد تھیں۔[2]

---

[1] اسلاف کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۱۱ [2] (تذکرۃ الحفاظ: ۴/۱۳۷۲)

علامہ مقدسی کے معمولات زندگی:

آپ نے کام کرنے کا ایک ضابطہ بنایا تھا جس پر روزانہ عمل کرتے تھے نماز فجر کے بعد قرآن کی تفسیر یا حدیث کی تشریح فرماتے۔ پھر اٹھ کر وضو کرتے اور تین سو رکعتیں ظہر سے پہلے پہلے پڑھتے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور معوذتین پڑھتے تھے، اس کے بعد قیلولہ کرتے اور ظہر کی نماز ادا فرماتے اور پھر حدیث سناتے یا کتابیں تصنیف فرماتے۔ مغرب تک یہی مصروفیت رہتی، پھر عشاء کی نماز تک نوافل پڑھتے اور نصف شب تک سوتے اور بیدار ہو کر وضو فرماتے، بسا اوقات رات بھر میں آٹھ دس مرتبہ وضو کرتے۔ اس کے متعلق فرماتے تھے۔

"جب تک وضو کے اعضاء پر تری رہتی ہے نماز میں بڑا مزہ آتا ہے"

فجر سے تھوڑا پہلے سو لیتے، آپ کا روزانہ یہی معمول تھا۔[1]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱۳۷۵/۴

ابن عنین انصاری

(متوفی ۶۳۰ھ)

آپ کا پورا نام محمد بن نصر الدین بن نصر الحسین بن عنین انصاری ہے، شعر وادب کی تاریخ میں آپ کا شمار نابغہ روزگار اور یکتا شخصیات میں ہوتا ہے۔ انھیں اپنے وقت کا خاتمۃ الشعراء مانا گیا ہے۔ ادب عربی میں کامل دسترس اور کمال حاصل تھا لیکن ہجوگوئی ان کا خاص موضوع سخن تھا۔ اسی وجہ سے سلطان صلاح الدین ایوبی نے انھیں دمشق سے نکلوا دیا تھا، دمشق سے نکلنے کے بعد انھوں نے دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا۔

کتاب الجمہرہ کے حافظ:

اس نادر روزگار ہستی کو حافظہ بھی خوب عطا ہوا تھا۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

﴿بلغني انه كان يستحضر كتاب الجمهرة لابن دريد في اللغة﴾

"مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابن عنین کو ابن درید کی لغت میں لکھی ہوئی کتاب "كتاب الجمهرة" زبانی یاد تھی"[1]

جمہرہ ابن درید چار جلدوں پر مشتمل لغت عربی کی انتہائی مبسوط اور ضخیم کتاب ہے، قرآن وحدیث میں چونکہ ارتباط اور تسلسل ہے جس کی وجہ انھیں یاد کرنا آسان ہے، لیکن لغت ایک ایسا موضوع ہے جس میں قطعی ربط اور تسلسل نہیں وہ اول سے آخر تک بالکل غیر مسلسل ہوتا ہے اس کا ایک جملہ دوسرے جملے سے کوئی ربط اور تعلق نہیں رکھتا، اس فن کو ازبر کرنا بہت بڑا کمال ہے۔

---

[1] وفیات الاعیان (۴۰۰/۲)

یحییٰ بن یوسف صرصری

(متوفی: ۶۵۶ھ)

علامہ صرصریؒ بغداد کے رہنے والے تھے، سرور عالم فخر آدم و بنی آدم ﷺ کی مدح میں اتنے قصائد تحریر فرمائے کہ ان کا مجموعہ بیس جلدوں تک پہنچتا ہے، اسی خصوصیت کی بنا پر آپ کو "حسان وقت" کہا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اشعار عرب اور ادب کے ماہرین میں ان کی ذات نمایاں مانی جاتی ہے۔

"صحاح" لغت کا حفظ:

اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی بے مثال عطا فرمایا تھا، علامہ جوہری کی "صحاح فی اللغۃ" کو تمام و کمال حفظ کر رکھا تھا، شذرات الذہب میں لکھا ہے:

﴿کان یحفظ صحاح الجوھری بکمالھا﴾

"علامہ صرصری کو جوہری کی "صحاح فی اللغۃ" پوری یاد تھی۔"[1]

صحاح جوہری بھی لغت کی ایک بہت بڑی، قدیم اور مشہور کتاب ہے، ابھی آپ نے حافظ جمہرہ کا حال پڑھا اب حافظ صحاح بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ امت محمدیہ کی وہ نادر روزگار شخصیات ہیں جن کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے، اس پر جتنا ناز و فخر کیا جائے کم ہے!!

فتبارک اللہ احسن الخالقین

---

[1] شذرات الذہب (۲۸۲/۵)

محمد بن ابی الحسن الیونینی

(متوفی: ۶۵۸ھ)

نورانی پر وقار چہرہ، صاحب احوال و کرامات، خاشع و متواضع شخصیت کے مالک اس امام نے خداوند عالم کی طرف سے وہ مقام مرتبہ پایا کہ شاہان وقت ان کی قدم بوسی کو باعث سعادت سمجھتے تھے۔

چار دن میں مسلم شریف کا حفظ:

جس طرح صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت و خلاق محمدیہ میں نے ان کے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی اسی طرح آپ کا حافظہ بھی بے نظیر تھا، آپ کے فرزند ارجمند علامہ قطب الدین یونینی فرماتے ہیں:

﴿حفظ والدی الجمع بین الصحیحین واکثر مسند الامام احمد وحفظ صحیح مسلم فی اربعة اشهر وحفظ سورة الانعام فی یوم واحد وحفظ ثلث مقامات الحریری فی بعض یوم﴾

"میرے والد ماجدؒ نے "کتاب الجمع بین الصحیحین" اور مسند امام احمد بن حنبلؒ کا اکثر حصہ زبانی یاد فرمایا تھا، مسلم شریف کو صرف چار ماہ میں یاد کیا، سورہ انعام ایک دن میں اور حریری کے تین مقامات کو چند گھنٹے میں ازبر یاد کرلیا تھا۔"[1]

---

[1] شذرات الذھب (۲۹۳/۵)

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ

(متوفی ۷۲۵ھ)

امام تصوف نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تصوف کے ایک بہت بڑے امام اور پیشوا ہونے کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ آغاز شعور ہی سے آثار رشد و ہدایت نمایاں تھے، بچپن ہی میں والد بزرگوار کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا، والدہ ماجدہ نے مکتب میں بٹھادیا، ۱۲ سال کی عمر میں لغت کی کتابیں پڑھتے رہے۔ تحصیل علم کے شوق نے دہلی پہنچادیا، یہاں شمس الملک کی خدمت میں علم ادب و حدیث وغیرہ حاصل کیا۔ نہایت ذکی و فطین ہونے کی وجہ سے ہم سبق طلباء ان کو "بحاث" یعنی بہت بحث کرنے والا کہتے تھے۔

علوم باطنی حاصل کرنے کی غرض سے اجودھن میں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچ کر عوارف المعارف اور تمہید ابو شکور وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھیں اور چھ پارے قرآن مجید با تجوید حفظ کئے اور فیض باطن سے مستفیض ہو کر خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر دہلی بھیجے گئے۔ یہاں آپ کے فیوض و برکات سے صدہا آدمی خدا رسیدہ ہو گئے۔ بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں، مجاہدہ و ریاضت نفس اور ترک دنیا اختیار فرمایا، نہ کوئی گھر بنایا اور نہ ہی نکاح کیا۔ امراء و سلاطین سے ملنا پسند نہ فرماتے تھے۔ ہاں البتہ شیخ کی شہرت سن کر سلطان جلال الدین فیروز خلجی نے بہت الحاح کے ساتھ ملاقات چاہی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

پندرہ سال کی عمر میں دہلی میں شمس الملک شمس الدین خوارزمی سے مقامات حریری پڑھی اور اس کو زبانی یاد کیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ خیال ہوا کہ لغویات میں مشغول رہا، جب اس پر تنبیہ ہوئی تو شیخ کمال الدین زاہد مارٹکلی کی خدمت میں متن حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار للصغانی کا درس لیا اور بطور کفارہ مشارق کو حفظ کیا جس میں بخاری و مسلم کی کئی ہزار احادیث ہیں۔[1]

۱: نزہۃ الخواطر (۲: ۱۴۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
(متوفی ۷۲۸ھ)

شیخ زمانہ، امام وقت، فقیہ باکمال، مجتہد ربانی شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن مفتی شہاب الدین عبدالحلیم حرانی دمشقی اسلامی تاریخ کی ان مایہ ناز اور نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جن پر برملا فخر کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے تجرد کی زندگی گزاری اور علم کی تحصیل و ترویج کی خاطر ساری عمر شادی نہ کی۔

ربیع الاول سن ۶۶۱ھ کو حران میں پیدا ہونے والے اس عظیم انسان نے حدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، اس کے اجزاء لکھے، شیوخ حدیث کی مجلسوں کے چکر لگائے، حدیث کی تخریج اور تہذیب کی، رجال حدیث، اس کی علتوں اور فقہ حدیث میں مہارت حاصل کی۔

تفسیر قرآن پر عبور کا یہ عالم تھا کہ سیال طبیعت اور رساں ذہن کی وجہ سے دقیق علمی مسائل میں غوطے لگاتے اور قرآن مجید سے ان مسائل کا استنباط کرتے جن کو پہلے کوئی معلوم نہ کر سکا تھا۔

قوت حفظ کا عالم:

قوت حفظ کا یہ عالم تھا کہ بقول ابوالفتاح ابوغدہ کے ..... ان کے علاوہ بہت ہی کم ایسے لوگ ہوں گے جن کو حدیث اور اس سے متعلقہ تمام تفصیلات ازبر ہوں اور اس کے ساتھ ضرورت کے وقت متعلقہ حدیث ان کے ذہن میں مستحضر بھی ہو۔[1]

انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے:

صلاح صفدی اپنی کتاب "الوافی بالوفیات" میں اپنے استاذ ابن تیمیہ کی قوت حافظہ کی مضبوطی اور آپ کی یادداشت کی عمدگی کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"میں نے انہیں مدرسہ القصاعین اور مدرسہ حنبلیہ میں کئی بار دیکھا، وہ جب گفتگو کرتے تو آنکھیں بند کر لیتے، ان کی زبان پر عبارتوں کا ہجوم ہو جاتا، اس وقت ان کی حالت قابل دید ہوا کرتی تھی، اس وقت وہ

---

[1] العلماء العزاب، ص: ۲۲۴

ایک ایسے امام کے روپ میں دکھائی دیتے تھے جس کا کوئی ہم پلہ اور
ثانی نہ ہو اور ایسے عالم کے لبادے میں ملبوس دکھائی دیتے جس کو ہر علم
سے حظ وافر ملا ہو، اس وقت ان کا تیر سیدھا نشانہ پر لگتا تھا اور وہ ایسے
مناظر کی طرح نظر آتے تھے جو میدان مناظرہ میں اپنے دلائل کے
ذریعہ مقابل پر شبخون لے کر آیا ہو:

وعاینت بدرا لا یری البدر مثلہ
وخاطبت بحرا لا یری العبر عائمہ

"تم نے ایسے چاند کا دیدار کیا ہے جس نے اپنا ہم مثل نہیں دیکھا اور
تم ایسے سمندر سے ہم کلام ہوئے ہو جس میں تیرنے والے نے
کنارہ نہیں دیکھا"

میں کئی مرتبہ ان کی صحبت میں بیٹھا، مدرسہ حنبلیہ میں ان کے درس
میں کئی دفعہ حاضر ہوا، دوران درس ان کی زبان سے وہ فوائد سنتا تھا جو
میں نے کسی اور سے نہیں سنے ہوتے تھے اور نہ ہی میں نے وہ کسی
کتاب میں دیکھے ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ وسعت نظر اور قوت حافظہ
میں میں نے ان کی نظیر نہیں دیکھی، پہلے حفاظ کے متعلق جو ہم نے سنا
تھا وہ اس کی زندہ تصویر تھے، حصول مقصد میں وہ عالی ہمت شخص تھے[1]

یکبارگی مطالعے سے کتاب کا حفظ ہو جانا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے بے نظیر حافظے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے حافظ ابن
حجرؒ اپنی کتاب "الدرر الکامنہ" میں لکھتے ہیں:

"جمال الدین یوسف بن محمد حنبلی نے اپنی امالی میں کہا ہے کہ "ہمارے
زمانہ میں قوت یادداشت میں ابن تیمیہ عجیب تھے، وہ کسی کتاب
کا ایک دفعہ مطالعہ کرتے تو وہ کتاب ان کے ذہن پر نقش ہو جاتی، پھر
وہ اس کو اپنی تصنیفات میں بعینہ اسی کے الفاظ میں نقل کیا کرتے"[2]

---

[1] الوافی بالوفیات: ۱۶/۷ [2] الدرر الکامنۃ: ۱/۱۶۰

امام عز الدین محمد بن ابی بکر

(متوفی: ۸۱۹ھ)

علم کو شادی پر ترجیح دے کر ساری عمر تجرد میں گزارنے والے یہ عالم فرمایا کرتے تھے

"میں ایسے تیس علوم جانتا ہوں جن کے ناموں سے میرے ہم عصر واقف بھی نہیں ہیں"[1]

امام عز الدین کے علوم کی تفصیل:

ابو الفتاح ابو غدہ امام عز الدین کے حاصل کردہ علوم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وہ فقہ، تفسیر، حدیث، علم عقائد، اصول، مناظرہ، اختلاف مذاہب، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، ہیئت، حکمت، طب، شہسواری، نیزہ بازی، تیر اندازی، تلوار چلانے کا فن، آہنی گرزوں سے مقابلہ، نیزے بنانے کی صنعت، رمل، زمین سے مٹی کا تیل نکالنے کا طریقہ، کیمیا، نجوم، علم الحروف، تعویذ، اور اس کے علاوہ دیگر علوم میں ماہر تھے۔"[1]

دو ماہ میں حفظ قرآن:

قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ چھوٹی سی عمر میں آپ کو حضرت صدر سیدوفی کی مجلس میں بٹھا دیا گیا اور ہر روز آدھے پارے کے حساب سے انہوں نے دو ماہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔[2]

---

[1] العلماء العزاب ص ۲۵۵

[2] العلماء العزاب ص، شذرات الذهب ۷/ ۱۳۹، الضوء اللامع ۷/ ۱۲۶، بغية الوعاة ۱/ ۶۳

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

(متوفی: ۸۵۲ھ)

علمی دنیا میں "حافظ ابن حجر عسقلانی" کے نام سے جانی پہچانی اس عظیم شخصیت کا پورا نام "شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی" ہے، چودہ جلدوں پر مشتمل فتح الباری جیسی بے مثال شرح بخاری آپ کا لازوال علمی کارنامہ ہے اور پوری دنیا میں بخاری کی بہترین شرح ہونے کے اعتبار سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

چار برس کی عمر میں پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، زکی الدین خروبی نے اس یتیمی کی حالت میں آپ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور بڑے ہونے تک انہی کے زیر کفالت رہے۔

باکمال قوت یادداشت کے مالک:

جب پورے پانچ سال کے ہوئے تو مکتب میں داخل کیے گئے، نو برس کی عمر میں صدر الدین سفطی کے پاس قرآن مجید حفظ کیا، قرآن پاک کے علاوہ عمدۃ الاحکام، الحاوی الصغیر، مختصر ابن حاجب، الفیہ العراقی اور ملحۃ الاعراب وغیرہ کتابیں زبانی یاد کر لی تھیں۔[1]

آپ کے علمی ماثرات میں بارہ جلدوں کی تہذیب التہذیب، چار جلدوں کی لسان المیزان، نو جلدوں میں الاصابہ، پانچ جلدوں میں تغلیق التعلیق کے علاوہ ایک سو پچاس سے زیادہ تصانیف شامل ہیں، کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ اپنی تصانیف پر تبصرہ کیا تو فرمایا:

﴿واکثر ذلک مما لاتساوی نسخة لغیرہ لکن جری القلم بذلک﴾

"میری اکثر تصنیف دوسرے اہل علم کی ایک کتاب کے برابر نہیں لیکن بس قلم چل گیا۔"[2]

---

[1] کشف الباری (۱/۱۰۸)
[2] متاع وقت اور کاروان علم ص: ۲۲۴

سورہ مریم ایک دن میں حفظ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حافظ ابن حجر کو حافظہ بھی خوب عطا ہوا تھا۔ ابن فہد نے لکھا ہے کہ آپ نے پوری سورہ مریم ایک دن میں یاد کر لی تھی، عادی مختصر کا پورا صفحہ دو دفعہ کے پڑھنے سے یاد ہو جاتا تھا، پہلی دفعہ استاذ سے صحیح کر کے پڑھتے اور تیسری دفعہ زبانی سنا دیتے تھے۔[۱]

ابن حجر کے لاجواب حافظہ کے بارے میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابن حجر کے حفظ و اتقان کی شہادت ہر قریب و بعید اور دوست و دشمن نے دی حتیٰ کہ لفظ حافظ ان کے لیے ایک اجماعی خطاب بن گیا۔"[۲]

قوت یادداشت کے لیے ابن حجر رحمہ اللہ کی دعا:

جب پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ زمزم پیتے وقت دعا کی:

"یا اللہ! مجھے ذہبی جیسا حافظہ عطا فرما۔"

دعا قبول ہوئی، بیس سال بعد پھر حاضری ہوئی، دوبارہ دعا کی "یا اللہ! مجھے مزید حافظہ عطا کر!"

اس دعا کے بعد سے اہل نظر علماء کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حافظ ابن حجر کو علامہ ذہبی پر حافظہ میں فوقیت عطا فرما دی تھی۔[۳]

اسی دعا کی قبولیت کا اثر تھا کہ علم حدیث میں مہارت اور حفظ حدیث کی بنا پر علی الاطلاق "حافظ" کے نام سے پہچانے جانے لگے۔

حافظ سیوطی نے "ذیل تذکرۃ الحفاظ" میں ان کے تذکرہ کی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے:

﴿ابن حجر شیخ الاسلام و امام الحفظ فی زمانہ و حافظ الدیار المصریۃ بل حافظ الدنیا مطلقاً قاضی القضاۃ﴾

"ابن حجر شیخ الاسلام ہیں اور اپنے زمانہ میں حفظ کے امام ہیں، دیار مصریہ کے بالخصوص اور پوری دنیا کے مطلقاً حافظ تھے، چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز رہے۔"[۴]

---

۱ کشف الظنون (۱۸۸/۱)
۲ ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص ۱۲۲
۳ ذیل طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۳۸۰
۴ ذیل تذکرۃ الحفاظ للسیوطی ص ۳۸۰

زود خوانی و زود نویسی:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو تیز پڑھنے کی اس درجہ مشق تھی کہ حیرت ہوتی ہے، ایک دفعہ صحیح بخاری دس نشستوں میں (جو صرف ظہر سے عصر تک ہوتی تھیں) ختم کر ڈالا، اسی طرح صحیح مسلم کو ڈھائی دن میں پانچ نشستوں میں ختم کیا، امام نسائی کی سنن کبریٰ کو بھی دس نشستوں میں ختم کیا، ہر نشست چار ساعات کی ہوتی تھی۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دفعہ اپنے شام کے سفر میں علامہ طبرانی کی "المعجم الصغیر" (جس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب احادیث مع اسناد مروی ہیں) کو صرف ایک مجلس میں ظہر عصر کے درمیان سنا دیا۔ دمشق میں ان کا دو ماہ دس دن قیام رہا تھا، اس دوران میں اپنے ضروری مشاغل میں مصروفیت اور علمی فوائد نقل کرنے کے علاوہ سو جلدوں کے قریب کتب احادیث کی اہل شام کے لئے قراءت کی تھی۔

حافظ ابن حجر جس طرح زود خواں تھے اسی طرح زود نویس بھی تھے مگر نہایت بدخط تھے اور اس پر طرہ یہ کہ شیوہ خط یکساں نہ تھا، جس کی وجہ سے ان کے خط کا پہچاننا اور پڑھنا سخت دشوار تھا۔[1]

آپ کی تدریسی زندگی کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپ نے اپنی بے شمار علمی و دینی مصروفیات کے باوجود ایک ہزار سے زائد مجالس میں اپنے حفظ سے امالی بھی لکھوائے ہیں۔[2]

---

[1] کشف الباری (۱۱۱/۱)

[2] کشف الباری (۱۱۰/۱)

شیخ عبدالوہاب متقی برہان پوری

(متوفی: ۱۰۰۱ھ)

شیخ عبدالوہاب متقی حدیث و فقہ میں تعمق کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ علم تصوف میں بھی امامت کا درجہ رکھتے تھے، بیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ پہنچے اور صاحب کنز العمال شیخ علی متقی کی خدمت میں بارہ سال رہ کر فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ میں کمال درجہ حاصل کی۔

اپنے شیخ متقی کی وفات کے بعد ان کے جانشین اور خلیفہ ہوئے اور ۲۶ سال تک مکہ معظمہ میں علوم ظاہری و باطنی کا درس دیتے رہے۔ ۴۰ سال تک دیار پروردگار میں قیام پذیر رہے اور کسی سال کا حج فوت نہیں ہوا۔ تلامذہ میں جو جس ملک کا رہنے والا ہوتا اس کو اس کی زبان میں سبق سمجھاتے۔

مکہ میں قیام کے زمانہ میں ہندوستان کے معروف محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے حلقہ درس میں شامل رہے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

قاموس جیسی ضخیم لغت کے حافظ:

اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالوہاب کو کمال کا حافظہ عطا فرمایا تھا، شیخ عبدالحق دہلوی نے "اخبار الاخیار" میں آپ کا تذکرہ نہایت بسط و تفصیل سے کیا، حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"قاموس لغت مبالغی تو ان گفت کہ ہمہ یاد داشت و فقہ و حدیث نیز ہمیں حکم دارد"

"شاید ہی مبالغہ ہو کہ یہ کہا جائے کہ انہیں قاموس لغت پوری یاد تھی، ان کی یہی مہارت فقہ و حدیث میں بھی تھی۔"[1]

---

[1] اخبار الاخیار ص ۲۷۳

مولانا فرخ شاہ سرہندی رحمہ اللہ

(متوفی: ۱۱۲۲ھ)

مولانا فرخ شاہ سرہندی معقول و منقول اور فقہ و تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے، نسبت بھی عالی تھی، شیخ احمد سرہندی اور مجدد الف ثانی رحمہما اللہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے تھے، تمام علوم کی تکمیل اپنے والد محترم شیخ محمد سعید کی خدمت میں کی۔

حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد درس و تدریس میں لگ گئے، بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا۔ حافظہ غضب کا تھا، ان کی قوت یادداشت و حافظہ کے متعلق صاحب نزہۃ الخواطر فرماتے ہیں:

﴿انه كان يحفظ سبعين الف حديث متنا واسنادا وجرحا وتعديلا وقال بمنزلة الاجتهاد في الاحكام الفقهية﴾

"ستر ہزار احادیث کو مع ان کی اسناد، راویوں کے جرح و تعدیل کے یاد کیا تھا اور احکام فقہ میں درجہ اجتہاد حاصل ہو گیا تھا۔"[1]

---

[1] نزہۃ الخواطر (۶/۲۲۲)

بدر الدین الحسینی مغربی

(متوفی: ۱۳۵۴ھ)

محمد بن یوسف بدر الدین الحسینی مغربی مراکشی کی ولادت دمشق میں ہوئی، تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس و عبادت کے سوا دنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ نہایت پرہیز گار اور شب زندہ دار بزرگ تھے، دن کو روزہ رکھتے اور رات کو راز و نیاز کے ذریعے یوں بتاتے:

ہمارا کام ہو راتوں کو رونا یاد دلبر میں
ہماری نیند ہو محو خیال یار ہو جانا

حدیث کے بہترین عالم ہونے کی وجہ سے "محدث شام" کے لقب مشہور تھے، دنیا اور اہل دنیا سے بے تعلق ہونے کے اہل شام اور حکام وقت کی نگاہوں میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب ترکوں اور اتحادیوں میں جنگ چھڑی تو عوام نے باتفاق ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ آپ خلیفۃ المسلمین ہو گئے ہیں مگر آپ نے انکار کر دیا اور اپنی عزلت نشینی کو ترجیح دی۔

بخاری، مسلم اور بیس ہزار اشعار کے حافظ:

اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی غضب کا عطا فرمایا تھا، علامہ زرکلی بڑی صراحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

﴿يحفظ الصحيحين بما باسانيدهما ونحو ٢٠ الف بيتا من متون العلوم المختلفة﴾

"آپ کو بخاری شریف اور مسلم شریف احادیث کی اسناد کے ساتھ حفظ تھیں اس پر بس نہیں بلکہ مختلف علوم کے بیس ہزار اشعار بھی ازبر تھے"[1]

یہ واقعہ منکرین حدیث اور ان تمام نام نہاد روشن خیالوں کے لئے دعوت فکر ہے جو بخاری و مسلم کے حفظ کو محض افسانہ سمجھتے ہیں۔

---

[1] الاعلام للزرکلی ص ۳۳

سراج الہند شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ

(متوفی: ۱۲۳۹ھ)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز رمضان ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، حافظہ کی قوت اور مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ گیارہ سال کی عمر میں عربی کی ابتداء کی اور پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی۔

صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے حافظہ اور ذہانت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وكان رحمه الله احد افراد الدنيا بفضله وآدابه وذكاءه وفهمه وسرعة حفظه، اشتغل بالدرس والافادة وله خمس عشرة سنة﴾

''حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنی صلاحیت وفضیلت، فہم وذکاوت اور حافظہ کی تیزی میں دنیا کے چند گنے چنے لوگوں میں سے تھے، ابھی آپ کی عمر پندرہ برس بھی نہ تھی کہ درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔''[1]

آپ کے کتب خانہ میں پندرہ ہزار کتابیں تھیں، آپ نے ان سب کا مطالعہ کیا تھا، فرماتے تھے: ''جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا وہ یاد بھی ہیں، ان کی تعداد ڈیڑھ سو ہے۔''[2]

حضرت تھانویؒ نے حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی سے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کو چھ ہزار احادیث کے متن یاد تھے۔[3]

۱۲۳۹ھ کو اسی سال کی عمر میں متعدد اذیت رساں امراض کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

---

[1] نزہۃ الخواطر: ۷/۲۳۶ [2] نزہۃ الخواطر: ۷/۲۳۶ [3] کشف الباری (۱/۹۲)

مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی

(متوفی ۱۳۳۴ھ)

برصغیر پاک و ہند کے اس مایہ ناز عالم نے محض سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا لیکن حفظ مکمل کرنے کے بعد والد صاحب کی طرف سے اس بات کے مامور ہوئے کہ جب تک دن میں قرآن مجید ایک مرتبہ مکمل نہ کر لو روٹی نہیں ملے گی، ہاں ختم کے بعد تمام دن چھٹی۔ مولانا فرمایا کرتے تھے:

"میں عموماً ظہر سے قبل پورا کلام مجید ختم کر لیا کرتا تھا اور پھر کھانا کھا کر چھٹی کے وقت اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا، حفظ قرآن کے زمانہ میں آپ نے خفیہ طور پر فارسی کے بہت سے دواوین از خود دیکھ لئے تھے اور باوجود اس کے حفظ قرآن کے سبق پر اثر نہیں آنے دیا[1]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتہائی مضبوط قوت حفظ وضبط عطا فرمائی تھی، آپ کا معمول یہ تھا کہ نفحۃ الیمن، متنبی اور حماسہ جیسی کتابیں آپ زبانی طلبہ کو املاء کرواتے تھے، ادب کی اکثر کتابیں آپ کو حفظ تھیں، منطق کی مشہور کتاب "سلم" تو آپ کی نوک زبان پر تھی، فرماتے ہیں:

"سلم مجھے ازبر یاد تھی اور تصحیح کے لئے میں نے اس کی عبارت دو سو مرتبہ پڑھی ہے[2]"

منطق کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے دہلی کے مدرسہ حسین بخش سے پڑھیں مگر حدیث پڑھنے کا خیال دل سے نکال دیا تھا کیونکہ یہ خیال دل میں بیٹھ گیا تھا کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے فرمایا کرتے تھے:

"میرے بھائی مولوی محمد صاحب نے چونکہ حدیث گنگوہ میں پڑھی تھی اس لئے میں حضرت کا معتقد تھا اور میں نے ٹھان لی تھی کہ حدیث پڑھوں گا تو گنگوہ میں پڑھوں گا ورنہ نہیں پڑھوں گا مگر زمانہ دو

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۰

[2] تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۰

تھا کہ حضرت امام ربانی کی آنکھ میں نزول ماء شروع ہو چکا تھا اور
حضرت نے دورہ کا درس بند فرما دیا تھا۔"[1]

ایسے جواب تو مدرس بھی نہیں دے سکتا!

یہاں (مدرسہ حسین بخش میں) امتحان کا وقت قریب آیا تو اہل مدرسہ نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کا نام بھی بخاری کے امتحان میں لکھ دیا حالانکہ آپ نے اس کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا تھا؟ آپ فرمایا کرتے تھے:

"اہل مدرسہ نے والد صاحب پر زور دیا تو انہوں نے فرمایا یحییٰ کیا حرج ہے ابھی پانچ مہینے باقی ہیں اس میں پڑھ لو۔ چنانچہ وہ پانچ مہینے میں نے نظام الدین کے حجرہ میں اس طرح گزارے کہ خود مسجد کے رہنے والوں کو معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں بجز ان دولڑکوں کے جن کے ذمہ میری روٹی اور وضو کے لئے پانی لانا مقرر تھا۔ چنانچہ اسی دوران میں گنگوہ سے میرے نکاح کی چٹھی کا تار آیا تو لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مکتوب الیہ عرصہ سے یہاں نہیں ہے اور نا معلوم کہاں چلا گیا جب ان طلبہ کو خبر ہوئی تو مجھے بھی تار کی اطلاع ہوئی۔ غرض اسی دوران میں نے بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ اور فتح القدیر بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھی ہیں کہ خود مجھے حیرت ہے۔ اتفاق سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ممتحن تجویز ہوئے اور تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھ کر یہ لفظ فرمائے کہ ایسے جوابات تو مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔"[2]

---

[1] تذکرۃ الخلیل، ص: ۴۰۲

[2] تذکرۃ الخلیل، ص ۴۰۲

علامہ بشیر احمد غزی حلبی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی: ۱۳۳۹ھ)

ساری زندگی تجرد کی زندگی گزارنے والے علامہ حلبیؒ کو جب شادی کی ترغیب دی گئی تو آپ نے جواب میں متنبی کا یہ شعر پیش کیا:

وما الدھر اھل ان یؤمل عندہ
حیاۃ وان یشتاق فیہ الی النسل

"زمانہ اس قابل نہیں ہے کہ اس میں کسی قسم کی زندگی کی آرزو یا امید رکھی جائے یا اس میں نسل کا خواہشمند ہوا جائے"

قوت یادداشت میں اللہ کی نشانی:

آپ قوت حافظہ اور یادداشت کے ملکہ میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ آپ کے بھائی کامل غزی آپ کے تعارف میں فرماتے ہیں۔

"میرے بھائی ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں انہوں نے ولی اللہ شیخ شریف جو اعرج کے لقب سے مشہور تھے، قرآن مجید حفظ کرلیا، ایک سال ان کے ہاں ٹھہرنے کے بعد وہاں سے نکلے تو پڑھنے اور لکھنے کو اپنا مشغلہ بنایا، نو سال کی عمر میں ان کو ہاتھ سے لکھی ہوئی ایسی کتابیں دیتا جن کی لکھائی صحیح نہ ہوتی تھی تو وہ ان کتابوں کو تیزی کے ساتھ فصیح لہجے میں پڑھتے اور بہت کم ان سے غلطی سرزد ہوتی تھی۔ اسی عمر میں انہوں نے امام غزالی کی طرف منسوب "خاتم مخمس" شیخ یوسف سرمینی سے جو کہ اپنے زمانے میں ذکاوت اور ذہانت میں مشہور تھے بنانی سیکھی۔ کچھ عرصہ تک وہ اوقات معلوم کرنے کے فن میں مشہور ایک شخص کے پاس بھی آتے جاتے رہے، شیخ عبدالغنی یہ شخص جامع عدلیہ میں مقیم تھا، انہوں نے اس فن میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے میرے ہمراہ کتابوں کے متون یاد کرنا شروع کیے۔ بلا مبالغہ کہتا ہوں

کہ انہوں نے علم النحو کی اہم کتاب "الفیہ ابن مالک" کو جو کہ ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے بیس دنوں سے بھی کم میں یاد کر لیا تھا۔ میں ان کے حافظہ کی قوت اور تیزی سے بڑا حیران ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ادب کی کتابوں کو یاد کرنا شروع کیا تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے بہت سے عربی اشعار اور ادب و اخلاق کی کتابوں کی بہت سی منتخب عبارتیں یاد کر لیں۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "کنز الدقائق" کا بھی اکثر حصہ انہوں نے زبانی یاد کر رکھا تھا"۔

آگے فرماتے ہیں:

"کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم ایک چیز کو جانتے تھے لیکن عربی میں ہمیں اس کا نام معلوم نہیں ہوتا تھا۔ عربی لغات کی جن جن جگہوں کے بارے میں ہمارا خیال ہوتا کہ اس کا نام وہاں مل جائے گا وہ سب ہم چھان مارتے لیکن طویل محنت اور جستجو کے بعد جب ہمیں کچھ نہ ملتا تو ہم ان سے دریافت کرتے تو فوراً فی البدیہہ یوں گویا ہوتے کہ اس کا نام یہ ہے اور یہ فلاں لغت کے فلاں مادے میں یا فلاں شعر میں مذکور ہے۔ جب ہم ان کی بتائی ہوئی جگہ پر دیکھتے تو بالکل ویسا ہی پاتے جیسے انہوں نے بتایا ہوتا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ عربی زبان، اس کے اشعار اور اس کی تاریخ میں ایک بہت بڑی نشانی تھے۔ ادب میں ان کی گفتگو سننے والا یہ سمجھتا تھا کہ اس فن کی کوئی بھی نادر بات اس شخص کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ الاغانی، شرح دیوان الحماسہ، امالی القالی، کامل المبرد، تینوں مشہور عربی شعراء طائی، بحتری اور متنبی کے مختارات اور ابو العلاء کے اشعار "اللزومیات سقط الزند" وغیرہ جن کے یاد کرنے اور سینے میں محفوظ کرنے کو عقل ناممکن سمجھتی ہے یہ سب ان کو زبانی یاد تھے، وہ طلبہ کو یہ سب زبانی لکھانے پر قادر تھے"[1]

[1] الاعلام بالتراجم، ص: ۴۲۸

ہرگز اسلام پر قائم نہ رہتا[1]

علامہ کشمیریؒ کا حافظہ، اہل علم کی نظر میں:

آپ کی ذکاوت، ذہانت اور حفظ علوم ضرب المثل تھا، آپ کا دماغ ایک کتب خانہ سمجھا جاتا تھا، جس علم یا جس کتاب کا ذکر ہوتا اس کے متعلق آپ پوری معلومات کا ذخیرہ لگا دیتے جیسے ابھی ابھی صرف اسی بارے میں اچھی طرح مطالعہ کرکے بیان کر رہے ہیں۔

دارالعلوم کے شاندار اور وسیع کتب خانہ میں تقریباً تمام کتابیں آپ کی مطالعہ کردہ تھیں اور مضامین کا اکثر حصہ محفوظ رہتا تھا۔

مولانا مولوی محمد مصطفیٰ خانؒ فرمایا کرتے تھے:

> "علامہ کشمیریؒ کا یہ دعویٰ تھا کہ جس کتاب کو ایک بار پڑھتا ہوں تو بیس سال تک محفوظ رہتی ہے"

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے یادداشت کی مدت پندرہ سال بتائی ہے[2]

قاری حمید الامین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

> "میرے زمانہ درس میں لوگوں کو ایک قلمی کتاب حدیث ملی، جس کا اول و آخر غائب تھا، اہل علم کی خدمت میں پیش کرکے نام معلوم کرنے کی کوشش کی گئی مگر کسی نے عقدہ کشائی نہ کی، بالآخر حضرت علامہ کشمیریؒ کے سامنے پیش ہوئی، آپ نے ادھر ادھر سے دیکھ کر فرمایا "حدیث کی فلاں کتاب ہے اور لائبریری میں فلاں نمبر پر ایک نسخہ ہے" چنانچہ اس نمبر کی کتاب نکالی گئی تو بعینہ وہی کتاب تھی"[3]

حضرت کشمیریؒ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ طلبہ کو حدیث کا درس دیتے وقت عجیب وغریب نکات بیان فرماتے اور کتابوں کا نہ صرف حوالہ بلکہ صفحہ کا صفحہ پڑھ کر سنا دیتے تھے۔

علامہ کشمیریؒ کو حفظ و یادداشت میں ایسی شہرت نصیب ہوئی کہ مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے، ص:۱۰۳   [2] اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے، ص:۱۰۵
[3] حیات کشمیری، ص:۱۲۳

"انتظار انور شاہ کی ذہانت اولی قوت حافظہ پر ہے"[۱]

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی فرماتے ہیں:

"شاہ صاحب کا دماغ تو ایک کتب خانہ ہے جس علم کی جس وقت کوئی کتاب اپنے دماغ کے کتب خانہ سے اٹھانا چاہتے ہیں بے تکلف اٹھا لیتے ہیں"[۲]

مولانا منظور احمد نعمانی کا بیان ہے کہ مجھے ایک بار کسی ضرورت کے تحت یہ معلوم کرنا تھا کہ قرآن حکیم میں مرتد سے متعلق آیات کون سے سن میں نازل ہوئیں، پہلے میں نے اپنی دسترس والے مطابق تفسیر کا کافی ذخیرہ چھان ڈالا اور جب مفید مطلب چیز نہیں ملی تو حضرت سے دریافت کیا آپ نے فوراً فرمایا "در منثور کا فلاں موقعہ دیکھو، سیوطی نے بھی ان آیات کا سن نزول ذکر کیا ہے" چنانچہ تلاش کے بعد نشان دادہ مقام پر مطلوبہ تحقیق حاصل ہو گئی۔[۳]

جب مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم مشاہیر کا تذکرہ ترتیب دے رہے تھے تو ابو الحسن کذاب اور اس کی کذب بیانیوں کے واقعات معلوم کرنا تھے، شاہ صاحب سے ان کے مرض الوفات میں دریافت فرمایا تو آپ نے ابو الحسن کذاب کا مفصل تذکرہ بقید سنین بیان کر ڈالا اور فرمایا:

"چالیس سال پہلے ابو الحسن کے متعلق ایک کتاب مطالعہ سے گذری تھی اس وقت آپ کے سوال پر وہی محفوظ چیزیں ذکر کرتا ہوں"[۴]

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جو کہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے خواجہ تاش اور معاصر علماء میں سے ہیں، آخر میں جب علامہ کشمیری پر مسلسل بیماریوں کے حملے سے نیم جاں ہو رہے تھے ایک روز ان سے فرمایا:

"اس وقت بھی میرا یہ حال ہے کہ جس کتاب کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کر لیتا ہوں پندرہ سال تک بقید صفحات اس کے مضامین یاد رہ جاتے ہیں"[۵]

۱۔ حیات کشمیری، ص ۱۲۷ ۲۔ حیات کشمیری، ص ۱۳۰ ۳۔ حیات کشمیری، ص ۱۳۱
۴۔ حیات کشمیری، ص ۱۲۸ ۵۔ حیات کشمیری، ص ۱۲۷

چھبیس سال بعد!

مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ حضرت کشمیری کے حافظہ کے بارے میں ان الفاظ میں رقم طراز ہیں:

"شاہ صاحب نے ۱۳۲۱ھ میں "فتح القدیر" کا مطالعہ فرمایا، پھر ۱۳۴۷ھ میں درس بخاری شریف میں تحدیث نعمت کے طور پر سب کے سامنے فرمایا کہ چھبیس سال ہوگئے فتح القدیر کا مطالعہ کیا تھا اس کے بعد مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آئی جو کچھ بیان کروں گا اگر مراجعت کرو گے تو تفاوت کم پاؤ گے۔"[1]

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے:

علامہ کشمیری کے خلف رشید مولانا انظر شاہ کشمیری نے آپ کی سوانح لکھی اور کیا خوب لکھی۔ اس سوانح عمری میں حضرت کی عمر تمام کا خلاصہ، علم و آگہی کے رسوم اور نقوش دوام کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔ علامہ انظر شاہ اپنے محترم والد کے حافظہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"شاہ صاحب نے غیر معمولی حافظہ کو دیکھ کر اہل علم میں مشہور ہے کہ اس آخری دور میں بے مثل یادداشت کا ایک انسان خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھئے تو محدثین کی حفظ و یادداشت کے واقعات ہمارے لئے ناقابل اعتبار ہے گویا کہ خدائے تعالیٰ نے چودہویں صدی میں گزشتہ صدی کے اکابر محدثین کی پاکیزہ زندگیوں کو قابل اعتبار ٹھہرانے کے لئے اپنی کامل قدرت کا ایک نمونہ مولانا انور شاہ کے قالب میں ڈھال دیا تھا۔ غور کرنے کو تو یہی جی چاہتا ہے کہ دین کی حفاظت و صیانت کے لئے خدائے تعالیٰ جو موقعہ بموقعہ مناسب شخصیتیں پیدا فرماتا ہے کیا عجب ہے کہ مقصود علوم کی حفاظت کے لئے بھی مناسب افراد و رجال اٹھائے جاتے رہیں اور مطلوبہ

---

[1] حیات کشمیری، ص: ۱۴۵

صفحوں سے ذہن آراستہ کیا جاتا ہو، جیسی نمونہ مثال اور بڑی بات
مولانا انور شاہ کشمیری کو اس چودھویں صدی میں حدیث کی حجت کے
لئے پیدا کیا گیا۔ آپ سے متعلق دانشوروں کے حلقے میں یہ تاثر کہ آپ
کو دیکھ کر پچھلے محدثین کے حافظے سے متعلق واقعات قابل قبول بن
گئے۔ میرا خیال تو یہی ہے۔ یہ حقیقت ہے جو ذہن خلق پر بقوت
ہو گئی، اگرچہ یہ خصوصیات اور فضائل موہبت الٰہی ہیں لیکن خدا تعالیٰ
نے ان علمیات کی حفاظت کا سامان بھی پیدا فرما دیا ہے۔[1]

بخاری شریف نوک زبان پر!

علامہ انور شاہ کے مطابق علامہ کشمیری کے حافظے کی بے مثال جوہر سب سے پہلے یہ مجمع کے ایک مناظرے میں منظر عام پر آئے۔ مولانا عزیز گل صاحب کی روایت یہ ہے کہ میں میرٹھ میں دورہ حدیث کے پڑھنے میں مشغول تھا کہ اچانک ایک روز شہر میں اعلان ہوا کہ فلاں غیر مقلد عالم سے جنہوں نے اپنے مسلک کی پرقوت ترجمانی سے اہل تقلید کے قلوب لرزا دیئے تھے مناظرہ کرنے کے لئے مولانا انور شاہ دہلی سے آ رہے ہیں۔ میرٹھ کے بہت سے اہل علم جو اب تک شاہ صاحب کے نام ونشان سے ناواقف تھے یہ اعلان سن کر سراسیمہ ہو گئے۔ اندیشہ تھا کہ ایک منجھے منجھائے مناظر کے مقابلہ میں غیر معروف شخصیت کا چلا آنا خلاف کی رسوائی کا موجب ہوگا۔ جمعہ کے بعد متعین مسجد میں علماء، طلبہ اور عوام کا بے پناہ ہجوم اس فیصلہ کن مناظرہ کو دیکھنے کے لئے دور دور سے سمٹ آیا۔ اچانک ایک جانب سے چند آدمیوں کے ساتھ ایک نوجوان آتا ہوا دکھائی دیا۔ معلوم ہوا کہ یہی مولانا انور شاہ ہیں جو مدرسہ امینیہ کے صدر مدرس ہیں۔ بوڑھے، تجربہ کار، کہن سال، سرد و گرم چشیدہ مناظر کے مقابلہ میں اس نوجوان کو دیکھ کر دل دہل گئے۔ مناظرہ شروع ہوا تو مولانا انور شاہ نے حریف کو مخاطب کر کے فرمایا:

”آپ اہل حدیث ہیں اور حافظ حدیث ہونے کے دعویدار، اگر یہ

۱۔ حیات کشمیری ص ۲۳۵

فن یہ ہے تو بخاری شریف کے کچھ صفحات آپ مجھ کو سنا دیجئے"

مناظر یہ عالم نے لوٹ کر کہا "آپ ہی کچھ صفحات سنا دیں"

مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس نوجوان نے کھڑے کھڑے "باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ" سے بسم اللہ پڑھ کر جو ابتداء کی تو بخاری شریف کے پچیس تیس صفحات مسلسل پڑھنے کے بعد سراپا حیرت مجمع میں حریف سے یہ پوچھنے لگے کہ جو کچھ پڑھ چکا ہوں کافی ہے یا اور پڑھوں؟ حریف کی تلاش کی تو نہ جانے وہ کدھر سے نکل چکے تھے، میرٹھ سے نکل کر اس مناظرہ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور یہ پہلا دن تھا کہ شاہ صاحب کے بے نظیر حافظہ پر لوگوں کو اطلاع ہوئی، پھر قوت حافظہ کی یہ شہرت علمی حلقوں سے نکل کر عوام و خواص تک پہنچ چکی ہے۔[1]

علامہ کشمیریؒ، فاتح قادیانیت:

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی غیر معمولی یادداشت کا نتیجہ یہ تھا کہ کوئی شخص آپ کو کسی وقت کسی کتاب کے حوالہ یا کسی مضمون کی نقل میں دھوکہ نہیں دے سکتا تھا چنانچہ بہاولپور کا مشہور مقدمہ جس میں قادیانیت کے خلاف کئی روز آپ نے مسلسل بیان دیا، ایک روز اس مفصل تقریر پر جو آپ نے ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لئے تواتر سے متعلق فرمائی جس سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ہمارا دین متواتر ہے اور تواتر کا انکار کرنے والا مرتد و کافر ہے۔ اس ذیل میں اپنی اجتہادی تحقیق تواتر کی چہارگانہ تقسیم ان کی تعریف اور مثالوں سے تشریح و تفصیل کی۔

جلال الدین شمس قادیانی نے آپ کو مخاطب فرما کر کہا کہ آپ تواتر کے منکر کو کافر کہتے ہیں حالانکہ "بحر العلوم" نے "فواتح الرحموت" شرح مسلم الثبوت میں امام فخر رازی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ متواتر معنوی کے منکر ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے غیظ سے فرمایا۔

"آپ ان سے یہ کتاب اور حوالہ طلب کیجئے میرے پاس اس وقت یہ کتاب موجود نہیں"

---

[1] حیرت کشمیری ص: ۱۲۶ - ۱۲۷

جلال الدین شمس کتاب ہاتھ میں لے کر ورق گردانی کرنے لگا تو آپ پر جوش انداز میں کھڑے ہو گئے اور کتاب اس کے ہاتھ سے چھین لی اور تیج سے فرمایا:

> "یہ صاحب ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن میں طالب علم ہوں دو چار کتابیں دیکھی ہیں ان سے مُظَّم (خاموش) نہیں ہوں گا، بتیس سال ہوئے میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا بحر العلوم نے یہ نہیں لکھا کہ رازی تواتر معنوی کا انکار کرتے ہیں بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ امام رازی حدیث "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" کے متواتر معنوی ہونے کا انکار کرتے ہیں"

یہ کہتے ہوئے آپ نے فواتح الرحموت کی عبارت بھی سنائی، جلال الدین شمس اپنی اس صریح غلط بیانی پر شرمندہ ہو کر رہ گیا[1]

تحریف شدہ عبارت کی نشاندہی:

جس زمانہ میں ہندوستان میں "امیر شریعت" کے انتخاب کا مسئلہ شباب پر تھا، حسب دستور مخالف اور موافق علماء اسلام کی تصریحات وبیانات کو اپنے اپنے مقصد کے لئے استعمال کر رہے تھے، علماء دیوبند کا اس مسئلہ میں ایک خاص نظریہ تھا اور بہت آشکارا۔۔ اسی زمانہ میں گورکھپور کے ایک عالم مولانا سبحان اللہ صاحب ایک تحریر لے کر دیوبند آئے اس میں ائمہ احناف میں سے ایک مسلم شخصیت کا ایک ایسا قول بھی استدلال میں پیش کیا گیا تھا جس میں اکابر دیوبند کے نظریات کی تغلیط ہوتی، مولانا سبحان اللہ خان نے یہ تحریر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کے سامنے پیش کی موصوف نے اسی وقت اکابر دار العلوم کو اپنی خصوصی نشست گاہ پر جمع فرمایا، مشکل یہ تھی کہ نقل کردہ عبارت کو اگر قبول کر لیا جائے تو وہ اکابر کے نظریہ کے خلاف تھی، تردید کی صورت میں ایک مسلم امام کی تحقیق کا انکار ہوتا، اسی مجلس میں فیصلہ کیا گیا کہ تمام اکابر شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچیں، آپ کے رہائش گاہ پر جو دار العلوم کے احاطہ میں تھا تمام اساتذہ اور مولانا حبیب الرحمٰن تشریف لائے، آپ اس

[1] حیات کشمیری، ص: ۱۲۸-۱۲۹

وقت قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے واپسی پر یہ تحریر اور وہی الجھن کا ذکر کیا، آپ نے تحریر کو لیا اور ایک نظر ڈال کر فرمایا:

''حوالے کے نقل میں جعل وتصرف کیا گیا ہے فلاں کتاب سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے اور یہاں تین سطریں ہیں درمیان سے ایک سطر حذف کر دی گئی''

نشان دادہ کتاب منگائی گئی اور دیکھنے پر معلوم ہوا کہ فی الواقع عبارت میں تصرف سے کام لیا گیا تھا جیسے ہی ساقط کردہ سطر کو سامنے لایا گیا تو یہ تحقیق اکابر دیوبند کے نظریات کے قطعاً مطابق تھی خدا جانے کس طرح مولوی سبحان اللہ صاحب کو اس کا علم ہو گیا اور وہ پر اسرار طریقہ سے دیوبند سے نکل گئے[1]

علامہ کشمیریؒ کا بے مثال ضبط:

مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کشمیر کے سفر میں دو فریق جو کسی مسئلہ میں الجھ رہے تھے اور دونوں نے اختلافی مسئلہ میں فتویٰ ترتیب دے کر بعض کتابوں سے تائیدی عبارتیں بھی نقل کی تھیں ان میں سے ایک جماعت نے ''فتاویٰ حمادیہ'' نامی قلمی کتاب کا حوالہ دے کر اپنے بیان کو مدلل کیا جب یہ فتویٰ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا:

''میں نے دار العلوم کے کتب خانہ میں فتاویٰ حمادیہ کے غیر مطبوعہ نسخہ کا مکمل مطالعہ کیا ہے اس میں یہ عبارت قطعاً نہیں یہ تدلیس و کھلی تحریف ہے۔''

اس گرفت پر اہل علم کی یہ جماعت متحیر ہو کر رہ گئی کون سی چیز یا کوئی خاص تحقیق کس کتاب میں موجود ہے یہ آپ کو ہر وقت مستحضر رہتا۔ اس میں آپ ایک ایسی خصوصیت کے مالک تھے جس کی نظیر مشکل ہے[2]

---

[1] حیات کشمیری ص ۱۳۰ [2] حیات کشمیری ص ۱۳۰

غلط نسخوں کی نشاندہی:

علامہ کشمیریؒ کی عادت مبارکہ یہ بھی کہ درس میں جن کتابوں کا تذکرہ آتا مصنفین کے اسماء وحالات تفصیل سے ذکر کرتے، اس سے طلبہ کو معلومات کا بیش بہا خزانہ حاصل ہوتا۔ غرض یہ کہ سیر وسوانح اور تاریخ سے متعلق بھی آپ کا مطالعہ عمیق اور ژرف نگاہی پہنچی تھا، یہی نہیں بلکہ آپ کو یہ بھی محفوظ رہتا کہ کسی سال درس میں کیا چیز بیان کی گئی تھی۔

مولانا نعمانیؒ کے ایک واقعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں وہ امروہہ میں تدریس کا کام کر رہے تھے، ترمذی کی ایک عبارت پر ایک اشکال پیش آیا شروح وحواشی میں اس الجھن کا کوئی جواب نہ تھا اور نہ حدیث کی دوسری کتابوں میں کوئی چیز مل سکی۔ دیوبند حاضری کے موقعہ پر میں نے شاہ صاحب سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

> ''مولوی صاحب! آپ کو یاد نہیں رہا، جس سال آپ دورہ میں تھے
> میں نے درس میں تمام طلباء کو توجہ دلائی تھی کہ ترمذی میں یہاں یہ
> عبارت غلط چھپ گئی ہے صحیح عبارت یہ ہے''

جیسے ہی آپ نے وہ صحیح عبارت ذکر فرمائی اشکال ختم ہو گیا، واقعہ کا حاصل یہی نکلا کہ اگر کسی وقت آپ کوئی خاص تحقیق بیان فرماتے تو نہ صرف وہ تحقیق بلکہ اس کے بیان کرنے کی تاریخ و سن بھی آپ کو محفوظ رہتا۔

اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین مولانا ابراہیم صاحب کا ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ مولانا کی شخصیت معقولات میں مسلمہ تھی، آپ خیرآباد کی مشہور معقولی درسگاہ کے ممتاز فرد تھے، کہتے تھے کہ دارالعلوم کے کتب خانہ میں قلمی ذخیرہ میں منطق کی ایک اہم اور نایاب کتاب ملی پھر میں نے اس کا مطالعہ کیا ایک جگہ پر مجھے اشکال پیش آیا بڑی کدوکاوش کے باوجود حل کرنے سے عاجز رہا۔ مجبور ہو کر شاہ صاحب سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

> ''عبارت غلط لکھی گئی ہے ریاست ٹونک کے کتب خانہ کے مخطوطات
> میں میں نے مطالعہ کیا تھا صحیح عبارت یہ ہے۔''

تک عبارت کے سامنے آنے کی ضرورت پیش ہوئی۔ حیات کے مصنف لکھتے ہیں وسعت کے باوجود یہ تھی حافظہ کی شہکاری کہ منطق جیسے فن کی بھی جو چیز ایک بار آپ کی نظر سے گزر گئی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے دماغ کے خزانہ میں محفوظ ہو گئی۔[1]

* مولانا کشمیری حافظ قرآن نہیں تھے:

یہ بھی عجیب لطیفہ ہے اور قرآن کا ایک اعجاز کہ اس غیر معمولی حافظہ کے باوجود جب آپ کو ہزاروں کتابوں کے متفرق صفحات ازبر تھے اور ہزار ہا احادیث آپ کی یادداشت کے خزانہ میں ہر وقت مستحضر رہتیں، لیکن قرآن مجید سے غیر معمولی شغف اور دلچسپی کے باوجود آپ اسے حفظ نہ کر سکے۔ مولانا کشمیری کے معاصر علماء میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے فراغت کے بعد مختصر مدت ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ ایک بار درس میں خود فرمایا:

"میں جب قرآن مجید کو کھول کر بیٹھتا ہوں تو اس کے علوم و معارف کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتا ہوں۔ حد تو یہ ہے کہ رمضان المبارک کے آخری دن جب یہ محسوس کرتا ہوں کہ نزول قرآن کے اس مقدس مہینہ میں ایک قرآن حکیم ختم کرنے کی سعادت سے بھی محرومی ہو رہی ہے تو فکر و تدبر کے اپنے خاص طریقہ کو چھوڑ کر جلد ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

بے پناہ قوی الحفظ ہونے کے باوجود قرآن کریم کا حافظ نہ ہونا اسے لطیفہ غیبی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔[2]

مولانا کشمیری کی اس عجیب و غریب خصوصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس عظیم کتاب کو محفوظ کرنے کے لئے لاجواب حافظوں کا محتاج نہیں، وہ چاہے کہ ایسے پر آئے تو نابینا کو ایسا حافظ بنا دے کہ بینا بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں اور اگر توفیق نہ دے تو حافظہ میں

---

[1] حیات کشمیری ص ۱۳۲ [2] حیات کشمیری ص ۱۳۳

ضرب المثل عام بھی اس سے محروم رہ جائیں۔

علامہ کشمیری کی شاندار علمی استعداد اور عبقریت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ محض بارہ سال کی عمر میں ابھی تمیز کی سرحد تک ٹھیک رسائی بھی پائی ہوتی ہے، وہ فتویٰ دینے لگے تھے، نو سال کی عمر میں وہ نہ صرف فقہ، نحو کی عام کتابوں کا مطالعہ کر چکے تھے بلکہ ان کی معلومات کے مطالعہ سے بھی فارغ ہو گئے تھے، وہ خود اپنے حیرت انگیز حافظہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جس کتاب کا بھی سرسری طور پر مطالعہ کر لیتا ہوں، پندرہ سال تک بقید صفحات اس کے مضامین محفوظ رہ جاتے ہیں"[1]

یہ کیوں نہ ہو کہ تجھ کو تیرے روبرو کروں:

حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب تاریخ اسلام کی ان نابغہ روزگار اور ہمہ گیر شخصیات میں سے تھے جن کی عبقریت نہ صرف اسلامی تاریخ بلکہ انسانی تاریخ کے بھی عجائبات میں شمار ہوتی ہے اور شاہ جیؒ نے ان کے متعلق یہ فرمایا تھا:

"سلف اسلام کا ایک کاروان گزر رہا تھا اور حضرت شاہ صاحب چلتے چلتے ان سے پیچھے رہ گئے"[2]

علامہ اقبال کا خراج تحسین:

جب بھی دنیا سے اس عالم زمان کی رخصتی کا وقت آیا تو ایک کہرام تھا، ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل بے قرار تھا۔ آپ کی وفات پر بہت کچھ کہا گیا اور بہت کچھ کہا جاتا رہے گا۔

لاہور میں تعزیتی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے اس مشہور شعر سے اپنے تاثرات کا اظہار شروع کیا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

پھر فرمایا:

"اسلام کی آخری پانچ سو سالہ تاریخ مولانا انور شاہ کشمیری کی نظیر پیش

---

1. متاع وقت اور کاروان علم ص ۲۲۳ 2. متاع وقت اور کاروان علم ص ۲۴۴

کرنے سے عاجز ہے، دنیا بلند پایہ عالم اور فاضل اجل اب پیدا نہ
ہوگا وہ صرف جامع علوم قدیمہ کی ایک شخصیت ہی کے مالک نہ تھے
بلکہ عصر حاضر کے دینی تقاضوں پر بھی ان کی پوری نظر تھی۔ ۱

دنیا نے مجھے کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں:

آپ کے صاحبزادے مولانا ازہر شاہ صاحب نے اپنے والد کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا جس میں وہ کچھ اس طرح مدح خواں ہیں:

"عیدگاہ دیوبند کے قریب ایک گوشہ میں وادی انا جب کے کسی ایک انسان کو دفن نہیں کیا گیا بلکہ کمال علم اور کمال عمل کی ایک حقیقی ہوئی ہستی دفن کر دی گئی، یہ تنہا انور شاہ کی وفات نہیں بلکہ چمنستان علم سے فصل بہار کی رخصت، نہال علم کے پھولوں سے نکہت و شادابی کا خاتمہ، حدیث و تفسیر، فقہ و ادب، معانی و بیان، منطق و فلسفہ اور ان تمام علوم کا زوال تھا جو مرحوم کی شخصیت میں مبدء فیاض کی عنایت سے جمع ہوئے تھے، اگر بیک وقت لیل و نہار تو رو سکتے اور امام المحدثین فی الحدیث امام بخاری کی رحلت، حافظ ابن تیمیہ کی موت، ابن حجر عسقلانی کا ارتحال، امام غزالی کا سانحہ، محی الدین ابن عربی کی وفات، فخر رازی کا غم … ابن رشد اور جاحظ کا دنیا سے پردہ کرنا اور کسائی کے چہرے پر موت کے آثار … یہ سب منظر دیکھنے والوں نے اس وقت دیکھے جب امام العصر کی میت کو زیر زمین رکھا جا رہا تھا، یہ دنیا اپنی زندگی کے ان گنت سال گزار چکی اور خدا جانے کہ اس کی عمر ابھی کتنی باقی ہے لیکن علم کی محفلیں انور شاہ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتیں اور جب تک اس کائنات میں علوم و فنون، دین و دانش کے زمزمے بلند رہیں گے یہ فخر یادگار بھی زندہ و پائندہ رہے گا۔ ۲"

---

۱ حیات وقت اور کاروان علم ص ۲۲۳ ۲ حیات وقت اور کاروان علم ص ۲۲۴

ہوتا ہے کہ وہ وحشت میں پھیل گئی!

اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے اشکوں سے بھری آنکھیں لے کر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کی وفات سے علماء و طلبہ یتیم ہو گئے، فضل و کمال، تبحر علمی، وسعت معلومات اور قوت حافظہ میں آپ کی نظیر نہیں تھی۔ میں نے ہندوستان اور عالم اسلام کے بہت سے علماء کو دیکھا اور ان سے ملاقات کی ہے لیکن علامہ کشمیری کی نظیر کہیں نہیں پائی۔"[1]

---

[1] حیات انور، کاروان علم ص: ۲۴۳

ابوالوفاء خالدی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۳۶۰ھ)

ترکی کے مشہور عالم دین ابوالوفاء خالدی کی وفات ۲۸۲ھ میں رمضان المبارک کے آخر میں ہوئی۔ ساری زندگی تجرد کی حالت میں گزاری اور علم کے شوق میں شادی نہیں کی، ایک ترکی عورت سے نکاح ہوا بھی تو ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی۔ علم کو بنا اوڑھنا بچھونا بنایا، سفر کی صعوبتوں اور اجنبی شہروں میں رہنے کی مشقتوں کو برداشت کیا، اکثر نادر مخطوطات کی تلاش میں رہتے اور اس بارے میں وسیع تر معلومات کے حامل تھے۔

کنز الدقائق کے حافظ:

علامہ خالدی کا تذکرہ شیخ ابوالفتاح ابوغدہ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"آپ اصحاب و احباب میں سب سے زیادہ باعلم اور علم کی طلب میں بہت زیادہ محنت کرنے والے طالب علم اور عجیب حافظہ کے مالک تھے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "کنز الدقائق" انہیں زبانی یاد تھی۔ علم تفسیر اور قوی ادراک کے مالک تھے، لسانیات اور علوم ادب میں ان کو گہری واقفیت تھی اور اس کے ساتھ وہ ایک بلیغ اور انشاء پرداز ادیب بھی تھے، مشرق کے مختلف حصوں میں پڑھا اور کتابوں کے صفحات میں جو نفیس کلمات علمی آثار اور ذخیرے بکھرے ہوئے تھے ان سب کا احاطہ کر لیا تھا۔ ائمہ کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی بہت سی کتابوں کا ایک ذخیرہ ان کے پاس محفوظ تھا، بہت زیادہ عبادت گزار انسان تھے۔"[۲]

---

۲ العلماء العزاب ص ۳۱۷

شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ١٣٧٤ھ)

نحو وادب کی کتابوں پر آپ کی مفید تحقیقی تعلیقات وحواشی اہل علم وادب کو جو مواد فراہم کرتی ہیں، برصغیر میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ علم ادب کے لاجواب ذوق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو بے مثال قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا۔ دو ماہ کی مدت میں تو آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اپنے حفظ قرآن کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"حفظ قرآن سے فراغت کے وقت میری عمر کیا تھی مجھ کو یاد نہیں البتہ اس قدر ضرور یاد ہے بعض لوگ میری موجودگی میں میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ شیخ جی (والد مرحوم) نے از راہ نفاق اس کو حافظ مشہور کر دیا ہے ورنہ ایسے صغیر السن بچے کا حافظ ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔"[1]

اپنی ابتدائی عربی تعلیم کے متعلق لکھتے ہیں:

"میزان الصرف تو اول سے آخر تک بلفظہ یاد تھی منشعب کے ابواب اور صرف صغیر محفوظ تھے مزید برآں بھی بالفاظہا یاد تھی نحو میر اور کافیہ کے آخری چند اوراق تک بدون سمجھے یاد تھا اور اس میں اس قدر شغف تھا کہ بعض اوقات سونے کی حالت میں بجائے قرآن مجید کے میزان الصرف یا نحو میر کے الفاظ زبان سے نکلا کرتے تھے۔ اس وقت میری تعلیم کے نگران ایک ایسے بزرگ تھے جو عربی تعلیم سے قطعی ناواقف تھے ان کی نگرانی کے نقصان ہی نے میرے کئی سال ضائع کر دیے اور اپنی عمر کو ضائع ہی کرتا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میں اپنی عمر ضائع کر رہا ہوں۔"[2]

١۔ حافظہ، وقت اور کارنامے [illegible] ص ٢٢

٢۔ مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، ص ٩١

مجاہد کبیر شیخ سعید احمد نورسی

(متوفی: ۱۳۷۹ھ)

مصائب و آلام کی وادیاں عبور کرنے والی یہ شخصیت تفوق کے جبل شامخ عظیم داعی، ظلم و تشدد کی سخت گھڑیوں میں اپنے دین کے معاملہ میں امانت دار، عبادت الٰہی کو اپنا شعار بنانے والے، مولیٰ کو یاد کرنے اور کرانے والے شیخ سعید احمد نورسی ہیں جو بدیع الزمان کے لقب سے ملقب ہیں۔

بدیع الزمان لقب رکھنے کی وجہ:

شیخ سعید احمد نورسی بعض فضائل میں بدیع الزمان احمد بن حسین ہمدانی کے مشابہ تھے، اس لئے عقیدت کی بنا پر انہوں نے اپنا لقب ''بدیع الزمان'' رکھ لیا تھا۔

علمی استعداد اور لاجواب حافظہ:

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے آپ کی علمی و تعلیمی استعداد کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''آپ بچپن سے ہی ذکاوت میں لاثانی عصر تھے، تیز سرعت حفظ اور قوت یادداشت میں حیرت انگیز ملکہ کے حامل تھے، عہد عثمانی میں ترکی میں پھیلے ہوئے ممتاز مدارس و خانقاہوں سے کسب فیض کیا۔ اپنی بے پناہ ذکاوت اور حیرت ناک فطری استعداد کی بنیاد پر انہوں نے بہت سے علوم بلوغت سے پہلے تھوڑی سی مدت میں حاصل کر لئے تھے۔ علوم عربیہ یعنی صرف و نحو وغیرہ کے اندر دو سالوں میں وہ مضبوط استعداد کے مالک ہو گئے تھے۔ تین ماہ تک وہ علوم شرعیہ اور فقہ اپنے شیخ محمد جلالی سے پڑھتے رہے۔ مختلف علوم شرعیہ و عصریہ کو سمجھنے، یاد کرنے اور بروقت ضرورت پیش کرنے کی فطری صلاحیت کے حامل تھے، وہ جو کتاب پڑھتے اس کو خوب سمجھ کر پڑھتے، اکثر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے''۔

نے آپ کی قوت حافظہ کو ان الفاظ میں بیان کیا:

"اصول فقہ جیسے مشکل علم میں تاج الدین سبکی کی کتاب "جمع الجوامع" انہوں نے محض ایک ہفتہ میں یاد کر لی تھی۔ لغت میں فیروز آبادی کی "القاموس المحیط" کو شروع سے لے کر باب السین تک چند دنوں میں یاد کر لیا تھا۔ کسی زبان کی مفردات کو یاد کرنا اصول فقہ کی عبارات یاد کرنے سے زیادہ مشکل مرحلہ ہے۔ علم کلام، منطق، تفسیر، حدیث اور فقہ کی بہت سی کتابوں کا انہوں نے مطالعہ کیا اور ان علوم کی ایک سے زائد بنیادی کتابوں کو زبانی یاد کر لیا تھا۔"[1]

اپنی اس حیرت انگیز قوت حافظہ کی بنا پر ایک مرتبہ اپنے استاذ شیخ اللہ آفندی کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ استاذ صاحب نے امتحان لیتے ہوئے ان سے پوچھا "کیا کتاب کی چند سطریں دو دفعہ پڑھنے سے تمہیں یاد ہو سکتی ہیں؟" یہ کہہ کر مقامات حریری ان کو پیش کی۔ شیخ سعید نے مقامات حریری کھول کر اس کے ایک صفحہ کو ایک مرتبہ پڑھا اور پورا صفحہ اپنے استاذ کو زبانی سنا دیا۔ استاذ نے اس بے پناہ ذکاوت اور قوت حافظہ کو دیکھ کر کہا:

"اس طرح کی خارق عادت ذکاوت کا اس قدر بے پناہ قوت یادداشت کے ساتھ جمع ہونا بہت ہی نادر و کمیاب ہے۔"[2]

---

۱ امت مسلمہ کے محسن علماء، ترجمہ العلماء العزاب، ص ۳۳۰

۲ امت مسلمہ کے محسن علماء، ص ۳۳۰

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

(متوفی ۱۹۵۸ء)

مولانا آزاد رحمہ اللہ کا شمار اردو ادب کی ان ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے جو علم دوانشاء وادب کا ایک عظیم سرمایہ دار ہونے کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں تقریر وخطابت میں آپ کی غیر معمولی صلاحیتیں، ادب وانشاء کا مخصوص اسلوب اور دینی وملی حمیت آپ کی تاریخی شخصیت کی ناقابل انکار حقیقتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا، مفکر اسلام ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "مولانا آزاد کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائے گا ... وہ ہندوستانی سیاست اور ہماری قدیم تہذیب وثقافت کے ایک ستون تھے، بے عیب ذات خدا کی ہے اور سراپا عصمت زندگی خدا کے پیغمبر کی، جس میں کہیں قیل وقال کی گنجائش نہیں، ان کی بشری لغزشوں اور کمزوریوں کے متعلق بھی ان کے معاصرین اور ناقدین کی نہ زبان کو روکا جاسکتا ہے نہ قلم کو لیکن ان کا حیرت انگیز حافظہ، ان کی غیر معمولی ذہانت، ان کی حاضر دماغی اور بیدار مغزی، ان کی ادبیت اور ان کی انشاء پردازی، جو کسی وقت اور کسی جگہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی، ان کی اپنے مطالعہ اور معلومات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی عجیب وغریب صلاحیت، ان کی سیاسی بصیرت اور دور بینی، ان کی خودداری اور عزت نفس ہر شبہ سے بالاتر اور ہر اختلاف سے بے نیاز ہے"[1]

---

[1] پرانے چراغ: ۲/۲۶۰

شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی: ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بے پناہ قوت حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا فرمایا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدت ذکاوت، قوت حافظہ اور وسعت مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار فرماتے۔

جب آپ ملتان کے مدرسہ قاسم العلوم میں داخلے کے لئے تشریف لے گئے تو داخلہ امتحان میں صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی کتابوں کا زبانی امتحان دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرس مولانا عبدالخالق کو بتایا: "ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔"

آپ مشکل سے مشکل عبارت و فنی پیچیدگی کو جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آجاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال یا الجھن تھی ہی نہیں۔

یہ تو زمانہ طالب علمی کا حال تھا، تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتب فنون عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلبہ و علماء کے سامنے اس فن کے ایسے تحقیقی نکات اور علوم مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جا کر لطائف و بدائع کو ظاہر فرماتے تھے۔

باکمال حافظے کے کارنامے:

جن علماء نے مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ سے کسب فیض کیا ان کی ایک بہت بڑی تعداد کا کہنا ہے کہ جب حضرت شیخؒ دوران درس کسی کتاب کا حوالہ دینا چاہتے تو مکمل جلد اور صفحے کے تذکرہ پر اکتفاء نہ فرماتے بلکہ کئی کئی صفحات پر مشتمل عبارت کو زبانی پڑھ دیتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ یہ حوالے اچانک آجاتے، جس سے عیاں ہو جاتا کہ سبق کے لیے ان کی تیاری

کرتے سنا تے تھے۔ ہزاروں اشعار آپ کی نوک زبان پر تھے اور شیوں دیوان آپ کو زبانی یاد تھے۔

سرگودھا یونیورسٹی کے چیئرمین ڈاکٹر فضل ربانی نے حضرت شیخؒ کی مضبوط حافظہ کا ایک انوکھا واقعہ نقل کیا ہے جسے ہمارے استاد مولانا محمد اکرم کشمیری دامت برکاتہم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

> ''ڈاکٹر فضل ربانی صاحب کسی قدیم نسخہ پر تحقیق کر رہے تھے، اس نسخہ کی ایک طویل عبارت غائب تھی جس کی تلاش میں آپ نے مختلف ممالک اسلامیہ کی لائبریریوں کو بھی چھانا مگر مقصود حاصل نہ ہوسکا۔ ایک مرتبہ ایران کے سفر میں تھے معلوم ہوا کہ شیخ موسیٰؒ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں کیوں نہ ان سے اس نسخہ کے متعلق پوچھوں، ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو حضرت وضو فرمارہے تھے، دوران وضو میں نے سوال کردیا آپ نے فی البدیہہ اس کتاب کی مطلوبہ عبارت زبانی سنانی شروع کردی۔ میں حیران وانگشت بدندان تھا اور میری ایک بہت بڑی مشکل کا خاتمہ ہوگیا''

مولانا موسیٰ رحمہ اللہ، علم کا سمندر:

حضرت محدث اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے غضب کا حافظہ عطا فرمایا تھا، اس کا واضح ثبوت ان علوم کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تبحر اور عبور عطا فرمایا تھا، یہ علوم ایک طویل فہرست پر مشتمل ہیں، جن کا ذکر خود حضرت شیخؒ نے اپنی بعض تصانیف میں فرمایا ہے:

> ﴿ومما من اللہ تعالی علی التبحر فی العلوم کلھا النقلیۃ والعقلیۃ من علم الحدیث وعلم التفسیر وعلم الفقہ وعلم اصول التفسیر وعلم اصول الحدیث وعلم اصول الفقہ وعلم العقائد وعلم التاریخ وعلم الفرق

المختلفة وعلم اللغة العربية وعلم الادب العربي المشتمل على اثني عشر فنا وعلما كما صرح به الادباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعاني وعلم البيان وعلم البديع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفة الارسطوية اليونانية والالهيات من الفلسفة اليونانية وعلم الطبعيات من الفلسفة اليونانية وعلم السماء والعالم وعلم الرياضيات من الفلسفة اليونانية وعلم تهذيب الاخلاق وعلم السياسة المدنية من الفلسفة وعلم الهندسة اى علم اقليدس اليوناني وعلم الابعاد وعلم الاكر وعلم اللغة الفارسية والادب الفارسي وعلم العروض وعلم القوافي وعلم الهيئة اى علم الفلك البطليموسي اليوناني وعلم التجويد للقرآن وعلم ترتيل القرآن وعلم القراءات ......﴾

"اللہ تعالیٰ نے جن علوم عقلیہ ونقلیہ میں مجھ عطا کر کے مجھ پر احسان فرمایا ہے وہ یہ ہیں، علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ، علم اصول تفسیر، علم اصول حدیث، علم اصول فقہ، علم عقائد، علم تاریخ، علم تقابل ادیان، علم لغت عربی، ادباء کی تصریح کے مطابق بارہ فنون پر مشتمل علم ادب عربی، علم صرف، علم اشتقاق، علم نحو، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرض الشعر، علم منطق، یونانی ارسطوی فلسفہ کا علم، فلسفہ یونانیہ کی الٰہیات کا علم، فلسفہ یونانیہ کا علم طبیعیات، علم السماء، فلسفہ یونانیہ کا علم ریاضیات، علم تہذیب الاخلاق، علم سیاست مدنیہ، علم ہندسہ یعنی علم اقلیدس یونانی، علم ابعاد، علم الاکر، علم لغت فارسی، علم ادب فارسی، علم عروض،

علم قوافی، علم فلکیات، علم تجوید، علم ترتیل القرآن اور علم القراءات تھے[1]

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف:

یہ محض دعویٰ نہ تھا بلکہ آپ کی تصانیف کی کثرت اس دعویٰ کی حقیقت کا کھلا ثبوت ہیں، علم تفسیر میں آپ کی دس کتابیں ہیں اسی طرح علم حدیث میں چودہ، علم اصول فقہ میں ایک، علم ادب عربی میں نو، علم نحو میں نو، علم صرف میں تین، علم عروض میں تین، علم لغت عربی میں پانچ، دعوت اسلامی میں بارہ، علم تاریخ میں بارہ، علم منطق میں آٹھ، علم طبیعیات میں دو، علم فلکیات قدیمہ میں پانچ، علم فلکیات جدیدہ میں اکتیس اور دوسرے مختلف موضوعات میں آپ کی پانچ تصانیف موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصنیف موجود ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے بعض کتابیں بڑی اور بعض چھوٹی ہیں۔ آپ نے بیضاوی شریف کی ایک شرح لکھی جو تقریباً پچاس جلدوں پر محیط ہے۔ بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں جبکہ اکثر غیر مطبوع ہیں[2]

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے، امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبداللہ بن السبیل ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے:

> ”میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں، دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق و مدقق عالم نہیں دیکھا۔“[3]

---

[1] مقدمة الهيئة الوسطى، ص: ۶ ـ ۷ [2] الهيئة الوسطى، ص: ۲۴۷ ـ ۲۸۳ مختصراً

[3] مقدمة الهيئة الوسطى، ص: ۸

حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

١٩١٧ء بمطابق ١٣٣٦ھ کو امرتسر کے ایک مدرسہ جامعہ نعمانیہ کے مہتمم اور صدر مدرس مفتی محمد حسن صاحب (م ١٩٦١ء) کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی، جس کا نام "محمد عبیداللہ" رکھا گیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ علوم اسلامیہ کا ایک ایسا شاہسوار بنے گا جس کی علمی و عملی شان کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

جامعہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب کی ولادت ایک ایسے گھر میں ہوئی جس میں قال اللہ وقال رسول کی صدائیں ہر آن بلند ہوتی تھیں، یہ گھر علم وعمل کا گہوارہ اور منبع تھا۔ اسی دینی و علمی ماحول کی برکت تھی کہ آپ نے نو سال کی عمر میں قاری کریم بخش صاحب سے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اور فارسی مولانا محمد یوسف صاحب سے پڑھیں اور پھر کافیہ سے لے کر بخاری تک کی کتابیں اپنے والد ماجدؒ سے پڑھیں۔ بعد ازیں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا اور عالیہ کا امتحان امتیازی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ پھر لاہور تشریف لائے اور پنجاب یونیورسٹی سے ١٩٣٣ء میں مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔

دو ممتاز خصوصیات

حضرت الاستاذ مولانا محمد عبیداللہ صاحب ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے حضرت تھانویؒ کے چشمہ فیض سے علوم و معرفت کے پیالے خوب سیر ہو کر پئے۔ حضرت الاستاذ بچپن ہی میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہو گئے تھے اور نو سال کی عمر سے سن بلوغت تک حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوتے رہے۔ اگرچہ یہ آپ کی انتہائی کم سنی کا دور تھا اور اس عمر میں استفادہ کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن ایک طرف حضرت کا فیضان توجہ اور دوسری طرف حضرت الاستاذ کی بے پناہ ذہانت اور حیرت انگیز حافظہ تھا، جو استفادہ میں ممد ثابت ہوا اور حضرت تھانویؒ کے گلستان علم سے خوب خوشہ چینی کی اور علم و تقویٰ میں اپنا لوہا منوایا۔ یہی وہ بزم تھی جس نے "

دل "بدل ڈالی" وارفتگی سے بے خودی میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ کراچی کے مشہور دینی ادارے "جامعۃ الرشید" میں علماء وطلبہ کے جم غفیر سے ایک خطاب کے دوران آپ نے فرمایا:

"مجھے دو ایسی خصوصیتیں حاصل ہیں جو حضرت تھانویؒ کے کسی بڑے سے بڑے خلیفہ کو بھی حاصل نہیں ہا، ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ میں نے چند نامہ سے لے کر صحیح بخاری تک پہلا سبق حکیم الامت رحمہ اللہ سے پڑھا ہے۔ والد صاحب کی عادت تھی کہ وہ چھٹیاں حضرت کے ہاں گزارا کرتے تھے اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ جب حاضری ہوتی تو حضرت اگلے سال کی کتابیں شروع کرا دیتے۔ دوسری خصوصیت یہ کہ حضرت نے ایک موقع پر میری گدی پر تین تھپڑ مارے اور ساتھ ہی ساتھ فرماتے جاتے تھے "جسے دیکھو نوابزادہ بنا پھرتا ہے" اس وقت مجلس میں سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ جیسے اکابر بھی تشریف فرما تھے اور حضرت کے عاشق صادق خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ جذب ومستی کی کیفیت میں حوض کے کنارے ٹہل رہے تھے تھپڑ لگنے کا منظر انہوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی سے آئے اور میری گدی پر تین بوسے دیے اور فرمایا "ارے بڑے خوش قسمت ہو تمہیں تین تھپڑ لگ گئے ہم استے سالوں سے پڑے ہوئے ہیں ہمیں کبھی ایک تھپڑ بھی نہیں لگا ترستے ہی رہتے ہیں، کاش! یہ مبارک ہاتھ ہمارے جسم پر بھی پڑ جاتا" ہم رو رہے تھے اور خواجہ صاحب ہمیں مبارک باد دے رہے تھے[1]

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ جامعہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب صاحب سے بیعت ہوئے، ان کے دریائے فیض سے روحانی پیاس بجھائی اور

---

[1] ضرب مومن، جلد: ۹ شمارہ نمبر ۴۹، ۱۳ تا ۱۹ دسمبر ۲۰۰۴ء

حضرت قاری صاحب نے آپ کو خلعت خلافت سے بھی نوازا۔

حضرت کا حیرت انگیز حافظہ

حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم نے ابتدائی تعلیم تو اپنے والد محترم سے ہی حاصل کی، لیکن دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، آپ کے دارالعلوم دیوبند جانے اور داخلے کا واقعہ بھی عجیب ہے، یہ واقعہ آپ کے حیرت انگیز حافظہ کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ آپ نے اپنے مذکورہ بیان میں فرمایا:

"حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ اپنے صاحبزادے مولانا محمد شریف صاحب مرحوم کو دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجنا چاہتے تھے۔ انہوں نے میرے والد صاحب سے اصرار کیا کہ آپ بھی مولوی محمد عبید اللہ کو وہیں بھیج دیں، میرے والد صاحب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ خصوصی تعلق کی وجہ سے اس پر آمادہ نہیں تھے کیونکہ اس زمانے میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے حضرت نے دارالعلوم دیوبند کی مجلس مشاورت سے استعفیٰ دے دیا تھا، مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے مشورہ دیا کہ آپ خط لکھ کر حضرت کی رائے معلوم کرلیں۔ جب والد صاحب نے اس سلسلہ میں بذریعہ خط حضرت سے مشورہ کیا تو آپ نے جواب دیا ضرور بھیجیں، ضرور بھیجیں، ضرور بھیجیں، یہ بھی فرمایا "بعض مقامات کی اپنی برکتیں ہوتی ہیں" جب میں داخلہ کے لئے دارالعلوم روانہ ہوا اس وقت میری عمر سترہ اٹھارہ برس کی تھی۔ میرے امتحان داخلہ کے لئے شیخ الادب (مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ) کا نام تجویز ہوا جن کی ہیبت اور رعب و دبدبہ کی وجہ سے طلبہ کانپنے لگتے تھے، مشہور یہ تھا کہ سو میں سے صرف پانچ کو پاس کرتے ہیں، پچانوے فیل ہو جاتے ہیں۔ اوپر کی منزل پر وہ بیٹھتے تھے نیچے میدان تھا جس کا نام طلبہ نے

"میدان حشر" دکھا ہوا تھا اور جن سیڑھیوں سے چڑھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ان سیڑھیوں کو طلبہ پل صراط کہتے تھے۔ اس زمانے میں دیوبند میں دورہ حدیث کے لئے طلبہ ہی نہیں فارغ التحصیل علماء اور بڑی عمر کے مدرسین بھی آیا کرتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ میرا امتحان حضرت کے ہاں طے ہوا ہے تو انہیں مجھ پر ترس آ رہا تھا کہ یہ نوعمر لڑکا حضرت مولانا کے سامنے کیا چل سکے گا۔ میں نے جب حاضر ہو کر سلام کیا تو حضرت نے بیٹھنے کا حکم دیا اور پھر میری شکل وصورت دیکھ کر فرمانے لگے "آج کل دارالعلوم سے سند حاصل کرنے کے شوق میں نوعمر لڑکے بھی جلدی جلدی کچھ کتابیں پڑھ کر آجاتے ہیں تاکہ دارالعلوم کی سند کی وجہ سے آسانی سے نوکری مل جائے۔ ارے! تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ پچھلی کتابیں محنت سے پڑھ لو پھر آ کر دورہ حدیث بھی کر لینا"۔ یہ بات دو تین بار ارشاد فرمائی تو کچھ صاحبزادگی کا نشہ کہہ لیجئے کچھ طیش سا آ گیا اور پھر حضرت والد صاحب نے بچپن ہی سے مجھ پر جو محنت کی تھی اس کی محنت پر اعتماد کہہ لیجئے کہ میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا "حضرت امتحان لے لیجئے! اگر میں فیل ہو گیا تو ویسے ہی بھیج دیجئے گا لیکن امتحان سے پہلے ہی فیصلہ سنا دینا تو مناسب نہیں" حضرت نے فرمایا اچھا تمہیں اپنے اوپر اتنا گھمنڈ ہے، پھر پورے دو گھنٹے تک ساتھ آٹھ کتابوں کا امتحان لیا حالانکہ عام طور پر دو تین کتابوں کا امتحان لے کر آدھ گھنٹے میں فارغ کر دیا کرتے تھے۔ امتحان لے کر مجھے داخلے کا اہل قرار دیا۔ اس وقت حضرت نے کچھ نہیں فرمایا لیکن ششماہی امتحان کے قریب فرمایا کہ تمہاری صلاحیت کا اندازہ تو دو یا تین کتابوں سے ہی ہو گیا تھا اور امتحان بھی میں نے ان ہی میں سے لیا تھا لیکن تمہارے جواب دینے کا انداز و اسلوب کچھ مجھے اتنا

پسند آیا کہ بقیہ کتابوں سے سوالات مجھ سے جوابات سننے کے
لئے کئے تھے۔[1]

مولانا ارشد عبید مدظلہ کے تاثرات

صاحبزادہ مولانا قاری ارشد عبید صاحب نے ایک نجی محفل میں اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

''میں نے والد صاحب کی ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے وہ یہ کہ آپ عرصہ دراز سے درس و تدریس کی ایک کٹھن علمی مصروفیت سے منسلک ہیں، درس نظامی کے تقریباً جملہ فنون کی تدریس بھی فرمائی، شرح جامی، شرح وقایہ، مختصر المعانی، متنبی، دیوان حماسہ اور توضیح تلویح جیسی پیچیدہ کتابیں زیر درس رہیں، اب عرصہ دراز سے فقہ حنفی کی روایت پر مشتمل اہم ترین کتاب ''شرح معانی الآثار'' زیر درس ہے لیکن میں نے کبھی والد محترم کو اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بس درس گاہ میں جا کر کتاب کو دیکھ لیا ہو تو ایسا مطالعہ کر لیا اور پھر ایسا سبق پڑھاتے کہ عقل حیران رہ جاتی، مطالعہ کئے بغیر اتنا عمدہ سبق پڑھا دینا، جب تک قوت حافظہ اور گہری ذکاوت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایک مرتبہ تو اپنے ایک شاگرد عالم دین سے یہاں تک فرمایا کہ ''وہ بھی کیا عالم ہے کہ آدمی محنت شاقہ کے بعد سبق پڑھانے کے قابل ہو، علم تو یہ ہے کہ کتاب ہر وقت مستحضر ہو اور سبق پڑھانے کے لئے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت نہ ہو''۔

والد محترم کے ایک بہت بڑے اعزاز کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ

[1] ضرب مومن، جلد ۵، شمارہ نمبر ۴۶، ۱۲ تا ۱۸ دسمبر ۲۰۰۳ء

اخیر تیسے نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں والد صاحب کو بلا کر فرمایا:

"مولوی عبید اللہ! میرے بعد بخاری تو خود پڑھانا، کوئی اگر منظورت ہو تو مولوی یعقوب کو دی جو"

مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا اعزاز علی اور دوسرے اکابرین کا والد صاحب پر یہ اعتماد اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا اپنا فضل عطا کرتا ہے"۔

مولانا اعزاز علی دیوبندی رحمہ اللہ سے تعلق خاطر

حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب کو اپنے اساتذہ میں سے شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ سے خصوصی تعلق حاصل تھا، حضرت الاستاذ صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ الادب کے پاس ابوداؤد تھی، جس کی عبارت پڑھنے کا شرف سارا سال مجھے ہی حاصل رہا۔ اعتراضات بھی ہوئے بعض طلباء نے درخواست بھی لکھی کہ ہمیں بھی موقع دیا جائے مگر حضرت نہیں مانے، فرمایا دوسروں کی غلطیاں درست کرانے میں وقت ضائع ہوتا ہے جبکہ اس کی عبارت خوانی میں وقت بچ جاتا ہے۔ جب امتحان ہوا تو اتفاق سے تین سوالات میں سے ایک ایسا تھا جس پر بالکل نظر ہی نہ گئی تھی اور اس کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا تھا، لہٰذا دو سوالوں کے جوابات پر ہی اکتفا کیا مگر لکھے خوب تفصیل سے۔ جب نتیجہ آیا تو ابوداؤد میں میرے باون نمبر تھے (اس زمانہ میں کل نمبر پچاس ہوتے تھے) نتیجہ دیکھنے کے بعد میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا حضرت میں نے تو صرف دو سوال حل کئے تھے مگر آپ نے ۵۲ نمبر عنایت فرمادیے؟ فرمایا کہ نمبر دیتے وقت صرف کتاب اور جوابات ہی کو نہیں دیکھا جاتا، کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا "مابعد" (مستقبل) کو بھی دیکھا جاتا ہے، سال کے اختتام پر جب حضرت کی

خدمت میں الوداعی مصافحہ کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے اپنی دونی
تالیفات عنایت فرمائیں اور پہلے صفحہ پر اپنے قلم سے لکھا ''ھدیۃ الی
فلذۃ قلبی'' (اپنے جگر کے ٹکڑے کے لئے ہدیہ)[1]

مولانا اعزاز حقؒ کے دل میں حضرت الاستاذ کا یہ مقام اور اعتماد آپ کے لئے ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔ یہ مقام بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے کہ اساتذہ کے دل میں ان کا اس قدر مقام ہو، اور استاذ بھی وہ جنہیں دنیا ''شیخ الادب'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ شیخ الادب کا یہ اعتماد حضرت الاستاذ کی لاجواب ذہانت، عظیم علمی مقام، سنجیدگی و وقار اور دانش و استعداد کی ایک بہت بڑی شہادت ہے۔

درس و تدریس کا لاجواب ملکہ

حضرت کا درس انتہائی جامع اور عام فہم ہوتا ہے، مشکل سے مشکل مقامات کو اس عمدگی سے حل فرماتے ہیں کہ مقام کے مشکل ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا، آپ کے درس کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ طلبہ کو کتاب اور صاحب کتاب کے مزاج سے آشنا کر دیتے جس کی وجہ سے ان میں بصیرت پیدا ہو جاتی کہ وہ پوری کتاب کو خود حل کر سکیں۔

فلیل منک یکفینی ولکن

قلیلک لا یقال لہ قلیل

''تیری طرف سے ملنے والا تھوڑا ہی مجھے کافی ہے حقیقت یہ ہے کہ
تیرے طرف سے ملنے والے قلیل کو بھی قلیل نہیں کہا جا سکتا''

حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی گلفشانی گفتار سخن سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ نے انہیں بے پناہ حافظہ، شاہکار دماغ اور آبدار جواہر لٹانے والی زبان عطا کی ہے۔ بلا مبالغہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ و تراکیب، ضرب الامثال، محاورات، عربی، اردو اور فارسی کے اشعار اور علمی لطائف و نکات دست بستہ کھڑے ہیں اور ہو جس موقع کو مناسب

---

[1] ضرب مومن، جلد ۹ شمارہ نمبر ۱۲۲۸ تا ۲۱۲ دسمبر ۲۰۰۴ء

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

اللہ تعالیٰ نے اس شہرہ آفاق عالمی شخصیت کے حصہ میں علم اور اہل علم کی خدمت کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ جامعہ فاروقیہ جیسے مستند دینی ادارے کا اہتمام، کتب حدیث کی تدریس کی ذمہ داری، وفاق المدارس العربیہ جیسے عالمی ادارے کی سرپرستی اور دوسری بہت سی علمی و دینی مصروفیات اس ایک جامع الصفات شخصیت کی ذمہ داری میں شامل ہیں۔

بخاری شریف کی شروحات میں اردو زبان میں سب سے زیادہ جامع اور ضخیم شرح "کشف الباری" جیسی عظیم کتاب آپ ہی کی امالی پر مشتمل ہے، یہ شرح بھی آپ کی زندگی کی قیمت وصول کرنے کے لئے کافی تھی، متقدمین کے علم کا نچوڑ اور بخاری شریف سے متعلق تمام ابحاث کا مکمل تجزیہ اس میں موجود ہے۔ اردو زبان کی اس مایہ ناز شرح بخاری کے بارے میں فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"جب پہلی بار "کشف الباری" کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے، اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کرسکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف و متداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعہ میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے "کشف الباری" کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔

اپنے درس بخاری کے دوران جب میں "فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد "کشف الباری" کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث حسن تفہیم کے ساتھ اس طرح یکجا ہوگئے ہیں جیسے ان کتابوں کا سب لب لباب اس میں سمٹ گیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں، اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ "کشف الباری" کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد سے بھی جستہ جستہ استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لئے نہیں بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لئے بھی نہایت مفید ہے، مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا ذوق جدا ہوسکتا ہے۔"[1]

اسی طرح مشکوٰۃ المصابیح پر آپ کی امالی کو ضبط کیا جاچکا ہے۔ یہ امالی بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں۔

شیخ الحدیث مدظلہ کا حیرت انگیز حافظہ:

اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث صاحب کو غیر معمولی قوت حافظہ سے نوازا ہے، آپ کے ایک شاگرد اور جامعہ فاروقیہ کے استاذ مولانا ابن الحسن عباسی اپنی کتاب "متاع وقت اور کاروان علم" میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو حافظہ کی غیر معمولی قوت سے نوازا ہے اور

---

[1] کشف الباری، ص ۲، (تمام جلدوں میں) تاثرات حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

حقیقت یہ ہے کہ ان کے حافظے کے واقعات سن کر قرونِ اولیٰ کے محدثین کے حافظے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ واقعہ بہت سوں کے لئے باعثِ تعجب ہوگا کہ اس دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں پورا قرآن نہ صرف یاد کیا بلکہ یاد کرنے کے ساتھ ساتھ تراویح میں بھی سنایا۔ طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند سے رمضان کی تعطیلات میں گھر آئے، خیال ہوا کہ چھٹیوں کے اس وقفہ میں قرآن شریف کا کچھ حصہ یاد کروں، رمضان سر پر تھا، مشورہ یہ ہوا کہ روزانہ ربع پارہ یاد کر کے تراویح میں سنایا جائے، اس طرح رمضان کی تراویح بھی ہوتی رہیں گی اور آپ سات آٹھ پارے بھی یاد کر لیں گے۔

مولانا کو شاید خود بھی اپنے حافظے کی قوت کا اس وقت اندازہ نہیں تھا، چنانچہ آپ نے روزانہ چوتھائی پارہ یاد کرنے کا ارادہ کر کے حفظ قرآن کا آغاز کیا، لیکن جب یاد کرنے بیٹھے تو روزانہ ربع پارہ کے بجائے ایک پارہ ڈیڑھ پارہ یاد کر لیتے اور رات کو تراویح میں سناتے رہے، ادھر ستائیسویں شب آپ پہنچی اور ادھر آپ نے حفظ قرآن مکمل کر کے اس رات آخری پارہ بھی سنا دیا، علاقے کے حفاظ کو جب یہ اطلاع ملی تو بہت سوں کو یقین نہیں آ رہا تھا لیکن ایک واقعہ جو وجود میں آ چکا تھا اس سے انکار کیسے ممکن تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں جب آپ داخل ہوئے تو اس سال فن منطق میں "میر قطبی" آپ نے پڑھی کہ اس سے قبل آپ "قطبی" پڑھ کر آئے تھے اور دارالعلوم کے نصاب میں "قطبی" کے بعد "میر قطبی" داخل تھی۔ آپ کی خواہش اس سال منطق کی شہرہ آفاق کتاب "سلم" پڑھنے کی تھی لیکن ضابطہ نصاب اس کی اجازت نہیں دے

رہا تھا، اس لئے آپ اس سال "سلم" نہ پڑھ سکے۔
کچھ سلم کی اپنی مغلق عبارات اور کچھ اس کے مروجہ انداز درس وتدریس کے بڑھے ہوئے متنوع مباحث نے اس کتاب کو جس طرح مشکل بنا دیا ہے وہ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ منطق کی یہ کتاب فن منطق کے مباحث ہی تک محدود نہیں بلکہ منطق کے علاوہ نحو صرف، فلسفہ اور کلام کے پیچیدہ مسائل بھی اس کے درس وتدریس کا حصہ بن گئے ہیں اس لئے اس کتاب کے امتحان میں فیل ہونے والے طلبہ کی کافی تعداد ہوتی، چونکہ دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں اس وقت یہ کتاب لازمی تھی اس لئے سالانہ امتحان کے وقت مدرسہ کی جانب سے اعلان ہوتا کہ اگر کوئی طالب علم امتحان میں شریک ہونا چاہے تو درخواست دے دے، یہ اعلان پڑھ کر آپ نے بھی سلم کے امتحان میں شرکت کے لئے درخواست دے دی، ناظم تعلیمات شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ نے آپ کی درخواست دیکھی تو انہیں حیرت ہوئی کہ ایک ایسا طالب علم جس نے "سلم" سرے سے پڑھی ہی نہ ہو وہ اس جیسی مشکل کتاب کا امتحان بن پڑھے کیونکر دیتا ہے اور اگر امتحان دے بھی دے تو پاس کس طرح ہو سکتا ہے؟ بمشکل درخواست منظور ہوئی تو امتحان میں صرف دس دن باقی رہ گئے تھے، ان دس دنوں میں آپ نے سلم اور اس کے تمام مباحث اس طرح یاد کئے کہ جس صبح کو اس کا امتحان تھا اس رات آپ نے نہ صرف پورے سال سلم پڑھنے والے طلبہ کو اس کے مباحث سمجھائے بلکہ امتیاز فضیلت حاصل کرنے والے ان طلبہ نے بھی آپ کے تکرار میں شرکت کر کے استفادہ کیا جن کے لئے اس کا امتحان دردسر بنا ہوا تھا اور جب نتیجہ نکلا تو اس کے امتحان میں شریک

مثال آپ ہے۔ تقریباً دس سال کی محنت شاقہ سے جو کارنامہ انجام پایا وہ اس صدی کا کارنامہ ہے اور اس لائق ہے کہ ہر علمی مجلس میں اس کا تذکرہ ہو، ہر صاحب علم اس سے مستفید ہو، ہر جو معہ میں اس پر بحث و مذاکرہ ہو، ہر صاحب علم اس سے مستفید ہو۔ عالم اسلام کی معتبر اور منتخب شخصیات نے کتاب کی قدر و قیمت اور وزن کو محسوس کیا ہے اور اپنے ذوق اور علمی مزاج کے مطابق تبصرہ اور اس کے مؤلف کو خراج تحسین پیش کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ معروف محقق اور فقیہ و محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے کتاب پر جو تقریظ لکھی ہے اس میں آں ممدوح کو "العالم الذکی خادم اللوذعی المحدث الاریب والفقیہ الادیب الاریب" جیسے بلند پایہ الفاظ و القاب سے متصف فرمایا ہے۔

نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی:

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے دل میں علم کی محبت اور لگن بھی ایک قابل تقلید جذبہ ہے۔ علم آپ کی تسلی کا سامان اور آپ کے لئے دنیا کی لذیذ ترین چیز ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

> "روئے زمین پر لکھنا پڑھنا مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب و عزیز ہے اور ہر وقت کسی نہ کسی مسئلہ میں میرا ذہن الجھا رہتا ہے"

اسی طرح طلبہ سے اپنے ایک بیان میں فرمایا:

> "طلب علم نام ہے ایک نہ بجھنے والی پیاس کا، میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کی تعریف یہ ہے کہ جس کے دماغ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ چکر کاٹ رہا ہو، علم بڑی محنت اور طلب چاہتا ہے اور بڑی بے نیاز چیز ہے، محنت اور طلب کے بغیر آدمی کو وہ اپنا کوئی ذرہ بھی نہیں دیتا ہے، العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک" طلب علم کا ذوق جب پیدا ہو جائے گا تو یقین رکھو اگر میں قسم کھاؤں تو حانث نہیں ہوں گا کہ اس کائنات میں طلب علم سے زیادہ لذیذ چیز کوئی نہیں، بشرطیکہ طلب علم کی حقیقت حاصل ہو جائے

اپنا حال بتاتا ہوں، عرصہ دراز سے ایسے حالات میں گھرا ہوا ہوں کہ اس بات کو ترستا ہوں کہ مجھے مطالعہ کا وقت ملے، پانچ منٹ بھی اگر نصیب ہو جاتے ہیں تو بڑی ہی خوشی ہوتی ہے۔ ... جب میں نے دورہ پڑھا تھا تو پندرہ سال کی عمر تھی سولہویں سال میں فراغت ہوئی تھی، سبق کے علاوہ میرے اوقات کتب خانہ میں گزرتے تھے، پڑھنے کے زمانہ میں صحیح بخاری کے لئے عمدۃ القاری، فتح الباری اور فیض الباری کا مطالعہ کیا کرتا تھا، مسلم شریف کے لئے فتح الملہم، سنن ابی داؤد کے لئے بذل المجہود اور ترمذی شریف کے لئے کوکب الدری کا مطالعہ کرتا تھا چونکہ اس کے لئے وقت چاہئے تھا اس لئے میں نے کسی طرح ناظم کتب خانہ کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ دوپہر کے وقفہ میں وہ گھر چلے جایا کریں اور باہر سے کنڈی لگا کر مجھے اندر بند کر دیا کریں، چنانچہ وہ باہر سے تالا لگا کر چلے جایا کرتے تھے اور میں اندر مطالعہ کرتا رہتا تھا، دوران مطالعہ مذکورہ کتابیں تو پڑھتا ہی تھا، ساتھ ساتھ کتب خانہ کی ساری کتابوں کے متعلق یہ معلومات بھی ہو گئی تھیں کہ کون سی کتاب کس موضوع پر ہے اور کہاں ہے، ناظم کتب خانہ کو جب کتاب نہیں ملتی تھی تو مجھے بلاتے اور میں انہیں بتا دیتا۔ ...مطالعہ کی وہ لذت مجھے آج بھی نہیں بھولتی۔ ... تیس پینتیس سال سے ترمذی شریف پڑھا رہا تھا اس لئے مطالعہ میں کوئی نئی بات نہیں آتی تھی جب سے بخاری شریف کا سبق میرے پاس آیا تو مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے لئے اپنے آپ کو دوسرے کاموں سے فارغ کیا، اب دوبارہ وہ لذت لوٹ آئی ہے، ایسے لگتا ہے کہ وہ لذت مطالعہ گمشدہ متاع تھی، وہ پھر مل گئی، مطالعہ میں سبق پڑھانے کے لئے نہیں کرتا، مطالعہ کا شروع سے میرا حساب

باب ......(۶)

﴿قوت حفظ کے حیرت انگیز واقعات﴾

قوت حفظ کے حیرت انگیز واقعات

پندرہ دن میں عبرانی زبان پر عبور

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہیں، جو اپنے زمانے میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے، بالخصوص علم میراث میں ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔

جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر بچے تھے، گیارہ برس کی عمر تھی اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں میں یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضر خدمت ہو رہے تھے اور حصول برکت کے لئے بچوں کو بھی ساتھ لا رہے تھے، زید رضی اللہ عنہ بھی خدمت میں حاضر کئے گئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ نجار کا ایک لڑکا ہے، آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے دس سورتیں قرآن پاک کی حفظ کر لیں، حضور ﷺ نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔ میں نے سورۃ ق حضور ﷺ کو سنائی، حضور ﷺ کو میرا پڑھنا پسند آیا۔

حضور ﷺ کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجنا ہوتے تھے وہ یہودی لکھا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی جو خط و کتابت ہوتی ہے اس پر مجھے اطمینان نہیں کہ گڑبڑ نہ کر دیتے ہوں، تم یہود کی زبان سیکھ لو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "پندرہ دن میں مجھے عبرانی زبان پر عبور حاصل ہو گیا تھا اس کے بعد جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا"

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو

سریانی میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں، اس لئے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا، میں نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔[1]

قوت حفظ کی دوا

امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد وکیع بن جراح کا شمار تاریخ اسلام کی بے مثال علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔ علم حدیث کے عظیم امام کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوت حافظہ سے نوازا تھا، حدیث کی مجلس میں زبانی حافظہ کی قوت سے بولتے تھے، آنکھ سے دیکھ کر املاء کروانے کی عادت زندگی بھر نہیں اپنائی۔

علی بن خشرم کہتے ہیں "میں نے وکیع کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی وہ خود بیٹھ کر حفظ کرتے تھے" ایک مرتبہ علی بن خشرم نے پوچھا "قوت حفظ کی کوئی دوا ہو تو بتا دیں" تو وکیع فرمانے لگے "اگر بتا دوں تو استعمال کرو گے؟" علی نے کہا "واللہ! کیوں نہیں" فرمانے لگے "ترک معاصی! قوت حفظ کے لئے اس سے زیادہ مجرب دوا میں نے نہیں دیکھی"۔[2]

ایک عالم کے حافظہ کا امتحان

حافظ رحمت اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے:

> "قاضی وصی اللہ صاحب کانپور میں فرق امین تھے اور نہایت ثقہ اور معتمد و معتبر آدمی تھے، گو جنید بغدادی نہ ہوں لیکن تاہم ایک ثقہ اور معزز آدمی تھے، اور جو لوگ معزز ہوتے ہیں ہو عادتاً جھوٹ نہیں بولتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حافظ صاحب کانپور تشریف لائے اور میں نے درخواست کی کہ آپ کا حافظہ دیکھنا چاہتا ہوں فرمایا کہ کوئی کتاب لا کر طویل عبارت کی میرے سامنے پڑھ دو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کتب خانہ سے "افق المبین" نکال کر لایا جو بہت باریک

---

[1] فتح الباری، الاصابہ، حکایات صحابہؓ
[2] تہذیب الکمال ص ۴۸۴/۳۰

لکھی ہوئی تھی اور بڑی تقطیع پر تھی اور اس کے دو صفحے ان کے سامنے
پڑے ہوئے تھے انہوں نے بعینہ تمام عبارت سنادی۔''
اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:
''اور بھی بہت سے علماء سے اس قسم کی حکایات سنی گئی ہیں تو حق تعالیٰ
کو سب قدرت ہے اس میں تعجب کی بات نہیں ہے گو تمہاری سمجھ میں
نہ آئے ہوں۔[1]

﴿ایک غیر معروف محدث کا حیرت انگیز حافظہ﴾

قرطبہ ایک محدث گزرے ہیں، زیادہ مشہور بھی نہیں، ان کے ایک شاگرد وادو کہتے
ہیں کہ لوگ ابو حاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں، میں نے قرطبہ سے زیادہ حافظہ نہیں
دیکھا، ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا، کہنے لگے'' ان کتب میں سے جو کتاب دل چاہے
اٹھالو میں سنادوں گا'' میں نے کتاب الاشربہ اٹھائی وہ ہر باب کے آخیر سے اول کی طرف
پڑھتے چلے گئے اور پوری کتاب سنادی۔[2]

﴿ابن لبان کا حفظ قرآن﴾

علامہ ابن لبان کہتے ہیں کہ میں پانچ سال کی عمر میں پورے قرآن مجید کا حافظ ہوگیا
تھا اور میں نے تمام قرآن صرف ایک برس میں حفظ کرلیا تھا، جب مجھے ابوبکر بن مقری کے
پاس بغرض تعلیم چار سال کی عمر میں حاضر کیا گیا تو بعض لوگوں نے مجھ سے استاذ مذکور کے
فوائد وحصہ کے سیکھنے کا ارادہ کیا، اس پر بعض حضرات نے کہا کہ ابھی ان کی عمر چھوٹی ہے تو
مجھ سے ابن مقری نے امتحاناً فرمایا کہ سورۃ کافرون سناؤ۔ میں نے یہ سورت سنادی، پھر فرمایا
سورہ تکویر سناؤ میں نے وہ بھی سنادی، پھر ایک اور شخص نے کہا سورہ مرسلات سناؤ، میں نے
وہ بھی صحیح سنادی۔ اس پر ابن مقری فرمانے لگے:
''اس سے قرآن سیکھو، اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔''[3]

---

[1] مجموعہ ص:۳۱ [2] حکایات صحابہ ص:۱۴۳ [3] مقدمہ فتح الملہم ص:۸۵

﴿حفظ قرآن کا غیر مسلم پر اثر﴾

ایک مرتبہ ایک انگریز حاکم شہر سہارنپور (انڈیا) کے بچوں کے ایک مدرسہ میں پہنچا اور بچوں کو تعلیم قرآن اور اس کے حفظ کرنے میں مشغول دیکھا، حاکم نے استاذ سے سوال کیا کہ یہ کون سی کتاب ہے؟ اس نے بتایا کہ قرآن مجید ہے، پھر حاکم نے سوال کیا کہ ان میں سے کسی نے پورا قرآن مجید حفظ کیا ہے؟ استاذ نے ہاں میں جواب دیا اور چند لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے جب سنا تو بڑا متعجب ہوا اور کہنے لگا ان میں سے ایک لڑکے کو بلاؤ اور قرآن میرے ہاتھ میں دے دو، میں امتحان لوں گا۔ استاذ نے کہا "آپ خود جس کو چاہیں بلا لیجئے" چنانچہ اس نے خود ایک لڑکے کو بلایا جس کی عمر ۱۳ یا ۱۴ سال کی تھی اور چند مقامات سے اس کا امتحان لیا، جب اسے کامل یقین ہو گیا کہ یہ پورے قرآن کا حافظ ہے تو متعجب اور حیران ہوا اور کہنے لگا "میں شہادت دیتا ہوں کہ جس طرح قرآن کے لئے تواتر ثابت ہے کسی بھی کتاب کو ایسا تواتر میسر نہیں محض ایک بچے کے سینے میں پورے قرآن کا صحت الفاظ اور ضبط اعراب کے ساتھ موجود ہونا ممکن ہے۔"[1]

﴿قاری فتح محمد کا حفظ قرآن میں کمال﴾

شیخ الوقت قاری فتح محمد صاحب نے اپنے بے نظیر حافظہ اور عطیہ خداوندی سے قرآن مجید اور اس کی قراءت عشرہ کی خدمت و اشاعت کی لاجواب خدمت سرانجام دی بچپن ہی میں آپ کو حفظ قرآن میں ایسا کمال حاصل ہو گیا تھا کہ اگر کوئی صاحب سوال کرتے کہ قرآن مجید میں کل کتنے رکوع ہیں، کل سورتیں کتنی ہیں، فلاں حرف قرآن مجید میں کتنی جگہ آیا ہے، فلاں متشابہ کتنی جگہ ہے، تو آپ فوراً جواب دے دیتے اور سائل انگشت بدنداں رہ جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی آپ سے کسی سورت یا رکوع کو اس کے آخر سے سننا چاہتا تو آپ اس طرح سنا دیتے کہ سب سے پہلے رکوع یا سورت کی آخری آیت پڑھتے پھر اس سے اوپر والی پھر اس سے اوپر والی۔ اسی طرح رکوع و سورت کی شروع والی آیت تک پڑھتے اور

[1] بائبل سے قرآن تک از مولانا رحمت اللہ کیرانوی ص ۱۹۹۔

جب بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچے کو چادر میں لپیٹ کر ایک مرتبہ آپ کے پاس لے گیا تھا، بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا، صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے، تمہارے پاؤں اس بچے کے پاؤں کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

﴿امام شعبیؒ کا عجیب حافظہ وعلمیت﴾

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ایک بزرگ امام شعبیؒ کا بھی ہے، امام شعبیؒ نے پانچ سو صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا ہے، ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی ایک حدیث بھی لکھ کر یاد نہیں کی۔ فرمایا کرتے تھے:

"مجھے شعر سے زیادہ مناسبت نہیں ہے لیکن اگر میں چاہوں تو ایک ماہ تک بغیر تیاری کے اشعار سنا سکتا ہوں"

ایک مرتبہ آپ آنحضرت ﷺ کے غزوات بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے، امام شعبیؒ کی باتیں سن کر انہوں نے فرمایا:

"میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوات میں شامل رہا ہوں، لیکن شعبیؒ کو غزوات کا مجھ سے زیادہ علم ہے۔"[1]

ابن حجرؒ نے امام شعبیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

﴿ما كتبت سوداء في بيضاء الى يومي هذا ولا حدثني رجل بحديث قط الا حفظته﴾

"میں نے آج تک جو حدیث لکھی اور مجھ سے آج تک کسی نے بھی کوئی حدیث بیان کی میں نے اسے حفظ کر لیا ہے۔"[2]

﴿چھیالیس سال بعد﴾

تجوید و قرأت کے مشہور امام، امام شاطبیؒ (متوفی ۵۹۰ھ) نے پہلی ہی مرتبہ سفر میں ایک جگہ راستے میں درخت آنے پر ساتھیوں سے کہا کہ ذرا جھک کر گزریں تاکہ درخت کی ٹہنی سر پر نہ لگے۔

۱؎ اردو تذکرہ ۱/۱۳۴ از اسحٰق ندوی ۲؎ اردو تذکرہ ۱/۷۸

۳؎ تقریب الراوی ص ۵۱

قرآن کے اعراب سنانے کا واقعہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ محمد قاسم جیسا حافظ تاریخ نے پیدا نہیں کیا، میں اپنے والد مرحوم سے حافظ صاحب کے بہت سے کمالات سن چکا تھا، والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے استاذ گرامی کو تمام عمر کلام پاک کی تلاوت میں کبھی غلطی نہیں لگی اور نہ ہی تمام عمر انہوں نے کلام پاک سے کسی لفظ کو دہرایا۔ والد مرحوم بتاتے تھے کہ حافظ صاحب عمر بھر رمضان المبارک میں لدھیانہ تشریف لے جاتے اور وہاں تراویح پڑھاتے، بیسیوں حفاظ مختلف شہروں سے ان کے کلام پاک کی سماعت کے لئے آتے مگر کبھی کسی حافظ نے حافظ محمد قاسم کو لقمہ نہیں دیا اور یادداشت کا یہ عالم تھا کہ ایک گھنٹے میں ایک پارہ کی رفتار سے پڑھتے یا پانچ کی رفتار سے، تلاوت کے حسن اور صحت ادا میں ذرا فرق نہ آتا۔ یہ انتہائی یادداشت کا کمال ہے، حفاظ صاحبان جانتے ہیں کہ معمولی یادداشت کا حافظ کم رفتار سے نہیں پڑھ سکتا اگر پڑھے گا تو بے شمار غلطیاں ہوں گی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لدھیانہ میں خواجہ احمد شاہ نہایت بزرگ اور خدا رسیدہ شخص تھے انہوں نے قرآن کریم کی کتابت کرائی، جب کتابت مکمل ہو گئی تو کتابت کی تصحیح کا مسئلہ درپیش تھا، خواجہ صاحب کتابت شدہ کلام پاک مولانا زکریا مرحوم جو مولانا حبیب الرحمن رئیس الاحرار کے والد محترم تھے ان کے پاس لائے مولانا زکریا مرحوم نے چھ ماہ میں کلام پاک حفظ کیا تھا ان کا شمار جید حفاظ میں ہوتا تھا، خواجہ صاحب نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا، مولانا فرمانے لگے کہ اس کام کے لئے سارے ہندوستان میں ایک ہی حافظ ہیں، وہ حافظ محمد قاسم ہیں، میں یہ کلام پاک ان کو سناؤں گا اس کے بعد غلطی کا امکان نہیں رہے گا۔ مولانا زکریا حافظ صاحب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں کلام پاک پڑھتا جاتا ہوں آپ سنتے جائیں تاکہ اشاعت سے پہلے کتابت کی کوئی غلطی نہ رہ جائے، حافظ صاحب نے فرمایا کہ اس طرح کلام پاک درست ہو جائے گا، مولانا نے عرض کیا کہ آپ تو جانتے ہیں اس کے علاوہ کوئی طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا، حافظ صاحب مسکرائے، فرمایا اور طریقہ بھی ہے وہ یہ

﴿طالب علم کی چالاکی﴾

حدیث کے مشہور امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ جب ان کا درس و تدریس سے جی بھر آتا تو بنی ہاشم کے دروازے کے پاس ایک اونچی جگہ پر بیٹھ جاتے تاکہ آتے جاتے لوگوں کو دیکھیں۔

ایک دن اسی جگہ ایک طالب علم آپ کے پاس آ بیٹھا اور کہا "کوئی حدیث سنا دیجئے" آپ نے اس کو بہت سی احادیث سنائیں لیکن اسے سیرابی نہ ہوئی کہنے لگا اور سنا دیجئے۔ آپ نے اور سنائیں اس نے مزید احادیث بیان کرنے کا مطالبہ کیا، آپ نے مزید روایات سنا ڈالیں اور اس کے ساتھ اسے ہاتھ سے دھکا دے دیا کہ وہ ہٹ جائے مگر طالب علم جان بوجھ کر پیچھے گر گیا، لوگوں میں شور مچ گیا، یہ بات پورے علاقے میں پھیل گئی کہ سفیان نے ایک طالب علم کو قتل کر ڈالا، یہ شور بڑھا تو سفیان ڈر گئے اور اٹھ کر اس کے پاس گئے، اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور پوچھا "تجھے کہاں چوٹ لگی ہے؟" وہ کوئی جواب دینے کی بجائے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور منہ سے جھاگ چھوڑتا ہوا کہہ رہا تھا "ہائے! سفیان نے مجھے مار ڈالا"۔ امام سفیان نے اس سے کہا "احمق تو دیکھتا نہیں لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟" یہ سن کر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا "جب تک آپ مجھے زہری اور عمرو بن دینار کی سو احادیث نہ سنائیں گے میں نہیں اٹھوں گا" آپ نے بادل نخواستہ اسے سو احادیث سنائیں، وہ خوش ہو کر اٹھا اور رفو چکر ہو گیا۔[1]

﴿بڑھیا کا حیرت ناک حفظ قرآن﴾

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا، ایک سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کا قمیص پہنا ہوا تھا اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی، میں نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب میں کہا: سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ

میں نے پوچھا "اللہ تم پر رحم کرے یہاں کیا کر رہی ہو؟" کہنے لگی:

---

1 فراسة المؤمن للشيخ ابراهيم بن عبد الله الحازمي، ص ۲۳

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ (جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی رہنما نہیں ہوتا)

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے، اس لئے میں نے پوچھا: ''کہاں جانا چاہتی ہو؟'' کہنے لگی۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى۔ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی)

میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے، میں نے پوچھا: ''آپ سے یہاں بیٹھی ہو؟''

کہنے لگی: ''ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا'' (پوری تین راتیں)

میں نے کہا: ''تمہارے پاس کچھ کھانا تو نظر نہیں آ رہا، کھاتی کیا ہو؟''

جواب دیا۔ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ۔ (وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے)

میں نے پوچھا ''وضو کس چیز سے کرتی ہو؟''

کہنے لگی: ''فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (اگر تم پانی نہ پاؤ پاک مٹی سے تیمم کرلو)

میں نے کہا ''میرے پاس کچھ کھانا ہے کھاؤ گی؟''

جواب میں اس نے کہا اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ (رات تک روزوں کو پورا کرو)

میں نے کہا: ''یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے''

بولی وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔ (اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے)

میں نے کہا: ''سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے''

کہنے لگی: ''وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تمہیں ثواب کا علم ہو تو روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے)

میں نے کہا ''تم میری طرح کیوں بات نہیں کرتیں؟''

جواب ملا ''مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ'' (انسان جو بات بھی بولتا

ہے۔ اس کے لئے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے۔

میں نے پوچھا "تم کون سے قبیلے سے ہو؟"

کہنے لگی "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو)

میں نے کہا "معاف کرنا مجھ سے غلطی ہوئی"

بولی: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ (آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے)

میں نے کہا: "اگر چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور اپنے قافلے سے جا ملو"

کہنے لگی "وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ (تم جو بھلائی بھی کرو اللہ اسے جانتا ہے)

میں نے بیٹھ کر اپنی اونٹنی کو بٹھا لیا۔ مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ (مومنوں سے کہہ دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)

میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور اس سے کہا "سوار ہو جاؤ" لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بدک کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جدوجہد میں اس کے کپڑے پھٹ گئے۔ اس پر وہ بولی:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے)

میں نے کہا "ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا"

وہ بولی "فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ۔ (ہم نے یہ مسئلہ سلیمان (علیہ السلام) کو سمجھا دیا)

میں نے اونٹنی کو باندھا اور اس سے کہا: "اب سوار ہو جاؤ" وہ سوار ہوئی اور یہ آیت پڑھی: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے رام کر دیا اور ہم اس کو قابو کرنے والے نہیں تھے اور بیشک ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں)

میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور تیز چلانے لگا بہت تیز تیز دوڑتا جا رہا تھا اور ساتھ ہی

زور زور سے چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا، یہ دیکھ کر وہ بولی:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ۔ (بیچ چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو)

اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا، اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کئے، اس پر اس نے کہا: فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" (قرآن میں سے جتنا پڑھ سکو وہ پڑھو)

میں نے کہا: "تمہیں اللہ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے"

بولی: وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ۔ (صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا

"تمہارا کوئی شوہر ہے؟" بولی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں)

اب میں خاموش ہو گیا، اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا، میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی، قافلہ سامنے آ گیا تو میں نے اس سے کہا: یہ قافلہ سامنے آ گیا ہے، اس میں تمہارا کون ہے؟"

کہنے لگی: اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۔ (مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں) میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں۔ میں نے پوچھا: "قافلے میں ان کا کام کیا ہے؟" بولی: "وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (علامتیں ہیں اور ستارے ہیں جن سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں)

میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں، چنانچہ میں اسے لیکر خیمے کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا: "یہ خیمے آ گئے ہیں اب بتاؤ تمہارا (بیٹا) کون ہے؟"

کہنے لگی: "وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ۔ یہ سن کر میں نے آواز دی یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا یحییٰ"

تھوڑی ہی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے، میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا۔

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ ۔ (اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے)

پس لڑکوں میں سے ایک لڑکا گیا اور مجھ کھانا خرید لایا، وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا تو عورت نے کہا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو بسبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں)

اب مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے لڑکوں سے کہا۔

"تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک تم مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ۔"

لڑکوں نے بتایا کہ "ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے، چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا۔ اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کہیں زبان سے کوئی ناجائز یا نامناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنے" میں نے کہا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [1]

متنبی کا حیرت انگیز حافظہ

ابوالحسن علوی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وراق نے مجھ سے کہا کہ میں نے اس نوجوان عبدان السقاء کے بیٹے (یعنی متنبی) سے زیادہ حافظہ والا کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ وراق نے کہا "ایک روز ایک آدمی اصمعی کی کوئی کتاب جو تقریباً تیس ورق پر مشتمل تھی، برائے فروخت لے کر آیا۔ متنبی نے اسے لے کر پڑھنا شروع کر دیا۔ صاحب کتاب نے کہا "جناب میں تو کتاب بیچنے کے لئے لایا تھا آپ نے خواہ مخواہ مجھے روک لیا، اگر آپ حفظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایک ماہ سے کم میں حفظ نہ ہو سکے گی۔" متنبی نے کہا "اگر میں ابھی حفظ کر کے سنا دوں تو کیا ہوگا؟" صاحب کتاب نے کہا "کتاب

[1] فرائد، ص ۳۰ [2] ظفر المحصلین باحوال المصنفین، ص ۲۲۶

مفت دے دوں گا"۔ جنینی نے ایک آدھ مرتبہ کتاب پڑھ کر اول تا آخر سنا دی۔[2]

صاحب سبعہ معلقہ کا حافظہ

صاحب سبعہ معلقہ ابوالقاسم حماد کا لقب راویہ تھا۔ ایک مرتبہ ولید بن یزید اموی نے اس سے پوچھا "تمہیں راویہ کا لقب کیسے ملا؟" اس نے کہا "میں نے ہر اس شاعر کے قدیم و جدید اشعار کو یاد کیا ہے جس کو آپ جانتے ہیں یا آپ نے اس کا نام سنا ہے نیز میں ان کے اشعار کی روایت بھی کرتا ہوں اس لئے لوگ مجھے راویہ کہنے لگے" یہ سن کر ولید متحیر ہو گیا اور اس نے پوچھا کہ "تمہیں کتنے اشعار یاد ہیں؟" حماد نے کہا "اس کثرت سے یاد ہیں کہ حروف تہجی کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں اور یہ شعراء جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہوں گے جو مقطعات کہلاتے ہیں" ولید نے بغرض امتحان اشعار سنانے کا حکم دیا چنانچہ حماد نے اشعار سنانا شروع کئے اور اتنے سنائے کہ ولید سنتے سنتے تھک گیا اور مجبور ہو کر اپنی جگہ اپنے ایک معتمد کو بٹھا دیا حماد نے اس کو صرف عرب جاہلیت کے کچھ کم تین ہزار اشعار سنا ڈالے جب ولید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے حماد سے کثرت روایت کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں سات سو قصیدے ایسے روایت کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک کا آغاز "بانت سعاد" سے ہے۔

ایک مرتبہ طرماح نامی شاعر نے حماد کو سو اشعار کا ایک قصیدہ سنایا حماد نے کہا "یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے" اس نے کہا "آپ یہ بات کیسے کر سکتے ہیں؟" حماد نے کہا "میں یہی قصیدہ بیس اشعار کے اضافہ سے سناتا ہوں جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے" چنانچہ حماد نے اس کو اسی طرح سنا دیا۔[1]

حیرت انگیز حافظہ یا خوبصورت جھوٹ؟

ابو عمر الزاہد جو غلام ثعلب کے لقب سے مشہور تھے اپنے حیرت انگیز حافظہ کی بناء پر بڑی شہرت کے حامل تھے۔ اسی بے پناہ قوت حافظہ کی وجہ سے ان کو اہل ادب کی تیغ ستم کا ہدف بننا پڑا اور علم لغت میں سند ثقاہت سے محروم ہونا پڑا لیکن طبقہ محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا تھا۔

---

[1] تذکرۃ المصنفین بحوالہ المستطرف ص ۱۹۳

ان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ بغداد کے کچھ لوگ ان پر لگائے گئے جھوٹ کے الزامات کا تذکرہ کرتے ہوئے راستے کے ایک پل پر سے گزرے تو ان میں سے ایک نے کہا "ایسا کرتے ہیں کہ "قنطرۃ" (پل) کے لفظ کو الٹا کر دیتے ہیں اور اس کو بے معنی اور مہمل بنا کر اس کے معنی ابو عمر سے دریافت کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا جواب دیتے ہیں۔ جب ان کے پاس پہنچے تو اس شخص نے کہا "حضرت! عربوں کے ہاں "ھرطنق" کیا چیز ہے؟" ابو عمر فوراً بولے "فلاں چیز ہے اور اس طرح ہوتی ہے" یہ سن کر وہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے کیوں کہ یہ تو ایک مہمل لفظ تھا انہوں نے اپنی طرف سے گھڑا تھا جس کے کوئی معنی نہیں تھے اور وہاں سے چلے آئے۔ تقریباً ایک مہینے بعد انہوں نے کسی دوسرے شخص کو "ھرطنق" کے معنی دریافت کرنے ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے کہا "کیا یہ فلاں لفظ نہیں جو فلاں دن فلاں موقع پر مجھ سے پوچھا گیا تھا" پھر اس کے بعد بعینہ پہلے والا جواب دیا۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم فیصلہ نہیں کر پاتے کہ ان کی حیرت انگیز قوت حافظہ پر تعجب کریں اگر انہوں نے سچ کہا ہے یا ان کے خوبصورت جھوٹ پر اگر انہوں نے جھوٹ کہا ہے[1]

﴿بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا﴾

مولانا عبدالعزیز میمنی برصغیر میں عربی ادب کے نامور ادیبوں میں سے ہیں، ڈاکٹر خورشید رضوی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

> "انہوں نے مطالعہ میں کیسی جانکاہ محنت کی تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ ایک روز از روئے شفقت انہوں نے میرے حافظے کی تعریف فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ حافظہ تو دراصل آپ کا ہے کہ اس پیرانہ سالی میں آپ کو اس قدر ادبی سرمایہ نوک زبان ہے، فرمایا "نہیں۔ آپ ایک بار سن کر یاد رکھتے ہیں جب کہ میں نے یہ سب کچھ سو سو مرتبہ نظر سے گزارا ہے"[2]
>
> بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا

---

[1] المعلم وأثره على الفكر والكتاب، ص: ۱۹ [2] تالیف: ڈاکٹر خورشید رضوی، ص: ۱۴

روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

﴿فہرست المراجع﴾

کتاب	مصنف
الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ
الصحیح لمسلم	مسلم بن الحجاج القشیریؒ
السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن التمیمی الدارمیؒ
مستدرک الحاکم	الامام حاکم شہیدؒ
فتح الباری	ابن حجر عسقلانیؒ
فیض الباری	العلامۃ انور شاہ الکشمیریؒ
فتح الملہم	العلامۃ شبیر احمد العثمانیؒ
البدایۃ و النہایۃ	ابن الاثیرؒ
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین الذہبیؒ
تہذیب الکمال	العلامۃ المزیؒ
تہذیب التہذیب	ابن حجر العسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	العلامۃ الذہبیؒ
ذیل تذکرۃ الحفاظ	الامام السیوطیؒ
طبقات ابن سعد	الامام ابن سعدؒ
نزھۃ الخواطر	مولانا عبدالحی لکھنویؒ
تاریخ دمشق	....

تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
التاریخ الکبیر	محمد بن اسمٰعیل البخاری
الاصابة	ابن حجر العسقلانی
تاریخ ابن عساکر	ابن عساکرؒ
سیر الصحابة	مولانا شاہ معین الدین ندوی
لسان العرب	العلامة الافریقی
المعجم الوسیط	مجمع اللغة العربیة بمصر
الصحاح	الامام الجوہری
الفقیہ و المتفقہ	خطیب بغدادی
الفوائد البہیة	مولانا عبدالحی لکھنویؒ
جامع بیان العلم	ابن عبدالبرؒ
شذرات الذہب	ابن العماد حنبلیؒ
درس ترمذی	مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ
کشف الباری	مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ
معجم الادباء	یاقوت الحمویؒ
الوافی بالوفیات	الصلاح الصفدیؒ
الدرر الکامنة	ابن حجر عسقلانیؒ
دائرہ معارف اسلامیہ	زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور
ترتیب المدارک	قاضی عیاض مالکیؒ
نزہة النظر	ابن حجر العسقلانیؒ

کتاب	مصنف
اخبار الاخیار	عبدالحق محدث دہلویؒ
تذکرۃ الخلیل	مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
فراسۃ المومن	الشیخ ابراھیم بن عبداللہ الحازمی
الهبة الوسطیٰ	مولانا موسیٰ الروحانی البازیؒ
فضائل حفاظ القرآن	ابو عبداللہ محمد طاہر الرحیمی المدنی
تجوید	مولانا اشرف علی تھانویؒ
المعالم واثره على الفكر والكتاب	بکر بن عبداللہ ابو زید
اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی
عقود الجمان	محمد بن یوسف صالح دمشقی
وفیات الاعیان	ابن خلکان
بغیۃ الوعاۃ	علامہ سیوطیؒ
قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون	مولانا محمد حنیف گنگوہی
تدریب الراوی	علامہ جلال الدین السیوطیؒ
العلماء العزاب	عبدالفتاح ابو غدۃ
محدثین کے علمی کارنامے	مولانا ارسلان اختر صاحب
محدثین عظام اور ان کی کتابوں کا تعارف	مولانا محمد اشرف خان مدظلہ
حکایات صحابہ	مولانا زکریا قدس سرہ
وزن مقامات	ابن الحسن عباسی
ظفر المحصلین باحوال المصنفین	مولانا محمد حنیف گنگوہی
تراشے	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

کتاب	مصنف
بائبل سے قرآن تک	مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی
حیات کشمیری	مولانا انظر شاہ کشمیری مدظلہ
مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں	مولانا محمد عمران ندوی
پرانے چراغ	ابو الحسن علی الندوی
متاع وقت اور کاروان علم	ابن الحسن عباسی
التجائے مسافر	ابن الحسن عباسی
ابن ماجہ اور علم حدیث	مولانا عبد الرشید نعمانی
نفحۃ العرب	شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ
کیف تحفظ القرآن	شیخ یحییٰ عبد الرزاق الغوثانی
دیوان الامام الشافعی	الامام الشافعیؒ
الاحیاء	الامام الغزالیؒ
ایھا الولد	الامام الغزالیؒ
الکلمات الحسان	ابو المحارث محمد بن مصطفیٰ
اخبار الحمقیٰ و المغفلین	ابو الفرج ابن الجوزیؒ
الجامع فی الحث علی حفظ العلم	
الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع	الخطیب البغدادی
نفسیات کے بنیادی اصول	غلام محی الدین
اصول نفسیات	ٹی ایم یوسف، ثمارہ یوسف
تعلیم المتعلم طریق التعلم	علامہ زرنوجیؒ
حاذق	حکیم اجمل خانؒ

فتاویٰ شامی	ابن عابدین
اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے	مولانا محمد یوسف ہاشمی
تدوین حدیث	مولانا مناظر احسن گیلانی
تحفۂ اسرار	مولانا انور شاہ کشمیری
شمس المعارف الکبریٰ	للشیخ احمد بن علی البونی
کتاب التعریفات	العلامۃ الجرجانی
تالیف	ڈاکٹر خورشید احمد رضوی